Presented by: Rana Jabir Abbas

جلد دوم

اُسوۃُ الرّسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

تالیف

مؤرخِ اسلام علامہ

سید اولاد حیدر رفوق بلگرامیؒ

تلخیص و تصحیح

مولانا الیاس رضا یزدانی

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔ 0321-4481214,042-37314311

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اُسوۃ الرّسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دوم

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مؤرخِ اسلام علامہ سید اولاد حیدر بلگرامیؒ

تلخیص و تصحیح۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا الیاس رضا یزدانی

ترتیب و تنظیم نو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قلب علی سیال

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

سال اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔2011

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ تین جلد مکمل سیٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔1500 روپے

ہدیہ تین جلد گفٹ پیک بکس۔۔۔۔۔۔۔۔۔1800 روپے

اس کتاب کی اشاعت کیلئے سید سہیل حیدر رضوی صاحب نے تعاون فرمایا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی توفیقاتِ خیر میں اضافہ فرمائے اور ان کے مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ ادارہ۔

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔ 0321-4481214,042-37314311

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

قارئین کرام!　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ ! مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عرصہ دراز سے قرآن کریم اور دورِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔

زیرِنظر کتاب اُسوۃ الرسولؐ سلطان الانبیاء خاتم النبیین، سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر تقریباً ایک صدی قبل مؤرخِ اسلام علامہ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی کی تصنیف وتالیف ہے۔تنقیدی وتحقیقی اعتبار سے ایسی لاجواب کتاب ہے۔جس میں تاریخ عرب، خاتم النبیین کے عظیم آباؤاجداد کے حالاتِ زندگی اور آخر میں سیرتِ سید المرسلینؐ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔کتاب کے مصنف کا اپنا ایک خاص اسلوب بیان، طرزِ قلم ووجدان ہے۔جسے خاطر خواہ برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔چونکہ کتاب کے پرانے پرنٹ شدہ نسخہ میں کتابت کی متعدد اغلاط موجود تھیں۔

لہذا کتابت کی اغلاط کی درستگی اور محاورات وفقرہ بندی کی تصحیح کے لئے ٹرسٹ نے مولانا عابد عسکری کا انتخاب کیا اور انہیں کثیر رقم بطورِ حق زحمت ادا کردی۔مگر مولانا موصوف کتاب میں موجود اغلاط کی خاطر خواہ درستگی کرنے میں ناکام رہے۔کتاب کی کمپوزنگ مکمل ہونے کے بعد بمطابق وعدہ مولانا موصوف نے پروف ریڈنگ مکمل کرنی تھی۔لیکن حالات واضح طور پر پروف ریڈنگ میں مزید تاخیر کا اشارہ دے رہے تھے۔چونکہ ٹرسٹ نے ماہ رمضان المبارک میں کتاب کی اشاعت کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا۔لیکن کتاب کی اشاعت کی تکمیل کا مرحلہ بوجہ مولانا موصوف مکمل ہوتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ درج بالا تاخیری وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹرسٹ نے کتاب کی تلخیص وپروف ریڈنگ کا کام قلب علی سیال کی مشاورت سے مولانا الیاس رضا یزدانی کے حوالے کردیا۔لیکن ماہِ رمضان المبارک میں مولانا موصوف بھی اپنی ناگہانی مصروفیات کی وجہ سے بروقت کتاب نہ دے سکے۔

یوں کتاب ہذا کی اشاعت میں تاخیر در تاخیر کا سلسلہ طول پکڑتا گیا۔بلاشبہ کتاب کی تاخیر میں قلب علی سیال کی غفلت کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔اس طرح کتاب کی تصحیح وپروف ریڈنگ میں کئی ماہ لگ گئے۔بالآخر ماہ ذیقعد میں کتاب کی دوسری جلد کی تصحیح وپروف ریڈنگ مکمل ہوئی۔جس کی اشاعت مکمل ہونے کے بعد کتاب ''اُسوۃ الرّسولؐ جلد دوم'' آپ کے ہاتھ میں موجود ہے۔امید ہے آپ ہمیں اپنی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com　　http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حرفِ مصنف بقلمِ مصنف

بِسۡمَ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمَ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَخَاتِمَ النَّبِیِّیۡنَ وَاٰلِہٖ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاھِرِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔

میرے سلسلہ سوانحات حضرات چہاردہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کی یہ آخری کتاب ہے اور ایسی آخری ہے جو ظاہر میں آخر اور حقیقت میں اول ہے اس لئے کہ یہ سیرۃ الرسول ﷺ ہے جو سابق اجزائے سیزدہ گانہ کی اصل الاصول۔ آخر اس لئے کہ سب سے آخر میں لکھی گئی ہے۔ اور نیز اس رعایت خاص سے کہ ختم الرسل اور نبی آخر الزمان کے حالات میں صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ جن کی ذات قدسی صفات منازل رسالت کی مکمل اور مناصب نبوت کی متمم ثابت ہو چکی ہے۔

وجہ تاخیر

ایسے متمم رسالتؐ کے حالات وواقعات کی تحقیق تفصیل اور تشریح کیلئے مؤلف کو کلی جمعیت اور انتہائی ہمت سے کام لینا ہے میری سابقہ تالیفات اسی کل کی جزئیات تھیں اور اسی اصل کی فروعات جن میں سوائے اندرونی پیچیدگیوں کے بیرونی مشکلات کی تنقید وتفصیل اور جرح وتعدیل کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لئے ان کی تدوین وترتیب کے منازل ومراحل بالتدریج وترتیب پہلے طے کر لئے گئے اور اُن سے کلی فراغت اور خاطر خواہ جمعیت حاصل کر کے اُسوۃ الرسول ﷺ کی مبارک تدوین سے سعادت اندوز ہونے کی کوشش کی گئی۔

ترتیب تالیف میں تقدیم وتاخیر کا الزام تنہا مجھ پر عائد نہیں ہوسکتا۔ بلکہ مجھ سے اکثر اصحاب سیر وتاریخ اور ارباب تحقیق نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا ہے، میری اس کتاب میں میرے مخاطب اصلی شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی سیرۃ النبیؐ کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں۔

> ”میں اس بات سے ناواقف نہ تھا کہ میرا فرض اولین یہی تھا کہ تمام تصنیفات سے پہلے سیرۃ نبویؐ کی خدمت انجام دیتا۔ مگر یہ ایک ایسا اہم اور نازک فرض تھا کہ میں مدت تک اس کے ادا کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ تاہم میں دیکھ رہا تھا کہ اس فرض کے ادا کرنے کی ضرورتیں بڑھتی جاتی ہیں۔“

یہ عبارت لکھ کر گویا شبلی صاحب نے میرے منہ کی بات چھین لی۔ بلفظہ اور بجنسہ میری تاخیر اور عدم تحریر سیرۃ نبویؐ کیلئے بھی یہی مجبوریاں سمجھی جائیں۔ ممکن تھا کہ ابھی اور تاخیر ہوتی۔ مگر ایک تو اس وجہ سے کہ تمام سرتین علی الترتیب تمام ہو چکی تھیں اور ایک یہی باقی تھی۔ دوسری یہ کہ شبلی صاحب کی سیرۃ النبیؐ کی اشاعت، اسکی مبہم، مجمل، غیر مفصل اور نہ مکمل صورت نے میری کتاب کی تالیف میں ایسی عجلت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com　　http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پیدا کردی کہ پھر میں اپنے اس قصد وارادے کو ذرا بھی نہ روک سکا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ میں ان دنوں اپنی کتاب الزہرا سلام اللہ علیہا تمام کر کے اس کا دیباچہ لکھ رہا تھا۔ جس کو میں نے فوراً متروک وموقوف کر دیا۔ اور بالآخر میری وہ کتاب بغیر کسی دیباچہ اور مقدمہ ہی کے چھپ گئی ۔ یہ میں نے گوارا کرلیا مگر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرۃ کی تالیف وترتیب سے پھر ایک دم کیلئے بھی غافل نہ ہوا۔

عجلت کی ضرورت

اس عجلت کی کیا ضرورت ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بالکل اچھوتی طرز کی سیرت نے شائع ہوکر عموماً قوم وملت میں اور خصوصاً قومِ شیعہ کی جمعیت میں وہی کیفیت پیدا کردی جو سر ولیم میور صاحب کی لائف آف محمدؐ کی اشاعت نے آج سے پچاس برس پہلے پیدا کردی تھی، جس کو سر سید احمد خان نے مفصل ذیل عبارت میں قلمبند فرمایا ہے۔

> ''جب یہ کتاب چھپی اور ہندوستان میں پہنچی تو لوگوں نے نہایت ذوق وشوق سے پڑھا۔ مگر جب ان کو یہ بات دریافت ہوئی کہ اسلام کی اور آنحضرتؐ کے حالات کی نہایت سدھی، سادی اور صاف باتوں کو بھی توڑ مروڑ کر اس وضع پر ڈھالا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہی سے اسی سطح پر اس کتاب کا لکھنا مقصود اور مرکوز خاطر تھا تو ان کا وہ شوق وذوق بالکل ٹھنڈا پڑ گیا مگر جو نوجوان طالب علم، علم انگریزی کی تحصیل کرتے تھے اور اپنی دینیات سے محض ناواقف تھے ان میں اس بات کا چرچا پیدا ہوا کہ اگرچہ سر ولیم میور صاحب نے سیدھی، سادی اور صاف باتوں کو بھی بڑے پہلو پر لے جا کر لکھا ہے تو فی الواقع ان کی اصلیت کیا ہے خطبات احمدیہ، دیباچہ، ص 18، مطوعہ لاہور۔''

شبلی صاحب کی سیرۃ النبیؐ کی بھی بجنسہ یہی کیفیت ہوئی، یہ کتاب والیان ملک کی فیاضانہ امداد سے بڑی آب وتاب کے ساتھ شائع ہوئی۔ لوگوں نے بڑے اشتیاق سے خریدا۔ مگر جب کتاب پڑھی تو معلوم ہوا۔

خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم

پھر تو قوم وملت کے ہر ہر فرقے اور ملک ووطن کے ہر ہر گوشے سے یہ صدا بلند ہونے لگی کہ: شبلی صاحب نے۔۔۔۔۔۔

(۱)۔ اگر راہب بحیرہ کی بشارت آنحضرتؐ کو جھٹلایا۔

(۲)۔ آنحضرتؐ کا اہل مکہ کی بکریاں اُجرت ومزدوری پر چرانا قبول کرلیا۔

(۳)۔ آنحضرت صلعم کی قبل بعثت ہی سہی، عرب کی قدیم داستان گویوں کی فضول صحبت میں رات بھر بیٹھنا۔

(۴)۔ ایک بار انہیں صحبتوں میں جاتے ہوئے راہ میں ایک شادی کے جلسہ کا تماشا دیکھنے کھڑے ہوجانا اور پھر وہیں سو کر شام سے صبح کر دینا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(۵)۔حضرت علی مرتضیٰؑ کا شراب پینا تسلیم کرلیا ہے۔اوراُن کی ایسی کثیر التعداد مثالیں جن سے سیرۃ النبیؐ کی متعدد جلدیں سیاہ کی گئی ہیں ایسی ہی ہیں تو فی الواقع ان کی اصلیت کیا ہے۔

میری موجودہ کتاب اسوۃ الرسولؐ انہیں مستفسرات کا جواب ہے اور شبلی صاحب کی غلط بیانیوں کی حقیقت کا دفتر انکشاف۔مگر میں اپنی موجودہ تالیف کی اس وقت تک کوئی تفصیل کرنا پسند نہیں کرتا جب تک کہ شبلی صاحب کے دیباچہ پر کامل تبصرہ نہ کرلوں اور اس کی حقیقت اور اصلیت کا بھی اسی طرح صاف صاف اظہار وانکشاف نہ کروں جس طرح آپ کی اصل کتاب کے تمام غلط مشکوک اور مبہم واقعات وحالات کے متعلق تحقیق وتنقید سے کام لیا گیا ہے۔

دیباچہ سیرۃ النبیؐ پر تبصرہ

سیرۃ النبیؐ کے مجلدات دیکھ کر مفصلہ ذیل رائے قائم کی گئی ہے۔

استخفاف واستیصال حقوق بنی ہاشم

حقوق بنی ہاشم کے استخفاف واستیصال کے علاوہ جو مدت سے آپ کا شعار تالیف قرار پایا ہے۔جس کے لئے اخلاقاً آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوسکتی۔اس لئے کہ بنی امیہ کی جانبداری کیلئے آپ فطرتاً مجبور ہیں۔بہت سے واقعات قدیمہ اور مشاہدات عظیمہ۔جو تاریخ عرب،آثار اسلام اور اخبار جناب سید الانام علیہ وآلہ السلام سے پورا تعلق رکھتے تھے۔قطعاً مرفوع القلم اور کالعدم فرما دیئے گئے

بے ضرورت کوتاہ قلمی

ان میں سے بعض لکھے بھی گئے تو ان کی تفصیل وبیان میں بے ضرورت اور بے موقع اس قدر کوتاہ قلمی اختیار کی گئی کہ ان مختصرات کو اشارات واستعارات شاعرانہ کہیں تو بے جا۔اور عموماً پہیلی اور چیستان سمجھیں تو نازیبا نہ ہوگا۔

بے ضرورت تنقید

بہت سے واقعات کی تحقیق میں اپنی ناقدانہ مخترعات ومصنوعات کا بے ضرورت اضافہ کیا گیا ہے جو حقیقت اور واقعیت سے بمراحل دور ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تاریخ قدیمہ عرب کے متواترات سے انکار

اکثر ایسے واقعات سے جو تاریخ و مرویات عرب میں متواترات کے درجہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اور مشاہدات کئے جاسکتے تھے ،صرف اس ہمہ قیاس کی بنا پر کہ آپ کے نو ایجاد فلسفہ تاریخی کے حدود میں ظاہری طور پر نہیں آسکتے تھے۔ انکار کر دیا گیا۔ اور قدمائے عرب کے ان اخبار و اقوال متفقہ اور اثار مسلمہ پر تکذیب و تغلیط کا حاشیہ چڑھا دیا گیا۔

مقررہ معیار سے انکار

جس طمطراق اور تکلفات مالا یطاق سے تنقید و تحقیق واقعات کے کثیر التعداد معیار ایجاد کئے گئے ان میں سے کسی کی بھی پابندی نہیں فرمائی گئی۔

ترجیح حدیث علی التاریخ

اسناد کی تفصیل اور تعین میں سیرت پر تاریخ اور تاریخ پر حدیث کو ترجیح دی گئی ہے اور پھر حدیثوں میں صحاح ستہ کی حدیثوں کو اور صحاح ستہ کی حدیثوں میں صحیح بخاری و مسلم کی حدیثوں کو ترجیح بالمرجح عنایت کی گئی ہے مگر افسوس کہ آغاز کتاب ہی میں امام بخاری پر حدیث کے غلط معنی لگانے کا الزام ثابت کر دیا گیا ہے (دیکھو لفظ قراریط، سیرۃ النبی ج1 ص129) اور ان کے شارح حافظ ابن حجر پر رواۃ پرستی کا جرم لگایا گیا (راہب بحیرہ کے حالات ص 1 3 1) ان بنا پر ان محدثین اور ان کی حدیثوں کی کیا وقعت باقی رہتی ہے اور کیا اعتبار۔ اس لئے آپ کا قائم کردہ معیار بالکل طومارِ بیکار ثابت ہوا اور کچھ بھی نہیں۔ اس مسئلہ پر مفصل بحث اپنے مقام پر آئے گی۔

حدیث صحیحہ کی شرط مقرر کردہ سے انحراف

اسناد حدیث کی تصدیق و توثیق کے علاوہ معمولی واقعات تاریخی کی تحقیق و اثبات کی نسبت بھی۔ اگرچہ وہ متواترات ہی کیوں نہ ہوں۔ اس قدر شدت احتیاط کی تاکید فرمائی گی ہے کہ غیر مقید اور غیر مستند کوئی واقعہ نہ قلمبند کیا جائے مگر اپنی ہی کتاب میں اپنے ہی دست و قلم سے اپنے دلائل کے اسناد و اثبات میں صرف اس لکھ دینے پر اکتفا فرما دی گئی کہ اکابر صوفیہ نے لکھا ہے۔ (ذکر ذبح اسماعیل ص106)۔

استباط کتب معتبرہ کی شرط تقرر کردہ سے انحراف

اسلاف کی غیر محققانہ اور محض کورآنہ تقلید کے غلط اصول سے بظاہر تو قطعی انکار کیا گیا ہے مگر اپنے مفید مطلب مضامین کی تصدیق و تحقیق میں آنکھیں بند کر کے قول سلف کی تقلید کی قدیم لکیر پیٹی گئی ہے اور پھر اس سختی اور مضبوطی سے کہ اگرچہ اس کے خلاف میں کیسی ہی معتبر اور مستند اقوال و اسناد آپ کے پیش نظر ہوں مگر آپ ایک کو بھی نہیں مانتے۔ منافرۂ بنی امیہ با بنی عبدالمطلب اور منافرہ بنی ثقیف یا بنی عبدالمطلب کے متواتر اسقاط واقعات۔ باب الاجارہ بخاری کے خلاف طبقات ابن سعد کے قوی الاسناد مرویات سے قطعی انکار وغیرہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کثیر التعداد واقعات جو اس کتاب میں اپنے اپنے مقام پر پوری تحقیق سے لکھے گئے ہیں موجود ہیں۔

کتاب مستندہ اور نا اعتبار کردہ سے استنباط

جن کتب حدیث، تاریخ و سیر کو دیباچۂ کتب میں ساقط الاعتبار ٹھہرایا گیا ہے۔ اصل کتاب میں انہیں کے اسناد و حوالوں سے کثیر التعداد مقامات پر کام لیا گیا ہے۔ مواہب الدینہ قسطلانی کے متعلق تحریر ہے۔

''مشہور کتاب ہے اس کے مصنف قسطلانی ہیں، جو بخاری کے مشہور شارح ہیں، حافظ ابن حجر کے شاگرد تھے یہ کتاب اگرچہ نہایت مفصل ہے اور متاخرین کا بھی ماخذ ہے لیکن ہزاروں موضوع اور غلط روایتیں بھی موجود ہیں۔ سیرۃ النبی، دیباچہ۔ ص 27''

لیکن تمام کتاب آپ کی مواہب لدینہ کے حوالوں سے بھری پڑی ہے۔ مثال کیلئے ملاحظہ ہوں صفحات 178 و 182 و 184 وغیرہ وغیرہ۔ طُرفہ تو یہ ہے کہ غرائیق العلیٰ والی موضوع روایت کی تنقید میں ابن حجر شارح بخاری کی تردید تکذیب میں مواہب لدینہ ہی کی عبارت پیش کی گئی ہے ملاحظہ ہو ص 179

(الف) اس طرح کتب احادیث کے متعلق ہر واقعہ کی صداقت کم سے کم صحاح ستہ تک کے اندراج تک مشروط کر دی گئی مگر اپنی کتاب میں اپنے حصول مطلب کیلئے یہ تمام قیود و حدود توڑ کر تمام چھوٹی بڑی۔ عام و خاص اور معتبر و غیر معتبر کتب احادیث سے استخاذ و استخراج فرمایا گیا۔ کما لا یخفی علی ناظر کتاب

(ب) یہی کتب تاریخ کی بھی کیفیت ہے لکھنے کو تو تاریخ قدیمہ عرب کے جدول مفصل اور فہرست مکمل دیباچہ کتاب میں لکھی گئی ہے اور ان میں سے، ابن ہشام، ابن اسحاق، طبری، اور ابن سعد کے منقولات و مرویات پر اعتبار کیا گیا ہے مگر اپنی کتاب میں مفید مطلب واقعات تاریخی کے نقل کے وقت ابوالفدا، ابن اثیر، ابن شحنہ، مسعودی، ابن لوردی، غرض کوئی متاخرین نہیں چھوڑا گیا۔ اور سب کے اقوال و ارشاد، بلا تحقیق و تنقید داخل اسناد کر لئے گئے پھر سابق معیار کے تعین بالکل بیکار ہوئے۔

(ت) سیرت کی بھی یہی صورت ہے دیباچہ میں عرب کے تمام قدیم سیرت نگاروں کی بڑی لمبی چوڑی فہرست داخل ہے (ملاحظہ ہو از صفحہ 20۔ تا 26) ان میں سے سیرت ابن اسحٰق، روض الالف، سیرت ابن سید الناس، سیرا بن عبدالبر وغیرہم کی ایسی معدودے چند سیرتوں کو قابل الاسناد بتلایا گیا ہے مگر اصلی کتاب میں حصول مطلب کیلئے وہی معمولی بھرتی ہے اور جلد دوم تک تو پہنچتے پہنچتے۔ ملفوظات حضرت اشرف جہانگیر تک کے حوالوں کی نوبت پہنچائی گئی ہے فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ۲ جب ان معیار پر کام کرنا ہی نہیں تھا تو پھر ان کا یہ طومار اور انبار کیوں تیار کیا گیا۔

مؤلفِ کتاب اُسوۃ الرسولؐ کا دیباچہ کتاب تقریباً 225 صفحات پر مشتمل ہے۔ چونکہ اس دیباچہ کا مکمل جواب کتابِ ھذا میں اپنے اپنے مقام پر پوری وضاحت سے دیا گیا ہے۔ اس لئے قاری حضرات کی سہولت کے پیشِ نظر اسے کتاب سے خارج کیا جا رہا ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جو کی تلخیصِ کتاب کے حوالہ سے ایک اہم قدم ہے۔

ہماری کتاب اسوۃ الرسول

دیباچہ میں مختصراً شبلی صاحب کے اصول تعمیم کا طریقہ ظاہر کر دینا ضروری تھا۔ جو حقیقتاً ان کے اصول عقائد کا ایک خاص ضمیمہ ثابت ہوتا ہے اس اصول کو شبلی صاحب نے جس حفظ ماتقدم اور غرم واحتیاط سے اپنی تالیف میں از اول تا آخر مدنظر رکھ کر تمام واقعات کو اسی کے مطابق قلم بند فرمایا ہے۔ اس کی حقیقت اور ماہیت ہر موقع اور ہر مقام پر کھول دی گئی ہے۔ اور اصلیت دکھلا دی گئی ہے اسی کے ساتھ آپ کی عالم فریب انشا پردازی کی اصلی اور بے وجودی بھی ثابت کر دی گئی ہے۔ جو اپنے اپنے خاص موقع پر مذکور ہیں۔

تبصرہ میں ہر مبہم واقعہ کی صحیح تنقیح۔ ہر غلط واقعہ کی کامل تنقید وتحقیق اور ہر مشکوک قصہ کی تصحیح وترمیم بطور تمثیل مختصراً قلمبند کر دی گئی ہے اور تفصیل اصل کتاب میں اپنے مقام پر مندرج ہے تبصرہ میں زیادہ تر ان واقعات کی حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے جن کو شبلی صاحب نے کسی مصاحت سے مرقوع القلم فرما دیا تھا یا گھٹا بڑھا دیا تھا یا تاریخ وسیرت کی ہیت وصورت سے نکال کر عقائد کے قالب میں اتار دیا تھا اور اس حیلۂ قلمی سے اپنے مسلمات عقائد کو تاریخ وسیر کے واقعات ومشاہدات بتلا کر عوام سے تسلیم کرانا چاہا تھا۔

اس میں کوئی عذر نہیں ہے کہ ہمیں ان کے عقائد کی تنقید کی نہ کوئی ضرورت لاحق تھی اور نہ ان کی تردید کا کوئی حق حاصل تھا۔ اس لئے میری تنقید بیکار سمجھی جائے گی لیکن اتنی عرض کر دینا ضروری ہے کہ عقائد اسلام کے متعلق۔ وہ واقعات مندرجہ سیرۃ النبی صلعم جو منافی شان رسالت ظاہر ہوتے ہیں یا وہ مرویات جو مخالف قرآن اور معارض احادیث متفق علیہ ثابت ہوتے ہیں ان کو بغیر تنقید کیسے چھوڑا جا سکتا تھا۔

جس طرح ہر ایسے واقعہ کے متعلق تنقید وتحقیق سے کام لیا گیا ہے اسی طرح شبلی صاحب کی عبارت ومضمون میں جن جن مقامات پر ضرورت خاص سے تلمیحات اور استعارات، صرف استخفاف واقعات کیلئے کام میں لائے گئے ہیں یا انشا پردازی اور عبارت آرائی کی قلمکاریوں سے سطحی الذہن اور محدود الاطلاع افراد قوم وملت کو صرف مرغوب کر دینے کیلئے کہیں منطق کے اسباب وعلل، معانی ومطول، کہیں فلسفہ اور کلام کے رموز وغوامض، دلائل ومباحث پیش کر دیئے گئے ہیں۔ ان کی اصلی تصریح وتشریح بھی کر دی گئی ہے۔

عبارت کتاب کے اکثر مقامات میں اغراق، انفکاک اور خلاف سیاق اور دیگر اقسام کے اغلاط واسقام کے عام حرف گیریوں سے چشم پوشی اختیار کی گئی ہے اور ان کی حقیقت شناسی اور اصل فہمی کو ناظرین کے مطالعہ ومشاہدہ کیلئے چھوڑ دیا گیا ہے۔

یہی ناگزیر ضرورتیں تھیں جنہوں نے سیرۃ النبی صلعم کے بعد اسوۃ الرسولؐ کی تالیف واشاعت کو خاص اہمیت دے رکھی مؤلف نے ابتدا سے لے کر انتہائے تالیف تک انہیں امور ضروری کو کامل شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔ مذہبی اور دینی واقعات کے حالات کو پہلے قرآن کے ارشادات سے۔ پھر احادیث صحیحہ کی مرویات سے مقابلہ کر کے قلمبند کیا ہے۔

ملکی اور قومی وقائع اور سوانح کو تاریخ وسیر کے معتبر اور مستند ماخذوں سے مستنبط کیا ہے استناد واستخراج کے طریقوں میں ہر واقعہ کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صحت اسناد میں وہ تمام اصول تحقیق قائم رکھے گئے ہیں جو ایک روایت کی تصدیق وتوثیق کیلئے ضروری ہوتے ہیں۔

تمدنی اور اخلاقی حالات ومرویات میں انہیں واقعات کے اندراج پر اکتفا کی گئی ہے جو اخلاق الٰہیہ، آداب نبویہ اور نیز ملک وقوم کی مروجہ تہذیب وشائستگی کے مطابق ثابت ہوتے ہیں۔

تالیفات وتصنیفات کے ان اصول مسلمات کی تفصیل وتعمیل میں شبلی صاحب کی طرح خود غرضانہ اور جانب دارانہ فیصلہ جات اور اقتباسات واستخراجات کا غلط طریقہ اختیار نہیں کیا گیا ہے اور بلا وجہ وضرورت صرف حصول مدعا کی ضرورت سے ایک فن کو دوسرے فن سے فروتر اور کم پایہ نہیں قرار دیا گیا۔ یا ایک فن خاص کو مرویات ومندرجات میں دوسرے فن کے مرقومات ومذکورات ملا کر غلط مبحث کا معجون مرکب تیار نہیں کیا گیا ہے۔

سیرت نگاری کے موجودہ سباق تحریر میں حدود تنقید وتحقیق ضرور قائم رکھے گئے ہیں اور ضرورت میں استدلال کلامیہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔ لیکن واقعات کی تنقید وتحقیق میں نہ اتنی جدت دکھلائی گئی ہے اور نہ اپنی اصابت رائے قائم رکھنے کی بنا پر اتنی شدت اختیار کی گئی ہے کہ تاریخ وسیرت کے مضامین کلام ومناظ کے میگزین بن جائیں۔ یا اپنی جدید تحقیق اور مجدد بننے کے شوق وتمنا میں سیرت نگاری اور تاریخ نویسی کے عام فہم اور سلیس طریقہ تحریر کو۔ جو آغاز فن سے لے کر اس وقت تک تمام علمائے متقدین ومتاخرین کا نظریہ قرار پا چکا ہے۔ فلسفہ تاریخ کی جدید اور یوروپین طریقہ تالیف کی تقلید کی موجودہ صورت ہیئت میں بدل دیا گیا ہے اور نہ علم قدامت کے انکشافات جدیدہ کے ہر ممکن وناممکن قیاسات کی بنا پر واقعات تاریخی کی اتنی چھان بین اور ان کی اتنی ہندی کی چندی کی گئی ہے کہ ثبوت استدلال کے طومار وانبار میں اصل مطلب مفقود اور لاوجود ہو جائے اور جس سے حقیقت واقعہ اور اصلی صورت حال تو غائب ہو جائے اور مصنف کا صرف خارجی اور سطحی استدلال رہ جائے۔

اس مسلک اور طریقہ تالیف کے خلاف اسوۃ الرسول میں ہر مسئلہ ہر واقعہ کی اصل حقیقت کے انکشاف کر دیئے جانے کو فرض اول قرار دیا گیا ہے اور ان کی تفصیل وبیان میں اسی قدر وسعت دی گئی ہے جس قدر سہولت اور عالم قبولیت کے لحاظ واعتبار سے ضروری تھے مختلف فیہ مسائل میں کثرت رائے کو ترجیح دی گئی ہے اور وہی واقعات درج کئے گئے ہیں جو مقبولیت اور معقولیت دونوں حیثیت رکھتے ہیں۔ نقل روایات میں صغاف واعاد سے کہیں بھی کام نہیں لیا گیا۔ اگرچہ شبلی صاحب نے ان کی قابل الاستناد ہونے کا بھی عام فتوی دے دیا ہے۔ (دیباچہ سیرۃ النبی ص 61 و 71)

واقعات کی ترتیب باعتبار سنین کی گئی ہے اور ہر سال کے سلسلہ واقعات میں تقدیم وتاخیر وقوع کی ترتیب قائم رکھی گئی ہے ایسے واقعات جن کے ایام وقوع کی تعین میں اختلاف ہے کثرت اقوال پر اعتبار کیا گیا ہے ایسے واقعات جن کی تفصیل ضروری نہیں سال وقوع کے آخر میں تذکرہ لکھ دیئے گئے ہیں۔

مرقومہ بالا ترتیب وتدوین کے مطابق اسوۃ الرسول تین جداگانہ حصوں (جلدوں) میں مرتب اور مدون کی جا رہی ہے۔

صنف تالیف اور شغف تصنیف میں تحقیق وترتیب کے بعد بہت بڑا اہم اور ضروری امر نقل اسناد ہے ہر واقعہ کے شہود وثبوت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں اسناد کی اصلی عبارت کو بلفظ لکھ دیا گیا ہے۔متقدمین صرف مصنف اور تصنیف کے نام کے حوالہ کو کافی سمجھتے تھے لیکن زمانہ حال کے محققین نے اس طریقہ اختصار کو اطمینان واعتبار کیلئے کافی نہ سمجھا۔مزید اطمینان اور خاطر خواہ تشفی کیلئے اسناد کی پوری عبارت ،تصنیف ،صاحب تصنیف کا نام شمار جلد نشان صفحہ وسطر تک کے اندراج کو ضروری سمجھا ہے۔یہ طریقہ چونکہ نہایت مستحسن اور مستحکم تھا اس بنا پر فی زمانا علم تصنیفات وتالیفات میں یہی دستور قائم رکھا گیا ہے۔نہایت احتیاط سے اسناد کی اصلی عبارتیں کتابوں اوران کے صفحات سطور واور مجلدات وغیرہ کے صحیح حوالے قلمبند کئے گئے ہیں عربی اور فارسی ماخذوں کی اصلی عبارت اوران کا ترجمہ درج کر دیا گیا ہے۔انگریزی حوالہ جات میں چونکہ بغیر ٹائپ کے اصلی عبارت کی نقل دشوار تھی۔اس لئے ان کے صرف ترجمہ پر اکتفا کی گئی لیکن اصلی کتاب کے تمام حوالے درج کر دیئے گئے ہیں۔حوالہ جات بعد ختم واقعات فوراً لکھ دیئے گئے ہیں اور عبارت زیرین حاشیہ وغیرہ کو ملاحظہ کی دوربارہ زحمت نہیں دی گئی ہے۔

المولف الاحقر

خان بہادر

سید اولاد حیدر بلگرامی

کواتھ ضلع آرہ شریف العمارت عیدالفطر 1342ھ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَاھْدِنِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ۔ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَاٰلِہِ الْكَرِیْمِ

تمت بالخیر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
تربیت حضرت علی مرتضیٰؑ	23
قبل نبوت تجارت کی غرض سے بیرونی سفر	25
مراسم شرک سے اجتناب	28
موحدین سے ملاقات	38
احباب خاص	40
اسباب رسالت	49
مذہب یہود کی زوال پذیر حالت	51
عیسائیت کی خرابی	53
فرقۂ زردشتی	53
پولوس نے خالص عیسائیت کو خارجی عقائد سے آلودہ کر دیا	53
وجود عیسیٰؑ کے متعلق عیسائیوں کے مختلف عقائد اور مختلف فرقے	54
پہلی صدی میں عیسائیت کا حال	55
دوسری صدی میں عیسائیت کا حال	56
فرقہ مارکونائٹ	56
فرقہ والینٹین	57
فرقہ افائیٹس	57
فرقہ پیراکوس	57
فرقہ مانیٹوس	57
فرقہ مانویہ	58
چوتھی صدی میں عیسائیت کا حال فرقہ ایرین کا ظہور	60
مختلف مذہبی کونسلیں	61
چھٹی صدی کے حالات اور فرقہ مینوفیسائیٹ	61
ساتویں صدی کے حالات اور فرقہ مانوتھیالیٹس کی ابتدا	62
عیسائیت کے حیوانی مظالم	62
قتل ہسپتیا	63
عیسائیت کے مظالم اور عالمگیر بدکاریاں	63
شاہ مارقیوس کا خونِ ناحق	64
ممالک یورپ میں عیسائیوں کی دینی اور دنیاوی بدنظمی	67
قبل بعثت عرب کے خاص حالات	67
عرب میں بت پرستی کیسے آئی	68
عرب کے بتوں کے نام	69
۱۔ہبل	69
۲۔وُدّ	69
۳۔سواع	69
۴۔یغوث	69
۵۔یعقوق	69
۶۔نسر	69
۷۔عُزیٰ	70
۸۔لات	70
۹۔منات	70
۱۰۔دوآر	70

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عنوان	صفحہ نمبر
۱۱۔اوصاف	70
۱۲۔نائلہ	70
۱۳۔نھیک	70
۱۴۔مطعم	71
۱۵۔ذات الانواط	71
۱۶۔ذوالکفین	71
۱۷۔عبعب	71
عرب کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیاں	72
عرب کے الہامی مذہب، مذہب صابئی	74
مذہب ابراہیمی	74
مذہب یہود	76
مذہب عیسوی	76
خاص عرب میں مبعوث برسالت ہونے کی مخصوص ضرورت	79
شبلی صاحب کا خاندان	81
رسولؐ پر غلط الزام	81
واقعات مناقض شان رسالت	84
نزول وحی اور حصول رسالت	87
نزول قراء	92
شبلی صاحب کا غلط فہمی کی اصلاح	95
تبلیغ رسالت	100
نبوت کا پہلا سال	100
حضرت علی مرتضیٰؓ کی سبقت فی الاسلام	103
حضرت عمار ابن یاسرؓ اور ان کے قبیلہ کا اسلام لانا	111
طفیل ابن عمر دوسی کا اسلام لانا	112
ضماد بن ثعلبہ ازدی کا اسلام لانا	113
خالد بن سعید بن العاص کا اسلام لانا	113
تین برس تک تبلیغ کا مخفی انتظام	114
وجوب نماز	115
پہلے غربائے امن نے دعوت اسلام قبول کی	116
ابتدا میں اظہار اسلام کی مضرت	118
نبوت کا چوتھا سال دعوت قریش	123
دعوت قریش اور عیسائی مولفین کی تحقیق	134
مسٹر گبن ایم، بی	135
نبوت کا پانچواں سال	136
کفار قریش کے اسباب مخالفت	136
پہلا سبب	137
دوسرا سبب	137
تیسرا سبب	138
چوتھا سبب	138
پانچواں سبب	139
مدت تک قریش کے تحمل کے اسباب	140
ظالمین قریش اور مظلومین اسلام	141
خباب بن الارث	141
حضرت بلال	141
صہیب رومی	142
ابوفکیہ	142
حضرت عثمان بن عفان	142
مصعب بن عمیر	143
سعیدؓ بن زید	143

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عنوان	صفحہ نمبر
سعد بن وقاص	143
حضرت سمیہ	143
لبنیہ کی کنیز	143
زنیرہ	144
نہدیہ اور اُم عبیس	144
قریش اور آنحضرت صلعم کی مخالفت میں مشاورت	144
قریش کا پہلا وفد اور ابی طالبؑ کی خدمت میں آنحضرتؐ کی شکایت	145
نبوت کا چھٹا سال حضرت حمزہ کا اسلام لانا	146
کفار قریش اور رسول اللہ صلعم کی ایذا رسانیاں	148
کفار قریش اور آنحضرت صلعم کو تبلیغ اسلام سے باز رکھنے کی ترغیب وتحریض	149
ہجرت حبشہ، نبوت کا ساتواں سال	153
ملک حبش میں مہاجرین کا داخلہ	155
نجاشی کے دربار میں قریش کی اپیل اُس کی تردید میں حضرت جعفرؓ کی تقریر	156
حضرت عمر کا اسلام لانا نبوت کا ساتواں سال	158
حضرت عمر کے اسلام لانے کے متعلق دوسری روایت	162
حضرت ابی طالبؑ اور قریش کا آخری وفد	166
قریش اور آنحضرت صلعم سے بالمشافہ گفتگو	169
قریش اور بنی ہاشم سے ترک موالات کا تحریری معاہدہ	172
شعب ابی طالبؑ کی تین سالہ قید	175
سہ سالہ قید سخت سے رہائی	177
معراج	179
وجوب نماز پنج گانہ	185
حضرت ابی طالبؑ اور جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی وفات	186
بعد ابی طالبؑ رسول اللہؐ کے مصائب	193
سفر طائف اور رسول اللہؐ کی مصیبتیں	194
ایک عیسائی کا اقرار رسالت	196
سفر طائف اور زید بن حارثہ کی رفاقت	199
طائف سے مکہ میں واپس ہونے کے وقت دشواریاں	200
مختلف مواقع پر قبائل عرب میں اسلام کی تبلیغ	201
قبیلہ بنو حنیفہ	202
قبیلہ بنو ذہل بن شیبان	202
طائف سے واپسی پر رسول اللہؐ کی مصیبتیں	203
مصائب پر رسول اللہؐ کا صبر	205
مدینہ منورہ اور قبائل انصار	207
عقبہ اولیٰ میں انصار مدینہ کی بیعت	209
عقبہ ثانی کی بیعت	213
مصعب ابن عمیر کی تبلیغی خدمات	214
انصار اور رسول اللہؐ کو ہجرت مدینہ کی دعوت	217
سعد بن عبادہ پر قریش کے مظالم	220
صحابہ کو ہجرت مدینہ کی اجازت	223
صہیب رومی پر ظالم	223
حضرت اُم سلمہ پر مظالم	224

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عنوان	صفحہ نمبر
ہشام بن عاص اور عیاش پر مظالم	224
ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات	225
سراقہ کا قصہ	227
بخاری کی مرویات ہجرت کی حقیقت کا انکشاف	228
حضرت ابوبکر کے گھر آ کر ہجرت کے متعلق مشاورت اور انتظام	230
اسی روایت کا دوسرا طریقہ اسناد	236
خلاف واقع ہے	237
اونٹوں کا ہدیہ پیش کرنا	237
فرش رسولؐ پر علیؑ کا استقلال	243
غار میں حضرت ابوبکر کی گریہ وزاری	244
حضرت ابوبکر اور رسول اللہؐ کی خدمت	245
واقعہ خیمہ ام معبد	246
سراقہ بن خشعم کا قصہ	249
عامر بن فہیرہ کی حقیقت حال	250
سفر مدینہ کی منزلیں	251
مدینہ میں نزول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	251
قبا میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	251
قبا میں حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ورود	253
مدینہ میں داخلہ	256
حضرت ابوایوب انصاری کے گھر میں قیام	258
مسجد نبوی کی تعمیر	259
حضرت عمار بن یاسرؓ کی اعلیٰ خدمات	259
ازواج مطہرات کیلئے مکانات کی تعمیر	264
ایجاد اذان	265
مہاجرین وانصار کے درمیان صیغہ اُخوت	271
مہاجرین وانصار کا باہمی سلوک	275
اصحاب صفہ	277
یہودان مدینہ	278
اسلام سے یہود کا تنفر	279
مسلمانوں سے عیسائیوں کی نفرت	279
راس المنافقین عبداللہ ابن ابی سلول	281
1 ہجری کے متفرق واقعات	282
دو رئیسان انصار کلثو بن ہدم اور اسعد بن زراہ کی وفات	282
2 ہجری	283
تحویل قبلہ شعبان 2ھ	283
سلسلہ غزوات	287
یہود ونصاریٰ کے حکم وعمل فی الجہاد کی مثالیں	291
غزوۂ ودان یا غزوہ ابوا	293
غزوہ ابوط	294
اسی مقام میں حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو شہادت کی خبر دی	294
قریش کی مکارانہ سازشیں	295
عبداللہ بن ابی سلول	296
یہودیوں سے قریش کی خفیہ سازش	298
مسلمانوں کو دھمکی	298
حملات قریش خطر اور معاہد قوموں کی مخالفت	298
کرز بن جابر الفہری کا مدینہ پر حملہ	299

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عنوان	صفحہ نمبر
مدینہ مخالفت قریش کے خوف اور اندیشے	300
ابوجہل کی قیامت کی چال عبداللہ بن جحش کا بیجا استعمال عمر بن عبداللہ خضرمی کا قتل	301
جنگ بدر کا مدعا حملہ قریش کی مدافعت تھی نہ کاروان تجارت کی غارت	303
جنگ بدر کے اصلی اسباب	308
غزوہ بدر	312
17۔رمضان المبارک جمعہ 2 ہجری	312
غزوہ بدر	312
کفار قریش اور بدر کا سامان جنگ	313
سعد بن عبادہ رئیس خزرج کی تقریر	315
میدان بدر کی طرف روانگی	318
موقع بدر	318
لشکر اسلام میں سامان جنگ	319
خباب بن منذر کی مفید مشاورت	320
سقایان قریش کی گرفتاری	321
کفار قریش کی بدنیتی کا نتیجہ	323
میدان میں لشکر اسلام کی صف بندی	323
میدان جنگ میں عریشہ رسولؐ کی تیاری	326
مجروح عبیدہ اور شوق شہادت	329
دو اسلامی تیراندازوں کا قتل	331
ابوحذیفہ کی عقید تمندانہ غلط فہمی اور اس پر خجالت و شرمندگی	333
امیہ بن حلف کا قتل	337
ابوجہل کا قتل	337

عنوان	صفحہ نمبر
شہیدان بدرؓ کی دلیرانہ جان نثاریاں	343
مجح شہید اول	344
حارثہ بن سراقہ کی شہادت	344
عمر بن الحمام کی شہادت	345
عوف بن حارث انصاری کی دلیرانہ شہادت	346
عمیر ابن ابی وقاص کمسن مجاہد کی دلیرانہ شہادت	346
سعد بن خثیمہ مبشر بن منذر کی شہادت	346
جنگ بدر کے اصلی ہیرو حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں	347
مقتولین بدر کا دفن	347
اسیران بدر کے ساتھ رحمانہ سلوک	349
رزمگاہ بدر سے مراجعت اور مدینہ منورہ میں داخلہ	351
تائید غیبی کے چشم دید واقعات	352
حضرت عباس کا قبول اسلام	354
ادائے فدیہ کا ایک دردانگیز واقعہ۔ابوالعاص کا اسلام	355
جواز فدیہ کی معرکۃ الآرا بحث والجواب	355
جواب یہ ہے	361
الجواب	361
جواب یہ ہے	362
بدر میں کفار کی شکست اور مسلمانوں کی کامل فتح کے وجود و اسباب	363
فتح بدر کے خوشگوار نتائج	369
	372

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عنوان	صفحہ نمبر
فتح بدر کے ناگوار نتائج	373
مکہ میں مقتولین بدر کا گھر گھر ماتم	373
بدر کے خاتمہ کے ساتھ ابولہب کا خاتمہ	374
عمیر بن وہب اور قتل رسولؐ کا اقرار	375
غزوۃ ال کدریا غزوہ ال سویق (ذی قعدہ 2 ہجری)	377
تزویج جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا	378
شبلی صاحب کے سلسلہ بیان میں بے ترتیبی	382
غزوہ بنی قینقاع (شوال 2 ہجری)	384
یہودیوں کے مخرب اخلاق اور ظالمانہ عادات واطوار	384
یہودیوں کی مخالفت اسلام	388
بنی قینقاع کی خصومتیں	389
بنی قینقاع کے خاص حالات	390
کعب کی مخالف اسلام	392
شبلی صاحب کا اختصار	398
غزوہ احد (7 شوال بروز جمعرات، 3 ہجری)	402
ابوسفیان کا سرمایہ جنگ	404
کافرہ عورتوں کا بینڈ	404
مدینہ میں قریش کی جنگ تیاریوں کی خبر	405
مقابلہ کی تجویز اور صحابہ سے مشاورت	405
لشکر اسلام اور اس کا جائز	407
ترتیب فوج اور حفاظت لشکر	407
عبداللہ بن ابی سلول کی لشکر اسلام سے علیحدگی	408
ترتیب لشکر اسلامی	409
مبارزان اسلام کی شجاعت اور علمدار ان	
قریش کا خاتمہ	410
تیراندازان اسلام کی لاعلان غلطی	413
حضرت حمزہؓ کی شہادت	414
ہند جگرخوارہ کے مظالم	414
فوج اسلام کی گریز پائی اور رسول اللہؐ کا مجروح ہونا	415
مفرورین کی واپسی	421
مبارزین اسلام اور قائمین فی الجہاد کی حسن خدمات	424
مصعب ابن عمیر کی محاسن حسنات	426
حنظلہ بن ابوعامرؓ کی محاسن خدمات	426
سعد بن الربیع انصاریؓ کی محاسن خدمات	426
عمارہ ابن زیادؓ کی جان نثاری	428
سہل ابن حنیف انصاریؓ کی محاسن وفات	428
جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی محاسن خدمات	429
زکوان کی استمداد واعانت	433
نضر ابن انس انصاری کی جان نثاری	434
پانچ انصار کی بیکبار جان نثاری	343
خواتین اسلام کی مردانہ ہمت ورفاقت	435
ام عمارہ صحابیہ کے محاسن خدمات	435
دوسری خاتون انصاریہ کی جگرداری	435
سعد بن معاذ کی ماں اور عقیدت	436
جراحت رسولؐ سے لے کر خاتمہ جنگ کے حالات	436

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عنوان	صفحہ نمبر
مسلمانوں میں قیامت کی ہلچل	437
میدان جنگ سے قریش کی واپسی	439
شہدائے احد کی تدفین حضرت حمزہؓ کی لاش	439
مدینہ میں داخلہ شہدا کا تم	441
جنگ احد پر رائے	442
غزوہ حمراء الاسد	444
ابوعزہ شاعر کا قتل	445
معاویہ ابن مغیرہ کا قتل	445
واقعات متفرقہ 3 ہجری	446
آغاز 4 ہجری (سریہ ابوسلمہ محرم 4 ہجری)	446
سریہ ابن انیس	447
واقعہ ذات الرجیع 23 محرم 4ھ	447
زید ابن الدثنہ کا عبرت ناک قتل	453
واقعہ بیر معونہ۔ صفر 4 ہجری	453
غزوہ بنی نضیر (ربیع الاولیٰ 4 ہجری)	455
بنی نضیر کا محاصرہ	456
بنونضیر اور شبخون کا ارادہ	459
یہود کی مدینہ سے شاندار جلاوطنی	460
انصار کا مہاجرین کے ساتھ بے مثال ایثار	461
تفصیل تقسیم	464
حضرت فاطمہ بنت اسد کی رحلت	465
5 سنہ ہجری (ذات الرقاع)	466
غزوہ دومتہ الجندل ربیع الاول 5 ہجری	467
غزوہ بنی المصطلق یا غزوہ بنی مریسیع 2 شعبان 5 ہجری	467

عنوان	صفحہ نمبر
شبلی صاحب سے خاص غرض	468
عبداللہ بن ابی کی فتنہ انگیزی	469
حضرت عمر کی اس مورت پر عبداللہ بن ابی کے بیٹے کی ناراضی	469
حضرت جویریہ کا قصہ	470
حضرت عائشہ پر غلط اتہام یا قصہ افک	471
غزوہ خندق یا جنگ احزاب (23 ذی قعدہ سن 5 ہجری)	472
بنوقریظہ سے شکایت	473
خندق کھودنے کی تجویز اور حضرت سلمان کے محاسن خدمات	474
منافقین کی علیحدگی	476
جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اور رسول اللہؐ کی خدمت	477
مقابلہ قریش کا انتظام	477
ایام محاصرہ میں رسول اللہؐ کی ذات تکلیفیں	478
عباد بن بشر کی خدمات	478
انصار کا کمال استقلال	479
حضرت صفیہ کی مردانہ وار جرأت و دلیری	479
محاصرہ میں یہود کی شرار	480
باہمی مقابلہ اور عمر بن عبدود کی آمد فوج اسلام پر اس کا رغب وسطوت	480
حضرت علیؑ کی بینظیر مبادرت اور عمر بن عبدود سے مبازرت	482
خدمت رسولؐ سے حضرت علیؑ کی رخصت	483

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت علیؑ سے عمر بن عبدود سے مقابلہ کے وقت مکالمہ	484
عمر بن عبدود کا قتل	485
ذوالقرنین حضرت علیؑ کا لقب ہوا	485
حضرت عمر اور بھائی سے مقابلہ	486
نوفل کا قتل	486
نوفل کی قیمت لاش لینے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار	487
زبان رسول اللہؐ سے مبارزت علیؑ کی اہمیت	487
زبان خدا سے مبارزت علیؑ کی مدح	488
میدان جنگ سے ذش کا فرار	489
قریش کے جلد فرار کے اسباب	490
بنی قریظہ نے قریش کا ساتھ چھوڑ دیا	491
فرار کفار کی دوسری وجہ	491
حذیفہ بن یمان کی محاسن خدمات	492
غزوہ بنی قریظہ (24 ذی الحج سن 5 ہجری)	493
جناب علیؑ اور یہود کی سخت کلامی	494
سعد بن معاذ کی تحکیم	496
یہود کی ایک دلیر عورت	497
اس فیصلہ کے عادلانہ ہونے کی نسبت یہودیوں کی تصدیق	498
سزائے قریظہ اصول قصاص کے مطابق تھی	499
ریحانہ کا غلط واقعہ	500
حضرت زینب سے نکاح	504
حضرت زید ابن حارثہ	505
واقعات متفرقہ	509
صلح حدیبیہ (ذیقعدہ 6 ہجری)	511
سفر حدیبیہ بالکل دوستانہ تھا	513
شبلی صاحب اس میں اتنا اور اضافہ فرماتے ہیں	514
مقام حدیبیہ میں نزول رسالت اور صحابہ سے مشاورت	514
بدیل بن ورقا۔ رئیس خزاعہ کی معرفت قریش کے پاس پیغام صلح	515
بارگاہِ رسالتؐ میں عروہ۔ سفیر قریش کی گفتگو	516
عروہ۔ سفیر قریش کی واپسی اور قریش سے گفتگو	517
عروہ کی تقریر کا جلیس رئیس قبیلہ حبشہ پر اثر اور اس کی دربار رسالت میں سفارت	518
جلیس کی واپسی اور قریش پر اس کی تقریر کا اثر	518
قریش کے پاس اسلام کا بارودیگر پیام صلح	519
کفر و اسلام کے اخلاق کی بے نظیر مثال	520
قریش کے پاس تیسری بار پیام صلح حضرت عمر کے اغماض پر حضرت عثمان کا ارسال	520
حضرت عثمان اور قریش سے گفتگو	521
بیعت رضوان	522
بارگاہِ رسالت میں سہیل بن عمر سفیر قریش کی آمد اور گفتگوئے صلح	523
قریش کے پیش کردہ شرائط صلح اور آنحضرت صلعم کی منظوری	524
حضرت عمر اور صلح حدیبیہ سے مخالفت	524
جناب رسولخداؐ اور ابوجندل کو صبر و تحمل کی ہدایت	528

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت عمر کی مخالفت رائے کا اثر حکم رسولؐ سے صحابہ کی سرتابی	528
حضرت عمر سے عتاب آمیز خطاب	529
نزول آیہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا شبلی صاحب رقمطراز ہیں	530
عورتیں شرائط معاہدہ سے مستثنیٰ فرمائی گئیں	532
صلح حدیبیہ کے مفیدانہ اور فاتحانہ نتائج	533
ابوجندل کی تبلیغ دین اور مخلصی	533
عتبہ ابن اسید کا واقعہ	534
مسلم مقیدین قریش اور محصورین مکہ کی رہائی	534
ابوبصیر کی آخری سرگزشت	534
سلاطین ملک اور رئیسان کے نام تبلیغ اسلام کے خطوط	537
دعوت اسلام کا خط قیصر روم کے نام	538
قیصر کے دربار میں نامہ مقدس	539
آنحضرتؐ کی گرفتاری کا حکم اور اس کا نتیجہ	541
عمر ابن امیۃ الضمیری اور نجاشی شاہ حبشہ کے نام نامہ مقدس	544
نجاشی کا اسلام اور بارگاہِ رسالت میں اس کا عقیدت نامہ	545
ام المومنین حضرت ام حبیبہ سے عقد	546
سردار قبائل کے نام خطوط حکم بحرین کے نام نامہ مبارک	546
منذر کی عرضی کا جواب	546
رئیس یمامہ کے نام خط	547
سردار قبیلہ غسان کے نام خط	550
آغاز سال سنہ ہجری (غزوہ خیبر ۷ ہجری)	551
یہود کی غداری	552
قبائل گردوپیش کے ساتھ یہود کی سازش	552
منافقین کی فتنہ انگیز تحریر	553
بنی غطفان سے سازش	553
بنوفرازہ کے پاس آنحضرتؐ کا پیام صلح	553
ذی قردہ۔ محرم ۷ ہجری	554
غزوہ خیبر جنگ دفاعی تھی	555
خیبر کی طرف روانگی	558
منزل صہبا سے کوچ	559
بارگاہ رسالت میں غنیم کا جاسوس	560
میدان جنگ کی تبدیلی حباب ابن مندر کا سفید مشورہ	560
رایت خیبر میں حضرت عائشہ کی چادر کا پھریرا	562
خیبر میں داخلہ	568
خیبر کے قلعوں کی تفصیل	568
مقابلہ ومقاتلہ پر یہودی کی تیاری اور اسلام کی احتیاط	569
چند عورتیں بھی اس غزوہ میں خدمت مجاہدین کرتی تھیں	569
احکام وآداب لشکر	569
قلعہ ناعم (سالم) کا محاصرہ محمود بن مسلمہ کی شہادت	570
قلعہ نطاۃ کی فتح	570

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عنوان	صفحہ نمبر
یہودی گلہ بان کا قبول ایمان	571
قلعہ شق کی فتح	572
قلع صب کی فتح	572
ایک صحابی کی شرابخواری	571
شبلی صاحب کی خدمت میں گذارش	573
علمبرداران خیبر کی گریز کا انکشاف	574
محبت علی کی حقیقت اس کی تاکید شدید	581
حضرت علیؑ اور خیبر کی عطا	582
علیؑ کی آنکھوں کا علاج اور اس کی معجزانہ تاثیر	584
مرحب سے مقابلہ	587
عنتر کا قتل	589
مرحب کا قتل	589
قوت روحانی اور بطاقت انسانی کی آزمائش	591
درخیبر کا اکھاڑنا غلط ہے	592
غلط بتانا ہی غلط ہے	592
مرحب کے بعد رئیساں یہود سے مقابلہ ومقالمہ	598
درگاہ رسالت سے فتح خیبر کے صامین میں حضرت علیؑ کو بشارت	598
شہدائے خیبر اور اُن کی جنگ خدمتیں	599
محمود بن مسلمہ کی شہادت	600
عامر بن الاکوع کی شہادت	600
تمام مقتولین درجہ شہادت پر فائز نہیں ہوں گے	601
اراضیات مفتوحہ خیبر کا بندوبست	602
حضرت صفیہ کا قصہ	602
زینب یہودیہ کا آنحضرت صلعم کو زہر دینا آپ کا عوف جرم فرمانا	605
زینب کا قتل	605
عبداللہ بن سہیل کا بے رحمانہ قتل اور رسولؐ کا عفو	606
خرانہ بتلانے کے جرم کو کنانہ کے قتل کا باعث ٹھہرانا بالکل غلط ہے	606
حضرت جعفر کا مہاجرین حبشہ کے ساتھ خیبر میں حاضر ہونا	608
وفد اشعریین خیبر میں	610
تقسیم خمس خیبر میں بنی ہاشم کی ترجیح وواقعہ سنہ ہجری	610
تقسیم غنیمت خیبر	611
خیبر میں بعض احکام فقیہ کا نزول	614
جنگ خیبر بالکل دفاعی تھی	615

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُسوۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد دوم

تربیت حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام

تا

جنگ خیبر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تربیت حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام

جیسا کہ پہلی جلد میں بیان ہو چکا ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر سے پہلے جنابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر بس چکا تھا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پینتیس برس کے ہو چکے تھے۔ مولانا شبلی صاحب نے اس زمانہ میں آپ کے صرف مشاغل تجارت کا ذکر کیا ہے اور آپ کے کسی اور خاندانی تعلقات اور ذاتی واقعات پر جن سے آپ کے محاسن اخلاق اور صلہ رحم کی رعایت ثابت ہوتی ہے کوئی توجہ نہیں فرمائی ہے۔ حالانکہ ذرا سی زحمت گوارا فرمانے کے بعد یہ واقعات سیرت و تاریخ کی چھوٹی بڑی کتابوں میں موجود ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ نے مدعائے تالیفی سے زائد سمجھ کر قلم زد فرما دیا ہو۔ یا اس کے مخفی رکھے جانے میں آپ کی کوئی غرض خاص حائل ہو گئی ہو۔

بہر حال اسی زمانہ میں حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام کی تربیت و پرورش، تعلیم و پرداخت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ذمہ لی اور اُسی وقت سے شہر علوم ظاہری و باطنی کے دروازے اس کمسن صاحبزادے پر کھلنے لگے۔ حضرت علی علیہ السّلام کا سن مبارک اس وقت دس برس کا محقق ہوتا ہے۔ ہشام، طبری اور ابن سعد نے صورت واقعہ یوں لکھی ہے:

و کان ابو طالب ذاعیال کثیر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للعباس عمہ کان من الیسر بنی ھاشم یاعباس ان اخاک اباطالب کثیر العیال و قد اصاب الناس ماتری من ھذہ الازمۃ فانطلق بنا فلنخفف عنہ من عیالہ اخذ من بنیہ و جلاد تا خذ من بنیہ رجلا فنکفھما عنہ قال العباس نعم فانطلقا حتے ایتا اباطالب فقال انا نرید ان نخفف عنک من عیالک حتے ینکشف عن الناس ماھم فیہ فقال لھما اباطالب اذا ترکت مالی عقیلا فاصنعا ماشئتما فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیاً فضمہ الیہ واخذ العباس جعفر افضمہ الیہ فلم یزل علی ابن ابی طالب مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتیٰ یفشہ اللہ بنبیا فاتبعہ علیٰ فائن بہ وصدقہ و لم یزل جعفر عند العباس حتی اسلم و استغنی عنہ طبری ص 1641

حضرت ابیطالب علیہ السّلام کثیر العیال تھے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس سے جو اُس وقت تمام قبیلہ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ فارغ البال اور خوش حال تھے ارشاد فرمایا کہ آپ دیکھتے ہیں آپ کے بھائی کثیر العیال ہیں ابو طالبؑ) اور اس وجہ سے تنگ حال۔ ہم لوگوں کے لیے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مناسب ہے کہ اُن کی عیالداری کے بار کو ہلکا کر دیں۔اس طرح سے کہ اُن کے بیٹوں میں سے ایک ایک بیٹے کو ہم آپ اپنے اپنے ذمہ لے لیں۔حضرت عباس نے اس مشاورت کو قبول فرمایا۔یہ دونوں حضرات حضرت ابیطالبؑ کے پاس تشریف لائے اور اپنی مشاورت سے اُن کو مطلع فرمایا۔ یہ سن کر ابوطالب علیہ السّلام نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو باقی دو بچوں کے لیے جو آپ دونوں صاحب چاہیں انتظام کر لیں۔ یہ سن کر جناب رسول خدا صلعم نے علیؑ مرتضیٰؑ کو لے کر اپنے عیال میں ملا لیا اور پھر اُس وقت تک کہ جناب رسول خدا صلعم درجہ نبوت پر فائز نہ ہوئے اور علیؑ نے آپ کی تصدیق نہ فرمالی اور آپ پر ایمان نہ لائے آپ سے علیحدہ نہ ہوئے۔اسی طرح عباس نے جعفر کو لے کر اپنے عیال میں شامل کر لیا۔ اور جعفر بھی اُس وقت تک کہ آنحضرت پر ایمان نہ لائے اور اپنی معیشت کے کار خود نہ کر سکے حضرت ان سے جدا نہ ہوئے۔

اس واقعہ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن قلبی تعلقات اور دلی جذبات کو پورے طور سے ثابت کر دیا جو آپ کو اپنے خاندان کے ساتھ عموماً اور حضرت ابیطالب علیہ السّلام کے ساتھ خصوصاً ہمیشہ دل سے لگے رہتے تھے۔ یہ رعایت صلۂ رحم کے تعلیمی مقدمات تھے۔ابوطالب علیہ السّلام کے ساتھ خصوصیت تو صرف اسی سے ظاہر ہے کہ بجائے اس کے کہ پہلے عباس کو اپنے بھائی کی غربت اور عسرت اور خرچ عیالداری کی کثرت کا فطرتاً خیال ہونا چاہیے تھا مگر اس کے خلاف جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ضرورت کو محسوس فرمایا اور اپنے عم محترم کیلئے رفع تکلیف کا انتظام فرمایا۔

اس کا سبب بالکل صاف ہے اور باعث بالکل ظاہر۔اور وہ یہ ہے کہ اخلاق الٰہی کا وہ پیکر مجسم اور حقیقی رحمت عالم۔ پانچ برس کے سن سے لے کر پچیس برس کے سن تک حضرت ابی طالب علیہ السّلام کے اشفاق و احسان کے مختلف طریقوں اور ذریعوں کو مشاہدہ فرما چکا تھا اور والو الدین احسانا کے بتلائے ہوئے اصول اخلاق کے بموجب ان محاسن سلوک سے سبکدوش و سبکبار ہونے کے مناسب اور مستحسن طریقے پر اور مواقع ہمیشہ زیر نظر رکھا کرتا تھا۔صرف مناسبت وقت اور مصلحت کا انتظار تھا۔ چونکہ موجودہ زمانہ مناسبت اور مصلحت دونوں اعتبار موزوں تھا اس لیے اُن رعایات کی اداکاری کا یہ مستحسن طریقہ اختیار فرمایا گیا اور غالباً اس صلہ رحم نبویہ کی ادا کا یہ پہلا موقع ہے۔انتخاب والحاق جناب علی مرتضیٰ علیہ السّلام کی تو یہ ظاہری صورت قائم ہوتی ہے۔لیکن حقیقت پر کامل نظر رکھنے والے تو صاف صاف بتلا دیں گے کہ خدا نے جس طرح تمام قریش اور تمام بنی ہاشم میں جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منتخب فرمالیا تھا اُسی طرح اُس کے رسولؐ نے حکم خدا سے تمام بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب میں حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السّلام کو چن لیا۔اور وہ اپنے اس دعوے کو کہ انفسنا کی نص صریح اور انا و علی من نور واحد (جمع الفوائد، مناقب المعازلی۔فردوس الاخبار ویلمی بنابیع المودۃ قندوریص 9 مطبوعہ بمبئی) سے مستنبط اور مستخرج بتلائیں گے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

افسوس ہے کہ مولانا شبلی صاحب نے اس واقعہ کو جو ابن ہشام، طبری اور زرقانی وغیرہ تمام کتابوں میں درج ہے۔ بالکل قلمزد نہیں فرمایا ہے۔ آپ کے اس تجاہل عارفانہ کی وجہ مجبوری کو ہم آپ سے زیادہ جانتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے مولوی صاحب کو اس کی اصلیت کا اقرار کرنا پڑا اور اسی سے ایک حقیقت شناس پر اس واقعہ کی حقیقت اور صداقت ظاہر ہوگئی۔ چنانچہ سیرۃ النبی جلد ص 150 میں سابق الاسلام حضرات کے تذکرہ میں تحریر فرمایا گیا ہے کہ حضرت علیؑ تھے۔ جو آپ کی آغوش تربیت میں پلے تھے۔ اگرچہ استخفاف ہی کے کہ انداز میں یہ مبہم الفاظ لکھے گئے ہیں۔ مگر ہم آپ کے اس اختصار کے بھی منت گزار ہیں۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ مولوی شبلی صاحب کی تحریر کا یہ خاص انداز ہے کہ ایک مقام پر جس شے سے انکار ہوتا ہے۔ دوسرے مقام پر اُس کا اظہار و اقرار بھی کر دیا جاتا ہے۔ آپ کا یہ تلون بھی ایک خاص لطف رکھتا ہے۔

قبل نبوت تجارت کی غرض سے بیرونی سفر

سیرۃ النبی ص 138 جلد اول میں مرقوم ہے۔

مؤرخین یورپ نے جو علوم غیبی کے منکر ہیں اور ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ کے تمام معارف و معلومات سیر و سفر سے ماخوذ ہیں۔ قیاسات کے ذریعہ سے اس دائرے کو اور وسعت دی ہے۔ ایک مؤرخ (مارگیولوس) اپنی تاریخ کے صفحہ 70 میں لکھتا ہے کہ آپ نے بحری سفر بھی کیا تھا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہازوں کی رفتار اور طوفان کی کیفیت کی ایسی صحیح تصویر ہے جس سے (نعوذ باللہ) ذاتی تجربہ کی بو آتی ہے۔ مؤرخ مذکور کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپ مصر بھی تشریف لے گئے۔ اور ڈیڈ سی (بحرمیت) کا بھی معائنہ کیا تھا، لیکن تاریخی دفتر ان سے خالی ہیں۔

سیرۃ النبی کے جامع مولانا سید سلیمان ندوی اپنے استاد کی مرقومہ بالا عبارت پر حاشیہ زیر صفحہ میں یہ نوٹ دیتے ہیں۔

یورپین مؤرخین جن کی بنیاد صرف قیاس و رائے پر ہوتی ہے۔ اگر اس قسم کے واقعات بیان کریں تو کوئی تعجب نہیں۔ لیکن اگر بحرین تشریف لے جانے کی روایت صحیح ہے تو خلیج فارس آپ نے دیکھا ہوگا۔ بحرمیت کا مشاہدہ بھی ممکن ہے کیونکہ اس کا موقع عرب اور شام کے درمیان میں ہے جہاں سے کئی بار مال تجارت کے ساتھ گزرے ہوں گے۔ زیر حاشیہ ص 138 سیرۃ النبی

استاد و شاگرد کے اس اختلاف رائے کو دیکھ کر ہمیں سخت تعجب ہوتا ہے۔ مولانا شبلی صاحب مخالفین اسلام کے خوف اعتراض کی وجہ سے جو اُن کی خاص عادت ہے۔ قیاس و رائے کی نا اعتباری اور کتب تاریخ میں اُن واقعات کی عدم موجودگی کی بنا پر ان کی اصلیت سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن مولانا سلیمان ندوی واقعہ بحرین سے جس کو شبلی صاحب خود اوپر لکھ چکے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر بحری کے اُس خیال و قیاس کی تائید کرتے ہیں۔ جن کی بنا پر مخالفین اسلام کو اپنے قیاسی مفتریات اور فسادات کے طوفان اُٹھانے کا پورا موقع مل جاتا ہے۔ افسوس ہے مولانا سلیمان نے پہلے تو یورپین مصنفین کے قیاس پر عیب لگایا ہے۔ پھر واقعہ بحرین سے آنحضرت صلعم کے خلیج فارس کا معائنہ اور بحرمیت کے مشاہدات کا پتا بتایا ہے۔ یہ بھی تو سلیمان کا صرف قیاس ہی قیاس ہے کسی کتاب سے مستنبط تو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نہیں۔تو پھر عرض خدمت یہ ہے کہ اگر آپ کے استاد نے۔ان واقعات سے تاریخی دفتر خالی پا کر۔اس زائد از ضرورت بحث کو تمام کر دیا تھا تو کیا بُرا کیا تھا۔آپ اپنے خاص نظریہ پر نظر ڈالیے۔آپ اور آپ کے استاد دونوں قیاس کو معیوب ٹھراتے ہیں۔لیکن صرف مخالفین اسلام ہی کا قیاس بُرا اور قابل الزام ہے یا اہل اسلام کا بھی۔انصاف کا مقتضا تو یہ ہے اور اصول اخلاق کی تعلیم تو یہ ہے کہ عیب یا نقص کسی قسم کا ہو۔وہ تمام اقوام و مذاہب میں یکساں اور مساوی بُرا اور قابل اعتراض سمجھا جائے۔اس لیے یہ کبھی صحیح نہیں ہوسکتا کہ اسلامی مؤلفین کے قیاس و آرا صحیح ہوں اور مخالفین اسلام کے قیاس غلط۔قیاس و رائے کسی کی بھی ہو۔اگر صحیح ہے تو ضرور ماننے کے قابل ہوگی۔اور اگر غلط ہے تو چاہے کتنے ہی بڑے اسلامی یا غیر اسلامی عالم کی ہو۔کوئی بھی نہ مانے گا۔

اس اصول کے مطابق تحقیق کا متلاشی جب تلاش کرنے لگتا ہے تو قیاس و رائے کی اہمیت اور اتباع کو مخالفین اسلام سے زیادہ متبعین اسلام کے دائرے میں اور خصوصاً اُس کثیر التعداد طبقہ میں کثرت سے پاتا ہے جو امام اعظم حضرت ابوحنیفہ کوفی کی تقلید و اقتدا کا شرف حاصل کیے ہوئے ہیں۔افسوس ہے کہ حیائے ایمانی اور غیرت اسلامی مجھ کو اس سے زیادہ انکشاف حقیقت کی اجازت نہیں دیتی۔ اور میں اتنی ہی اشارت کو صاحبان بصیرت کے سمجھ لینے کے لیے کافی سمجھتا ہوں۔

مولانا شبلی صاحب نے مارگیولوس کی غلط فہمی کی تردید تو کر دی۔مگر صرف قیاس کی کمزور دلیل سے۔اس کمزوری کی وجہ وہی مخالفین کے اعتراض کا خوف ہے یہ بھی آپ کا کمزور قیاس ہے۔جو وہم کے یقینی درجہ تک پہنچا ہوا ہے۔ہم بار بار مخالفین اسلام کے ان مغویانہ تعریضات کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ جس سختی سے وہ مفسدانہ اعتراض کرتے ہیں اُسی شدت کے ساتھ معقولانہ جواب بھی اُن کو دینا چاہیے۔

اچھا وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر صلعم نے سفر بحری کیا۔اور اپنے اس نظریہ کو آپ کے اقرار کردہ سفر بحرین سے مستنبط بتلاتے ہیں اور مولانا سلیمان بھی اس بنا پر اُن کے اس قیاس کی تردید قطعی کو جو آپ نے قلمبند فرمائی ہے پسند نہیں کرتے بلکہ اُن کے اس قیاس نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔تو اُن کے (یورپین مؤرخین) اس قول کی تردید میں ہم صاف صاف اور کھلے الفاظ کے ساتھ لکھ دیں گے کہ بحرین تک آپ کا سفر کرنا اور راستہ میں خلیج فارس کے مناظر کا معائنہ فرمانا اور پھر اسی طرح بقول سلیمان بحرمیت کا جو عرب و شام کے درمیان میں واقع ہے۔ملاحظہ فرمانا بھی صحیح ہے اور تھوڑی دیر کے لیے یہ بھی مان لیا جائے کہ مارگیولوس کا وہ غلط قیاس جو اُس نے محض عالم فریبی کی غرض سے قائم کیا ہے اور آپ کا بحری سفر کرنا لکھا ہے وہ بھی درست ہے اور پھر اس سفر سے اُس کا یہ مراد لینا بھی کہ انہیں مشاہدات بحری کے خیالات و جذبات مختلف طریقوں سے قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں۔صحیح ہیں۔ان تمام فرض اعتراضات کے بعد بھی تو ان مغویانہ ترکیب و ترغیب سے مخالفین کا نہ دعویٰ ثابت ہوتا ہے اور نہ مدعا حاصل نہ خدا کے سچے رسولؐ (صلعم) کی تکذیب ہوتی ہے نہ اُس کی سچی کتاب کی تردید مخالفین کا یہ قیاس در قیاس اور یہ وہم بالائے وہم البتہ اُس وقت اعتبار کے قابل سمجھا جاتا۔جب (نعوذ باللہ) قرآن مجید کو بھی انجیل مقدس کی طرح پولوس، متی، شمعون اور یوحنا کی تالیفات بتلایا جاتا۔اُس وقت یہ کہا جا سکتا تھا کہ عبارت و الفاظ قرآنیہ ہیں۔اس کے مولف (نعوذ باللہ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تجارب تاجرانہ اور مشاہدات سفر وغیرہ کے اقتباسات داخل ہیں۔قرآن مجید کو ہم بخلاف انجیل کے۔انسانی تالیف و تصنیف نہیں سمجھتے۔بلکہ اُس کو لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً کلام الٰہی سمجھتے ہیں۔اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُس کی تمام وکمال عبارت میں بقدر ایک شوشہ کے بھی کلام انسانی کی مداخلت کو صحیح نہیں جانتے۔ ایسی حالت میں پھر ہم ان مفسدانہ قیاسات کو عام اس سے کہ وہ ہمارے کیسے ہیں صحیح ماخذ سے نہ مستنبط بتلائے جائیں۔ جب معارض شان قرآن ہوتے ہیں۔ تو کیسے صحیح مان سکتے ہیں۔

طرفہ تر تو یہ ہے کہ ہمارے ماخذوں پر بھی یہ جھوٹا الزام ہے اور ناحق ابہام۔ وہ صرف بحرین اور شام کے علاقوں میں بغرض تجارت آپ کا تشریف لے جانا بیان کرتے ہیں اور ان علاقوں سے آپ کی پوری واقفیت ثابت کرتے ہیں۔ نہ اُن میں آپ کے کسی سفر بحری کا نہ آپ کے کسی مشاہدہ کا کہیں کوئی ذکر ہے نہ مذکور۔ پھر ان ماخذوں سے ایسے مغویانہ اور مفسدانہ نتیجے نکالنا۔ یورپین مؤرخین کی صاف اور بالکل کھلی ہوئی عالم فریبی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمیں اپنے معترض کی حیثیت اور شخصیت پر بھی تو نظر رکھنا چاہیے۔ پہلے سمجھ لینا چاہیے کہ معترض کون ہے۔ ایک عیسائی ہے جس کی آسمانی کتاب نہ خدا کی بھیجی ہوئی اور نہ رسول کی پہنچائی ہوئی ثابت ہوتی ہے بلکہ اُس کے پیغمبرؑ کے وہ اقوال ہیں جو اُس کے چار مختلف صحابیوں کے لکھائے ہوئے ہیں۔ اور پھر وہ بھی آپس میں مختلف۔ اس لیے نہ وہ خدا کی کتاب کہلاتی ہے اور نہ اُس کے رسول خاص کے نام سے موسوم کی جاتی ہے بلکہ کہی جاتی ہے یہ متی کی کتاب، لوقا کی کتاب، پولوس کی کتاب وغیرہ وغیرہ اس بنا پر یہ بالکل یقینی ہے کہ ان کتب اربعہ میں جنہیں برائے نام انجیل مقدس کہا جاتا ہے انسانی خیالات وجذبات کا مجموعہ ہے۔ مارگیولوس کے نزدیک چونکہ اُس کی کتب مقدسہ کی عظمت واہمیت اتنی ہی ثابت ہوتی ہے اس لیے وہ قرآن مجید کو بھی اسی پیمانہ پر خیال کرتا ہے۔

مارگیولوس کے ان لغویات کی تردید نہایت آسانی سے اس طرح کرنی تھی کہ پہلے اُس کو عہد عتیق وجدید کی وہ عبارتیں دکھلائی جاتیں۔ جن سے انسانی خیالات واقتباسات کا پورا پورا اثر ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل آسان تھا۔ عہد جدید سے زیادہ تو عہد عتیق میں اس کی کثیر التعداد مثالیں موجود ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ بحث ہماری موجودہ تالیف کا اصلی موضوع نہیں ہے۔ اس لیے ہم اُس کی مفصل انکشاف حقیقت سے مجبور ہیں۔ ورنہ ہم کتب قدیمہ توریت وانجیل سے نکال کر۔ ایک مارگیولوس کیا تمام عیسائی مصنفین اور یورپین مؤرخین کے آگے پیش کر دیتے اور دکھلا دیتے۔ اور پھر اُن سے پوچھتے کہ بتلاؤ یہ خدا کے الہامی مضامین ہیں یا تمہارے انبیا ومرسلین کے سفرناموں اور روزنامچوں کے مضامین اس سوال کا وہ جواب جو دیتے وہی ہمارا اور تمام اہل اسلام کا جواب اُن کے قائل رسالت کرنے کے لیے کافی تھا۔

ایک اور طریقہ اُن کے ساکت کرنے کا نہایت قوی اور مستحکم یہ بھی تھا کہ مناظر بحرین کی تفصیل کے لیے تو عبارت قرآنی پر خیالات انسانی کے اظہار کا قیاس کیا جاتا ہے اور یہ مفتریانہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حامل قرآن روحی فداہ نے ان عبارات میں اپنے ذاتی اقتباسات ظاہر فرمائے ہیں۔ اس لیے کہ یہ مناظر آپ کے مشاہدے میں پہلے آ چکے تھے لیکن حقائق اشیاء عالم کی نسبت جو قرآن مجید میں متعدد اور متفرق مقامات میں بیان کیے گئے ہیں۔ اور اُن کے لیے کیا توجیہ پیش کی جائے گی مثلاً ابر وباد کی خلقت، نباتات کی پیدائش، انسان کی ترکیب خلقت اور اُس کے مراتب۔ دریا، پہاڑ، نباتات، جمادات یہاں تک کہ شہد کی مکھی تک کی ضرورت خلقت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بالکل اس طرح بتلائی گئی ہے۔جس طرح آج کل بڑے بڑے کالجوں میں مشہور و معروف علم کائنات کے عالم اور پروفیسر بتلاتے ہیں۔ تو کیا مارگیولوس اور اُس کے ہم طریق اور ہم خیال عیسائی مؤرخین ہمیں کسی ایسے معلم یا کسی ایسی تعلیم گاہ کا پتا بتلا سکتے ہیں۔جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ علم و اطلاعات حاصل کی ہوں۔یا کسی میوزیم یا لائبریری میں کم سے کم آپ کا تشریف لے جانا اور وہاں خلقت اشیاء کی ان ترکیبوں کا مشاہدہ فرمانا ثابت کر سکتے ہیں۔اور جب ایسا نہیں کر سکتے۔تو ان مفتریانہ عالم فریبیوں سے نہ قرآن کی حقانیت میں کوئی کمی آ سکتی ہے اور نہ اُس حامل وحی اور عالم علم لدینہ کی صداقت میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے۔

اب حقیقت حال کیا ہے۔وہ یہ ہے کہ آپ نے بحرین اور علاقہ شام تک سفر کیے اور ضرور کیے۔وہ محض تجارت کی ضرورت سے۔اب اس سفر میں آپ نے نظام قدرت کے عجائب و غرائب جس حد تک مشاہدہ فرمائے۔اُس سے از دیار معارف الٰہی اور حصول حقائق مخلوقات مقصود تھے اور کچھ نہیں۔باقی رہا جملہ اشیاء عالم کی ترکیب اُن کے طبائع خواص اور عمل کے انکشافات کا علم تو وہ علم لدینہ اور کمال نبویہ کے متعلق تھا جو آپ کو نبوت کے ساتھ ودیعت کیا گیا تھا۔

تعجب ہے کہ مولانا شبلی صاحب نے عام طور سے یہ کیونکر لکھ دیا کہ یورپین مصنفین غیب کے قائل نہیں۔دہریوں سے بحث نہیں۔ ان کے علاوہ اور جتنے یورپین مصنفین اور مؤلفین ہیں وہ ضرور غیب کے قائل ہیں۔اگر قائل نہ ہوں تو وہ عیسائی نہیں رہ سکتے۔غیب کا انکار کیا تو حضرت عیسیٰؑ کی رسالت ہی غائب ہوگئی۔اس بنا پر یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ وہ کٹے عیسائی بن کر اپنے صرف حسد و نفسانیت کی غرض سے صرف اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی تصدیق و معرفت میں عالم فریبی کی خاص غرض و نیت کے ساتھ قدم قدم پر ایسی ایسی مسلسل دشواریاں پیدا کرتے ہیں۔جو کسی طرح قابل توجہ نہیں ہو سکتیں۔

مراسم شرک سے اجتناب:

حکما و حلما کا خاص مسلمہ ہے اور عقل و حکمت کا عام کلیہ کہ طبیعت انسانی فطرت خالصہ پر مخلوق ہوئی ہے۔ایسی طبیعت والوں سے اچھے بُرے دونوں اقسام کے اعمال صادر ہو سکتے ہیں لیکن طبیعت انسانی میں مخصوص وہ طبائع ہوتے ہیں جو انوار ہدایت سے معمور اور آثار نبوت کے جوہر سے مالا مال پائے جاتے ہیں۔اُن کی خلقت ابتدا ہی سے فطرت صالحہ پر قائم ہوتی ہے اور ایسی پاک طبیعت کے بزرگوں سے اچھے کاموں کے سوا بُرے کاموں کا صدور و ارتکاب ناممکن ہوتا ہے۔فطرت صالحہ کے اصول پر خلق کیے جانے والے بزرگوار اس سے قبل کہ وہ مدارج نبوت اور مناصب ارشاد و ہدایت پر فائز فرمائے جائیں۔اپنی فطرت صالحہ کے اس فیضان سے اچھے کاموں کی طرف ہمیشہ رغبت رکھتے ہیں اور بُرے کاموں سے نفرت۔ابتدا ہی سے اچھے کاموں کا اختیار کرنا اور بُرے کاموں سے اجتناب کرنا گویا اُن کی تعلیم و ارشاد تمثیلی کا پہلا زینہ ہے۔وہ اپنے ہم چشموں اور ہم عصروں کو اپنے طریقہ اور اطوار دکھلا کر اچھے بُرے کاموں میں تمیز کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

اسی اصول پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبل از نبوت تمام حالات و معاملات پر غور کرنے سے صاف صاف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کبھی اُن امور کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ جو خدا کی طرف سے بُرے بتلائے گئے تھے۔ اور اُن امور کو اختیار فرماتے تھے۔ جو قدرت کی جانب سے جائز اور مستحسن ٹھہرائے گئے تھے۔ یہ مسلم ہے کہ کل محاسن اور ذمائم کی حقیقت آپ پر قبل نبوت بھی اُسی طرح ظاہر تھی جس طرح بعد نبوت۔ لیکن اُس وقت اختیار و اجتناب اپنی ذات تک محدود تھا۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اعلان فریضۂ نبوت تھا جو اُس وقت تک تفویض نہیں ہوا تھا۔ اور یہ اُسی کا فیض اور اُسی کا تقاضا تھا کہ بچپن سے شباب اور شیب کے زمانوں تک (حالانکہ چالیس برس کے ہو چکے تھے اور نبوت نہیں پائی تھی) آپ نے کبھی معبود حقیقی کو چھوڑ کر کسی غیر معبود کا اعتراف نہیں کیا۔ جس کعبہ کی تعمیر میں اس محنت اور جانفشانی سے اینٹ پتھر ڈھائے تھے۔ اُس میں ایک معبود کی جگہ تین سو ساٹھ بت شب و روز پوجے جاتے تھے۔ اُسی مقام اور مکان میں آپ کی رگوزانہ آمد و رفت تھی۔ بیشمار اور ہزاروں ہزار آدمی مکہ اور بیرون مکہ سے آ کر اُن غیر حقیقی اور مصنوعی معبودوں کے آگے سر جھکاتے تھے۔ ٹکر لگاتے تھے۔ یہ کافرانہ اور مشرکانہ مشاہدات روزانہ نظر اقدس سے ملاحظہ فرمائے جاتے تھے۔ مگر چاہے اس سے کسی اثر یا دلچسپی کی کوئی کیفیت آپ کے قلب نورانی پر مستولی ہوتی ہو۔ قطعی نہیں اور بالکل نہیں۔ ان کیفیتوں کے خلاف جو ان مشاہدات سے قلب مبارک پر جو اثر ہوتا تھا وہ اُن کی کافرانہ غفلت کا اور مشرکانہ جہالت کا۔ انوار نبوت سے پُر اور مملو دل ابتدا ہی سے دردمند ہوتے ہیں اور یہ عالم و کیفیت اُسی فطرتی دردمندی کے خواص تھے۔

ان امور کفر و شرک میں نعوذ باللہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا از مھد الی اللحد۔ کسی زمانہ یا کسی وقت میں انہماک و اشتعال منافی اخلاق۔ معارض فطرت صالحہ کیا؟ مناقص شان رسالت ثابت ہوتا ہے۔ اُن امور سے بھی جو صرف نا مشروع منسوب الی الکفر یا مشتبہ بالشرک ہوتے تھے۔ بالکل ویسا ہی احتراز و اجتناب اختیار کیا جاتا تھا جیسے خاص اُن افعال ذمیمہ کے ارتکاب و انہماک سے۔

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نبوت کے اوصاف مخصوصہ کے اظہار و اقرار ان الفاظ میں فرما کر کہ ''یہ قطعاً ثابت ہے کہ آپ بچپن اور شباب میں بھی جبکہ منصب پیغمبری سے ممتاز بھی نہیں ہوئے تھے۔ مراسم شرک سے ہمیشہ مجتنب بچے رہے'' (سیرۃ النبی جلد اول، ص 139) پھر اپنے اس اعتراف سے اختلاف کرتے ہیں اور گویا جمہور کے اس کلیہ مسلمہ اور مسئلہ سقفہ کو مشتبہ قرار دیتے ہیں اور اپنی دانست میں عیسائیوں کے اس استدلال کی تنقید و تردید فرماتے ہیں جو آنحضرت صلعم کی عصمت کو عہد نبوت اور تفویض منصب رسالت کے وقت سے قرار دیتے ہیں۔

حقیقت ہے کہ شبلی صاحب نبوت و رسالت کی اصلی شان و حقیقت ہی کو نہیں سمجھے ہیں۔ اس لیے اُن کا خاص لکھا ہوا مصرع اُن کے حسب حال ہے۔ ع ہمہ ورق کہ سیہ گشت و مدعا اینجاست۔ اوّل تو سیرت و تاریخ کو موضوع تالیف میں عقائد کی بحث پیش کرنا خلاف سیاق ہے۔ خصوصاً اپنے اعتقادات کے متعلق غیروں کے اعتراضاف کو بیان کرنا مخالف اور معارض استدلال ہے۔ اگر مناسب مقام کی رعایت سے یہ خیال کر کے کہ مخالفین کے بے بنیاد اور بے سر و پا اعتراضات انہیں مقامات سے شروع ہوتے ہیں۔ اس خارج از بحث بیان کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ تاہم سمجھ لینا چاہیے کہ آپ کی تنقید و تردید سے عیسائی مخالفین کی تعریضیں بے اصل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ثابت نہیں ہوتیں۔ بلکہ بخلاف اس کے صحیح بخاری کی متعدد روایات مسند امام حنبل وغیرہم کے موضوعات و مہملات کے کافی ثبوت مل جاتے ہیں۔اس مضمون کے متعلق شبلی صاحب کی اصل وحاشیہ کی مفصلہ ذیل عبارت استدلال ملاحظہ ہو۔

(الف) ایک دفعہ قریش نے آپ کے سامنے کھانا لاکر رکھا۔ یہ کھانا بتوں کے چڑھاوے کا تھا۔ جانور جو ذبح کیا گیا تھا وہ کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا تھا۔آپ نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔اس روایت پر زیر صفحہ یہ حاشیہ چڑھایا گیا ہے۔

صحیح بخاری باب للمناقب۔ ذکر زید بن عمر بن نفیل یہ حدیث امام بخاری نے اور ابواب میں بھی نقل کی ہے اُن کے الفاظ میں اجمال رہ گیا ہے۔ جو اُس روایت میں صاف ہو گیا ہے۔مسند امام حنبل (جلد اوّل، ص189) میں ایک روایت ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کو اس کھانے پر بلایا اور زید نے انکار کیا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تاریخ سے کبھی بتوں پر ذبح کیا ہوا کھانا نہیں کھایا'' لیکن اس روایت کے راویوں کا حال نہیں ملتا۔اور یوں بھی بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا حقیقت ہے۔سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ 139۔

آپ کی اس تنقید سے معلوم ہو گیا کہ عیسائیوں کے مندرجہ بیانات اُن کی خاص مخترعات و مصنوعات نہیں ہیں بلکہ آپ کی مشہور اور معتبر کتابوں سے ماخوذ مستنبط ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ جن الفاظ و معانی میں معترضین نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ وہ متواتر ابواب میں امام بخاری صاحب نقل فرما چکے ہیں اور تنہا بخاری صاحب نے نہیں بلکہ اُن کے استاد اور شیخ الشیوخ امام احمد ابن حنبل صاحب نے بھی اپنی مسند کی جلد اوّل صفحہ 189 میں تحریر فرمایا ہے۔آپ معترفانہ طور پر خود بھی اس کا اعتراف فرماتے ہیں تو اتنے اور ایسے اعتراضات کے بعد آپ ہی بتلائیں کہ آپ کی تنقید و تردید کا کیا وزن رہ جائے گا۔اب اپنی موجودہ تنقید کی تفصیلی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔

آپ کے پاس صحیح بخاری کی کل ایک روایت اُن متعدد روایات کی نقیض موجود ہے۔جس کو آپ نے اُس کی اصل عبارت کے ساتھ لکھا ہے اور اُس کو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل میں واقعہ یہ ہے کہ قریش نے ایک دعوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بتوں پر چڑھائے ہوئے جانور کا گوشت رکھ کر کھلانا چاہا تھا آپ نے انکار کر دیا اور نہ کھایا۔شبلی صاحب غالباً معترضین کے اعتراضات سے بچنے کے لیے اس روایت پر اعتبار فرماتے ہیں۔اور لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے یہ حدیث اور ابواب میں بھی لکھی ہے۔اُس کے الفاظ میں اجمال رہ گیا ہے جو اس روایت میں صاف ہو گیا ہے''۔اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ حدیثیں جو بخاری کے اور ابواب میں مذکور ہیں۔ وہ معترضین کی علی الاکثر موافق اور موید نہیں جن کے اتفاق و تائید کو آپ صرف اجمال رہ جانے کے معنوں میں لیتے ہیں۔مگر یہی ایک روایت ہے جس سے معترضین کی تائید نہیں ہوتی''۔

اب آپ مندرجہ بالا تفصیل سے اپنی تنقید و تردید کی شان و انداز کو دیکھ لیں۔کہ آپ کا یہ عذر کیسا ضعیف ہے کہ میرے چار دعووں یا باتوں میں تین جھوٹی ہیں اور ایک سچی۔اب شبلی صاحب اپنے امام بخاری صاحب سے پوچھنے کا پورا موقع اور اطمینان رکھتے ہیں اور دریافت کر سکتے ہیں کہ ایک امر کو متعدد اور متواتر مقامات پر بطور اجمال لکھنا اور آخر میں مفصل طور پر لکھ دیتے ہیں۔آپ نے کیا خوبی رکھی ہے اور اس سے کیا فائدہ سمجھا ہے''۔دو باتیں تھیں۔اوّل یہ کہ اگر امام بخاری کو یہ امور مناقص شان نبوت حقیقتاً معلوم ہو چکے تھے تو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان مرویات کو کتاب میں درج ہی نہ ہوتا۔اور اسی آخر والی روایت کے نقل پر اکتفا فرمائی ہوتی۔اور اگر منافی نبوت نہیں معلوم ہوئے تھے تو پھر آخر روایت کو لکھنا نہیں چاہیے تھا۔یہ اجتماع ضدین کی موجودہ ترکیب وترتیب تو ضرور فساد کا باعث ہوگی۔معتقدین بخاری سمجھیں یا نہ سمجھیں خواہ سمجھیں بھی تو سمجھ کر رہ جائیں لیکن مخالفین تو چپ رہنے کے نہیں۔وہ تو آپ کی اس غلط ترکیب سے ضرور فائدہ اُٹھائیں گے اور رائی کو پربت کر دکھلائیں گے۔

اب صورت حال کا دوسرا رخ مشاہدہ فرمایا جائے اب آپ مسند امام حنبل سے اس واقعہ کی وہی بدنما صورت دکھلاتے ہیں۔جو معترضین بیان کرتے ہیں۔تو گویا بخاری سے پہلے بھی واقعہ کی یہی بدنما صورت آپ کی کتابوں میں نقل ہوتی چلی آئی ہے جس کا آپ خود لکھ کر اقرار کر چکے ہیں۔تو اس بنا پر یہ واقعہ متواتر بھی ہو گیا اور قدیم بھی۔اس تواتر اور قدامت کے جواب میں آپ صرف یہ تحکمانہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ''اس روایت کے راویوں کا حال نہیں ملتا اور یوں بھی بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا وقعت ہے''۔

آپ کے تنقیدی جواب کا پہلا حصہ کہ اس روایت کے روایوں کا حال نہیں ملتا۔صریح دفع الوقتی ہے کیونکہ مسند احمد بن حنبل میں سلسلہ روایت موجود ہے۔رجال کی ایک نہیں متعدد کتابیں خدا کے فضل سے آپ کے پیش نظر ہیں ایک ایک راوی کی تصدیق وتکذیب اور جرح وتعدیل کیوں نہ فرمائی گئی۔مگر آپ کو تو ایک گونہ خود اس کا یقین ہے کہ اس کے راوی صحیح ہیں تب تو لکھا جاتا ہے کہ یوں بھی بخاری کے سامنے اس کی کیا وقعت ہے۔شبلی صاحب یہ یوں بھی کیا؟ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ اگر روایت امام حنبل کے رواۃ تمام تر صحیح بھی ہو تو بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا وقعت ہے اب راویوں کی صحت کا معاملہ نہیں رہا۔امام بخاری اور حنبل کی ترجیح وفضیلت کا مسئلہ پیش ہو گیا۔ہم تو کہہ دیں گے کہ یہ آپ کی خود غرضی ہے اور محض بخاری پرستی''۔اگر تھوڑی دیر کے لیے آپ کے اس غلط اصول کو مانیں گے بھی تو وہی جنہوں نے تمام حدیث کی کتابوں میں سے صحاح کو منتخب کیا اور پھر صحاح میں صحیح بخاری کو سب پر ترجیح دی۔مخالف کو آپ کی اس ترکیب کی پابندی کیوں ہونے لگی۔اور مسند امام حنبل کے مقابلہ میں صحیح بخاری کی اس تصدیق وتوثیق کی نسبت آپ کے اس چیلنج کو وہ کیوں ماننے لگے اور آپ خود بھی غور کر لیں اور سمجھ لیں کہ اگر سواد اعظم میں کوئی شخص ایسے اعتراض پیش کرتا تو اُس کے مقابلہ میں آپ کو اس چیلنج دینے کا حق حاصل تھا کیونکہ وہ صحیح بخاری اور مسند حنبل کی اہمیت کو جانتا تھا۔لیکن ایسی قوم وگروہ کے مقابلہ میں جو بخاری اور امام حنبل کی مرویات سے اپنے مدعا کو دکھلاتا ہے اور اُن کے فرق مابہ الامتیاز کو اور اُن کی جرح وتعدیل کو نہیں جانتا۔آپ کو اس چیلنج کے پیش کرنے کا کیا حق حاصل ہے اور دنیا کی انصاف پسند طبیعتیں آپ کے اس طریقہ استدلال کو کب مان سکتی ہیں۔

صاف تو یہ ہے کہ آپ اس چیلنج کی نمائشی لفاظیوں سے عیسائیوں کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔یہ کیوں نہیں کہتے کہ نہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل شان پہچانی اور نہ ہمارے امام بخاری صاحب نے نہ امام حنبل صاحب نے علماء متقدمین نے عقائد کی درستی اور معرفت خدا اور رسولؐ کے صفات ومدارج کی ترتیب وترمیم کی تو اُس وقت ضرورت محسوس فرمائی ہے جب اُن کو حکمائے معتزلہ سے مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ورنہ اس سے ڈیڑھ سو برس پہلے بے دیکھے سنے، بے سمجھے بولے ہر طرح کی حدیثیں ہر قسم کی روایتیں اس کثرت سے بن چکی تھیں کہ بقول آپ کے ایک امام زہری کی تصنیفات اُونٹوں پر لاد کر لائی گئیں تھیں۔تو پھر اب بتلایئے ان جامعین حدیث کا اس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وقت مدعا کیا تھا۔ جمع حدیث یا ترتیب عقائد۔ کتابیں دیکھئے، حالات دیکھئے واقعات پڑھئے معلوم ہو جائے گا کہ اس وقت ان جامعین حدیث کی نظر صرف تجمیع حدیث پر تھی اور وہ ترتیب عقائد کو نہ دیکھتے تھے اور نہ اُن کا یہ کام تھا۔ انہیں امام احمد حنبل صاحب کی مرویات فی العقائد کو موجودہ اصول عقائد سے مقابلہ فرمایئے جو اصول عقائد نے قائم کیے ہیں تو آپ آسمان زمین کا فرق پائیں گے۔

اس بنا پر عیسائیوں کے جواب میں آپ کو بخاری صاحب یا ابن حنبل صاحب کی اہمیت سے ذرا بھی بحث کرنی نہیں ہوگی۔ بلکہ ان تمام مرویات خلاف عقائد کی نسبت۔ عام اس سے کہ وہ بخاری میں ہوں یا مسند امام حنبل میں۔ یا کسی اور کتاب میں۔ آپ کو یہ کہہ دینا پڑے گا کہ اسلامی اصول عقائد کے مخالف جو بالکل قرآن مجید اور قول صحیح رسولؐ سے منضبط ہیں کوئی روایت عام اس سے کہ اسلام کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی کتاب میں کسی ہی معتبر اور مستند ذریعہ واسناد سے نہ درج ہو نہ قابل قبول ہے نہ قابل عمل۔ ایک یہی طریقہ استدلال معترضین کے مقابلہ میں چل سکتا ہے۔ دوسرا نہیں کیونکہ ہمارے معرضین اُس عقیدے کے لوگ ہیں جن کا خدا نہ نزہ بالذات ہے اور نہ رسولؐ مبرا عن الخطیات۔ اس لیے وہ تو ضرور آپ کے ماخذوں سے اُن غیر مقید اور غیر مستند مرویات کو ڈھونڈ نکالیں گے۔ جن سے اُن کے عقائد فاسد کی تائید و تطبیق ہوتی ہو ایسی حالت میں ابتدا ہی سے تفریق عقائد کے معقول اصول پر استدلال قائم کرنا چاہیے۔ نہ بخاری صاحب کی علوشان پر اور نہ ابن حنبل صاحب کے غلط بیان پر شبلی صاحب یا تو اصول عقائد کے استحفاظ فرمالیں۔ یا تقلید اسلاف کا لحاظ کر لیں اور اگر وہ یہ چاہیں کہ استحفاظ عقائد بھی ہو اور اسلاف کی تقلید کی صحت بھی تو یہ غیر ممکن ہے۔ ذو جہتی کا یہ طریقہ استدلال تو اسلام کی خانہ جنگیوں کے عنوان اور شبلی صاحب کی خاص جنبہ داری کی داستان شروع کر دے گا جو اور بھی اسلام کی تضحیک و تضعیف کا باعث ہوگا۔

(ب) شبلی صاحب کی دوسری روایت یہ ہے کہ نصاریٰ نے دعویٰ کیا ہے کہ آپ (آنحضرتؐ) کے اعتقادات میں جو تغیر ہوا ہے وہ عہد نبوت سے ہوا ہے ورنہ اس سے پہلے آپ کا طرز عمل وہی تھا جو آپ کے خاندان اور اہل شہر کا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے پہلے صاحبزادے کا نام عبدالعزیٰ رکھا تھا۔ یہ روایت خود امام بخاری کی تاریخ صغیر میں موجود ہے۔ لیکن یہ روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کیونکر استدلال ہو سکتا ہے۔ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اسلام سے پہلے بت پرست تھیں۔ اُنہوں نے یہ نام رکھا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تک منصب ارشاد پر مامور نہیں ہوئے تھے اس لیے آپ نے تعرض نہ فرمایا ہوگا۔ اور اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ ثابت بھی نہیں۔ اس روایت کا سب سے زیادہ صحیح سلسلہ وہ ہے جو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں روایت کیا ہے۔ اس کا اوّل راوی اسمٰعیل بن ابی اویس ہے۔ اگرچہ بعض محدثین نے اس کی توثیق کی ہے لیکن گروہ کثیر کی رائے حسب ذیل ہے۔

۱۔ معٰویہ ابن صالح اسمٰعیل اور اُس کا باپ دونوں ضعیف ہیں۔
۲۔ یحییٰ بن مخلط وہ جھوٹ بولتا ہے اور محض ہیچ ہے۔
۳۔ امام نسائی ضعیف اور غیر ثقہ ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۴۔ نصر بن مسلمہ مزوری وہ کذاب ہے۔
۵۔ دار قطنی میں اس کو صحیح حدیث کے لیے پسند نہیں کرتا۔
۶۔ سیف بن محمد وہ جھوٹی حدیثیں بناتا ہے۔
۷۔ سلمہ بن شبیب اس نے مجھ سے خود اقرار کیا کہ جب کبھی کسی بات میں اختلاف ہوتا تھا تو میں ایک حدیث بنالیتا تھا۔

سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ 140

شبلی صاحب کے اس استدلال کا انداز تو پہلے سے بھی زیادہ خراب ہے۔ پہلے طریقہ استدلال میں اگر زیادہ نقیض روایتیں تھیں۔ اور گو ایک ہی سہی مگر موافق اور موئید حدیث بھی موجود تھی۔ جس کو آپ نے بڑی شان سے چیلنج دے کر دکھلایا۔ لیکن یہاں تو بخاری صاحب کا اقرار ہے اور وہ خود لکھ کر اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پہلے صاحبزادے کا نام عبدالعزیٰ رکھا تھا (نعوذ باللہ) اس سے ثابت ہوا کہ معاذ اللہ آپ کو اُس زمانہ یا اُس وقت تک عزیٰ کی معبودیت کا اُسی طرح اعتراف واقرار تھا جس طرح اور قریش کو تب تو اپنے لڑکے کا نام عبدالعزیٰ رکھ کر اُس کو احتراماً عزیٰ کی عبدیت کی طرف منسوب کیا (العیاذ باللہ)

شبلی صاحب اب یہیں سے سمجھ لیں کہ آپ بخاری کی ایسی نا مقید اور مجہول السند کتاب سے اپنے مخالفین خصوصاً یورپین محققین کو کیا چیلنج دیتے ہیں۔ لطف تو یہ ہے کہ پہلے واقعہ میں تو اس کتاب کی تصدیق و توثیق کا چیلنج دیا جاتا ہے اور پھر دوسرے واقعہ میں جب کسی تاویل سے کوئی کام نہیں نکلتا تو بمصداق عذر گناہ بدتر از گناہ اُسی چیلنج دادہ اصح الکتاب کی خود تنقید و تردید فرمائی جاتی ہے۔ اور اُس کے راویوں کو دروغگو، فریبی، چور سب کچھ لکھ کر ثابت کیا جاتا ہے۔

اب یہ تو فرمائیں کہ سلسلہ رواۃ میں ایک راوی اسمٰعیل بن ابی اویس کو جسے آپ جھوٹا بتلاتے ہیں تھوڑی دیر کے لیے وہ ویسا ہی مان بھی لیا جائے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بخاری صاحب کیسے بزرگ تھے جنہوں نے جھوٹے سچے، ایمان دار، مکار کی کوئی تمیز نہیں کی۔ اور آنکھ بند کر کے ایسے جھوٹے راویوں کو غلط مفتریات کو اپنی کتاب میں بھر دیا۔

یہ تو بخاری صاحب کی محدثانہ شان تھی۔ اب اپنی شان محققانہ ملاحظہ فرمائی جائے۔ وہی سلف کی قدیم اُصول تقلید کے مطابق آپ نے پہلے تو حمایت بخاری کی غرض سے تاویل کرنی چاہیے اور چونکہ موضوع بحث رسول اللہ صلعم کی برات ہے۔ اس لیے شبلی صاحب کو بڑی مشکل پیش آئی۔ رسول اللہ صلعم کی عصمت بھی قائم رکھنی اور امام بخاری کی عزت بھی۔ اس مشکل سے نکلنے کا آپ نے ایسا شرمناک طریقہ اختیار کیا۔ جس سے بخاری صاحب کی تو خیر عزت سنبھل گئی لیکن رسول اللہؐ کی حرمت پر دھبہ آ گیا۔ یہ سب آپ کی ناحق پرستی کا نتیجہ ہے۔ آپ بخاری صاحب کی حمایت میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح بھی ہو تو اس سے آنحضرت صلعم کی نسبت کیونکر استدلال ہو سکتا ہے۔ اس کی تاویل یوں کی جاتی حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اسلام سے پہلے بت پرست تھیں۔ انہوں نے یہ نام رکھا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ ابھی تک منصب ارشاد پر مامور نہیں ہوئے تھے اس لیے آپ نے تعرض نہ فرمایا ہوگا۔ آپ ہی کہیے یہ کیسا ضعیف جواب اور کیسی شرمناک تاویل ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

افسوس ہے کہ آپ نے پہلے یہ نہ لکھا۔ جیسا کہ اس تاویل کے بعد آخر آپ کو لکھنا پڑا کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ بھی ثابت نہیں۔ مگر آپ اسے کیسے پہلے لکھ دیتے کیونکہ آپ کو تو بخاری صاحب کی بھی عزت سنبھالنی تھی۔ اس ضرورت سے اپنے اس کفر شعاری کو صدیقہ کبریٰ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے سر لگایا۔ آپ نے ناموس رسولؐ کی کفر شعاری کا اقرار تو کر لیا مگر بخاری صاحب کی بدنامی اور بے احتیاطی کو نہ گوارا فرما سکے۔ واقعی آپ کی یہ دلیری تمام اہل اسلام کی حیرت اور عبرت کا باعث ہے۔ شبلی صاحب ہم آپ کو باور کراتے ہیں کہ آپ کی اس افسوس ناک اور دلیرانہ تاویل نے تمام مخالفین کو خوب ہنسوایا۔ مگر بلا امتیاز تمام اہل اسلام کو آٹھ آٹھ آنسو رلوایا۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ آپ رسول اللہ صلعم کی شان کو سمجھے ہی نہیں۔ یہ مان لیا کہ رسول اللہؐ اُس وقت تک منصب ارشاد پر فائز نہیں ہوئے تھے، لیکن عزیٰ کی حقیقت کو تو جانتے تھے۔ اور اگر آپ اس سے انکار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم اس وقت تک عزی کی حقیقت کو نہیں جانتے تھے۔ تو پھر (نعوذ باللہ) آنحضرت صلعم بھی اور قریش کی طرح عزی کا احترام اور اُس کی پرستش کیونکر نہ کرتے تھے۔ اس دلیل سے ماننا پڑے گا کہ عزیٰ کی حقیقت واصلیت آپ پر کما حقہ ثابت تھی۔ جب ثابت تھی۔ تو شبلی صاحب کا یہ احتمال جیسا کہ وہ اپنی تاویل میں لکھتے ہیں کہ اس لیے آپ نے تعرض نہ فرمایا۔ کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار حقیقت کو چھپایا اور یہ امر تو اخلاق نبوت اور شان رسالت کو اور پست کر دیتا ہے۔ اس لیے آپ کی یہ تاویل منافی شان رسالت ہونے کے باعث قطعی غلط ہے۔ اور محض حمایت بخاری میں وضع کی گئی ہے۔ یہ تاویل خلاف واقع ہونے کے علاوہ خلاف نقل وعقل بھی ہے۔ خلاف نقل تو اس طرح کہ سوائے آپ کے (کئے آمدی کئے وپیری شدی) زرقانی، عقلانی، قسطلانی، عینی اور کرمانی کسی شارح بخاری نے اس واقعہ کے متعلق رسول اور ناموس رسول صلعم کے خلافِ شان ایسی دلیرانہ اور بے ادبانہ تاویل کرنے پر جرأت نہیں کی لطف تو یہ ہے کہ یہ تاویل بھی کی جاتی ہے اور پھر اپنی اس تاویل کی فوراً تکذیب بھی فرما دی جاتی ہے۔ جیسا کہ اس تاویل کے بعد لکھ دیا گیا ہے اور اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ بھی ثابت نہیں۔ اب آپ ہی بتلائیں کہ جب یہ واقعہ ثابت ہی نہیں تو تاویل کیسی؟ شبلی صاحب کی عجیب منطق ہے۔ مقصد مفقود تاویل موجود۔ یہ تو مخالف نقل ہونے کی حالت تھی اب خلاف عقل ہونے کی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔

بخاری صاحب کے راوی کی کامل تنقید وتکذیب فرما کر شبلی صاحب آخر میں یہ عبارت تحریر فرماتے ہیں۔ یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت سے پہلے بت پرستی کی برائی کی تبلیغ شروع کر دی تھی اور جن لوگوں پر آپ کو اعتماد تھا اُن کو اس بات سے منع فرماتے تھے۔ سیرۃ النبی ص 140۔

شبلی صاحب اپنی اس رائے پر غور فرمائیں اور بتلائیں کہ جب فائز رسالت ہونے سے پہلے آنحضرت صلعم بت پرستی کی ممانعت فرماتے تھے۔ تو جناب خدیجہؑ کو نعوذ باللہ اس صریح بت پرستی اور کفر شعاری سے کہ اپنے بیٹے کو عزیٰ بت کا غلام بنائیں اور بندہ قرار دیں کیوں نہ منع فرمایا؟ اس کا کوئی جواب شبلی صاحب سے نہیں ہوسکتا ہے سوائے اس کے کہ فرمائیں حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نعوذ باللہ آپ کے اُن معتمدین میں نہیں تھیں۔ جن کو اس امر سے منع فرماتے تھے۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے کہ جن لوگوں پر آپ کو اعتماد تھا اُن کو اس بات سے منع فرماتے تھے۔ اب آنحضرت صلعم کے نزدیک جناب خدیجہ صدیقہ کبریٰ سلام اللہ علیہا کی نا اعتباری یا عموماً میاں بی بی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی باہمی بے اعتمادی کی شرمناک اور نفرت انگیز تفصیل شبلی صاحب کی حیاداری ثابت کر سکے گی۔ کسی مسلمان کی دینداری تو سوائے حسرت وعبرت کے ایک حرف بھی منہ سے نہیں نکالے گی۔

مسٹر مارگیولوس نے اس کے برخلاف (ممانعت بت پرستی) ایک حیرت انگیز دعویٰ کیا ہے اور اس کے ثبوت میں دعویٰ سے زیادہ تر حیرت انگیز فریب کاری کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا دونوں سونے سے پہلے ایک بت کی پرستش کر لیا کرتے تھے۔ جس کا نام عزیٰ تھا۔ مصنف نے اس کی سند میں امام احمد بن حنبل کی روایت (جلد 4 صفحہ 2222) پیش کی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

حدثني جار الخديجه بنت خويلد انه سمع النبي صلعم و هو يقول لخديجه والله لا اعبد اللات والغزىٰ والله لا اعبدابدًا قال فنقول خديجه خل اللات خل الغزىٰ قال كانت صنمهم التي كانوا يعبدون ثم يصطجعون

مجھ سے خدیجہ بنت خویلد کے ایک ہمسایہ نے بیان کیا کہ میں نے پیغمبر صلعم کو حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے خدیجہ بخدا میں کبھی لات وعزیٰ کی پرستش نہ کروں گا۔ خدیجہؑ کہتی تھیں کہ لات کو جانے دیجیے عزی کو جانے دیجیے (یعنی انکا ذکر بھی نہ کیجیے) اس راوی نے کہا کہ لات وعزی وہ بت تھے۔ جن کی پرستش اہل عرب سونے سے پیشتر کیا کرتے تھے۔

ایک معمولی عربی دان بھی سمجھ سکتا ہے کہ عبارت مذکور میں ''کانوا'' کا لفظ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اہل عرب لات وعزی کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی طرف اشارہ ہوتا تو تثنیہ کا صیغہ ہوتا۔ نہ کہ جمع کا اس کے علاوہ خود اس روایت میں لات وعزیٰ کی پرستش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار مذکور ہے۔ ص 140۔

شبلی صاحب کا لکھنا بالکل صحیح ہے اور مارگیولوس کا سمجھنا اور سمجھانا دونوں غلط۔ اس کو حقیقت سمجھ کر اگر مارگیولوس نے لکھنا ہے تو اس میں کوئی کلام نہیں کہ اس یورپین محقق نے پوری فریب کاری سے کام لیا ہے۔

اتنا اور عرض کر دینا ہے کہ آپ کی تنقید میں بھی تھوڑا سا اجمال رہ گیا ہے۔ وہ یوں صاف کر دینا چاہیے تھا عربی لفظ ''کانوا'' کا ترجمہ وہ لوگ ہونا چاہیے تھا۔ آپ کا ترجمہ اہل عرب لفظی ترجمہ نہیں بلکہ مرادی ترجمہ ہوا۔ اس لیے عبارت ترجمہ میں وہ لوگ اصلی الفاظ عبارت میں اور اہل عرب خطوط معکوسی کے اندر ہونا چاہیے۔

پھر تنقید کی عبارت میں بھی ''کانوا'' کا ترجمہ اہل عرب ہی لکھ دیا گیا ہے۔ اس کو بھی ویسا ہی ہونا چاہیے پھر تشریح تنقید میں بتلایا گیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی طرف اشارہ ہوتا تو تثنیہ کا صیغہ ہوتا نہ کہ جمع کا۔ فی الحال اہل اسلام میں بھی زبان عربی کی جتنی کمی ہوتی جاتی ہے وہ ظاہر ہے اس لیے تثنیہ اور جمع کا باہمی فرق اور اُن کے جداگانہ صیغوں کی تمیز۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عام اُردو دانوں کے لیے مشکل ہو جائے گی۔ اس ضرورت سے اُن کو ان الفاظ میں سمجھا دینا ضروری ہے کہ اگر آنحضرت صلعم اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا انہیں حضرات خاص سے راوی کی مراد ہوتی تو زبان عربی کے قاعدے کے مطابق راوی تثنیہ صیغہ لاتا۔ اور ''کانوا'' کی جگہ ''کانا'' کہتا۔ مگر جب اُس نے ایسا نہیں کیا اور عام جمع کا صیغہ ''کانوا'' لایا تو اُس سے تمام لوگ یعنی کل اہل عرب مراد ہوئے۔

اس کے علاوہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی نسبت اجتناب کفر کی تفصیل شبلی صاحب نے خدا جانے کس مصلحت سے چھوڑ دی وہ یہ ہے کہ۔ عربی کی عبارت سے صاف طور پر ثابت ہے۔ اصلی روایت حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے اس جواب پر تمام ہوگئی۔ (فتقول خدیجہ خل اللات خل العزی) خدیجہؑ نے کہا لات کو جانے دیجیے۔ عزیٰ کو جانے دیجیے) یہ تو اب روایت کا راوی اپنے سامعین کو لات وعزی کی اصلیت و ماہیت بتلاتا ہے کہ لات وعزی اصل میں کیا شئے تھے لات وعزی دو بت تھے۔ جن کی پرستش وہ لوگ (اہل عرب) سونے سے پیشتر کر لیا کرتے تھے۔ یعنی عرب میں یہ دستور تھا کہ سونے سے پہلے اُن دونوں بتوں کی پوجا کر لیا کرتے تھے۔ اب اس تفصیل کی تشریح ملاحظہ ہو۔

راوی کو اس روایت کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ راوی (خدیجہؑ کا ہمسایہ) خود اہل عرب تھا۔ اور اس قدیم دستور کا جاننے والا۔ اُس کو ان دونوں حضرات (آنحضرت صلعم اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے) مکالمات سن کر جو ملک وقوم کے دستور قدیم کے صریح مخالف تھے۔ بالکل نیا اور اُن لوگوں کا تنہا طریقہ معلوم ہوا۔ اس لیے اس واقعہ کی ندرت اور ان دونوں حضرات کی کفر پرستی سے نفرت اور تمام قوم کے اس دستور قدیم سے مخالفت کی بنا پر راوی نے اس واقعہ کو اس مسئلہ خاص کے ثبوت میں کہ یہ دونوں بزرگوار بت پرستی کے قدیم دستور اور رسم ورواج سے بالکل علیحدہ تھے اور تمام اہل عرب میں اس ناہنجار اور کیفر کردار عادات سے بالکل مستثنیٰ تھے۔ اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ جس طرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لات وعزی کی پرستش سے متنفر تھے اُسی طرح حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا بھی اس سے محترز تھیں۔

مارگیولوس صاحب کی سمجھ کا کیا کہنا۔ خوب سیدھے کا اُلٹا سمجھے۔ افسوس ہے کہ اُن کے اس مؤرخانہ بیان پر۔ اور حسرت ہے اُن کی محققانہ شان پر بقول شبلی صاحب اس روایت کے غلط معنی لگا کر تمام دنیا سے اپنی عربی دانی کی داد لیتے ہیں۔ اور ساری دنیا کو اپنی غلط فہمی سے فریب دیتے ہیں۔ لیکن اپنی توریت مقدس میں حضرت یعقوبؑ کی بی بی کا جن کا نام راحل (راخیل) تھا۔ جو بذات خاص ایک جلیل القدر پیغمبرؑ کی بیوی اور تمام انبیائے بنی اسرائیل کی ماں تھیں۔ اپنے باپ کے بتوں کو چرانا، اور اونٹوں کے کجاوے میں اُن کو چھپا کر اُن کے اُوپر آپ بیٹھ جانا اور اس شکل وصورت سے پکڑا جانا اور حیض کا بہانہ کر کے اُس مقام سے نہ اُٹھنا اور اس حیلہ وترکیب سے اُن بتوں کو اپنے پاس رکھ لینا اور باپ کو واپس نہ دینا پوری تفصیل سے درج ہے۔ (سفر تکوین باب 31۔ آیت 5-25) دیکھ کر ذرا بھی نہیں شرماتے۔ مارگیولوس کے ہاں نبوت یا ناموس نبوت کی کوئی خصوصیت نہیں۔ وہ اس تخصیص کو بھی تعمیم میں لیتے ہیں اور جب حضرت یعقوبؑ کے خاندان نبوت اور اُن کی خاص ناموس کے ان اتہامات صریح کو واقعات صحیح سمجھتے ہیں تو پیغمبر عرب اور اُس کے پاک ومقدس ناموس کی نسبت مارگیولوس کو اس مغویانہ اوگمراہانہ فریب کاری کرتے ہوئے کب شرم وحجاب آ سکتا ہے''۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مارگیولوس کی غلط فہمی اور عالم فریبی کی کامل تردید کر کے ہم شبلی صاحب نعمانی کی خدمت میں پھر یاد دہانی کراتے ہیں کہ آپ نے عبدالعزی کے تسمیہ کی تاویل میں نہایت بے باکی سے لکھ دیا ہے کہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اسلام سے پہلے بت پرست تھیں آپ کا یہ لکھ دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ واقعہ کی اصل عبارت تو یہ بتلا رہی ہے کہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اسلام سے پہلے بھی بت پرستی سے کارہ اور متنفر تھیں۔ تب تو فرماتی ہیں خل اللات خل العزی جس کا ترجمہ آپ خود ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ لات کو جانے دیجیے عزیٰ کو جانے دیجیے (یعنی ان کا ذکر بھی نہ کیجیے)۔ شبلی صاحب خود اپنے ان مختلف نظریہ وآرا پر غور فرمالیں۔ جب آپ خود اعترافاً لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود بقول آپ کے ان بتوں کے ذکر سے بھی منع فرماتی تھیں تو وہ پھر خود کیسے بت پرستی کر سکتی تھیں اور اُن کو کون بت پرست کہہ سکتا ہے۔

(ث) پھر زیر حاشیہ یہ روایت مرقوم ہے۔

مارگیولوس نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عزیٰ کے نام پر ایک خاکی رنگ کی بھیڑ ذبح کی تھی۔ صاحب موصوف نے اس کی سند میں کوئی عربی ماخذ نہیں پیش کیا۔ بلکہ ولہوسن کا حوالہ دے دیا ہے (دیکھو مارگیولوس کی کتاب ص68-70) معجم البلدان (جغرافیہ کی ایک کتاب) میں ایک روایت اس مضمون کی موجود ہے اول تو اس موضوع خاص میں یہ کتاب خود بے سند ہے۔ ثانیاً یہ روایت کلبی سے ہے۔ جو مشہور دروغ گو ہے۔ شبلی صاحب کا پہلا اعتراض کہ مارگیولوس نے عربی ماخذ کا حوالہ نہیں دیا بالکل صحیح اور مارگیولوس کا ثبوت میں اپنا ماخذ پیش کرنا بالکل خلاف استدلال ہے۔ جب معجم البلدان میں یہ روایت دیکھ لی گئی تو مارگیولوس کے سر سے وضع حدیث کا الزام جاتا رہا۔ باقی رہا شبلی صاحب کا یہ فرمانا کہ معجم البلدان جغرافیہ کی کتاب ہے اور صنفِ حدیث میں موضوع نہیں ہوئی ہے مخالفین کے لیے تشفی بخش نہیں ہوسکتا اس لیے کہ وہاں تو دیوانہ راہوے بس است کا عالم ہے اُنہیں حدیث و جغرافیہ کی تفریق وتمیز سے کام نہیں۔ اُن کا تعصب اُن کی خودغرضی انہیں تمیز کب کرنے دے گی۔ اب اُنہوں نے ایک مسلمان مصنف کو دیکھ پایا۔ اور اُسی کے قول سے لگے استدلال کرنے۔

ان کی تنقید وتردید کے لیے ہم پھر شبلی صاحب کی خدمت میں عرض کریں گے کہ ان سے استدلال میں وہی اصول قائم رکھے جائیں۔ جو ہم لکھ کر بتلا آئے ہیں۔ یاقوت حموی کی جغرافیہ دانی یا حدیث سے ناواقف کاری یا کلبی کی موضوعیت اور غلط کاری دکھلانے سے کام نہیں نکلے گا۔ صاف صاف لکھنا اور اقرار کرنا ہوگا کہ خلاف اصل عقائد، کوئی صاحب ہوں، محدث، مؤرخ یا کوئی اور ہوں جب کوئی روایت کوئی واقعہ مخالف عقائد بیان فرمائیں گے۔ وہ مسلمانوں کے لیے نہ قابل قبول ہوگا نہ لائق تسلیم۔ اس لیے یہ تمام واقعات و روایات جو اوپر بیان کی گئی ہیں اور تاریخ بخاری اور مسند امام احمد بن حنبل وغیرہمیں ان کا ماخذ بتلایا گیا ہے۔ سب کے سب محض لغویات ہیں اور صریح مفتریات، مخالف اسلام کسی وقت اور کسی زمانہ میں نہ ہمارے رسول صلعم کے طریقے اور عمل ثابت ہوئے ہیں نہ اُس کے اہل بیت کرام علیہم السلام کے۔ رسولؐ نے نہ اُس کی بی بی نے کبھی بت پرستی کی اور نہ کبھی اپنی کسی اولاد کا نام بتوں کے نام پر رکھا۔ حقیقتاً عبدالعزیٰ نام آپ کا کوئی بڑا بیٹا ہی نہیں تھا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا۔ جن کی خصوصیت کی وجہ سے عرب کے قدیم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قومی دستور کے مطابق آپ کی کنیت ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مشہور ہوئی لیکن قضائے الٰہی سے وہ بھی قبل بعثت انتقال فرما گئے۔ یہ تمام مرویات اُس زمانہ اور اُس زمانہ کے لوگوں کی موضوعات ہیں جن لوگوں نے اوروں کے عیب چھپانے کے لیے شان رسالت کی تخصیص میں خواہ مخواہ تعمیم کو داخل کر دیا۔ ان لغویات کے لیے نہ اسلام جوابدہ ہوسکتا ہے اور نہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

موحدین سے ملاقات

محض بے ضرورت سرخی ہے۔ شبلی صاحب اور تمام اہل اسلام کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ رسالت کے تمام طریقے وہبی ہوتے ہیں۔ تعلیم زبانی اور توفیق یزدانی ابتدا سے لے کر انتہا تک رسولؐ کے شامل حال ہوتی ہے تو پھر اس کی کوئی ضرورت و احتیاج نہیں کہ موحدین سے ملاقات ہو یا نہ ہو موحدین سے ملاقات اور مجالسات منصب رسالت میں تعلیم و اکتساب کے شبہے پیدا کر دیں گی جو قطعاً مناقص رسالت ہے۔ جن موحدین کا ذکر کیا گیا ہے یا جن کے نام لیے گئے ہیں اُن کے اعتقادات فی الوحدۃ کی تفصیل وصورت بھی نہیں بتلائی گئی ہے کہ وہ کس قسم کی وحدانیت کے قائل تھے۔ ان میں سے شبلی صاحب نے ایک ورقہ بن نوفل کا حال خود لکھا ہے کہ وہ آخر میں عیسائی ہو گئے تھے۔ تو آپ ہی فرمائیے کہ اُن کی عقیدت فی الوحدت کس کام کی رہی جب اُنہوں نے ذات الٰہی کو قابل تناسل و توالد یقین کر لیا۔ پھر توحید کا ایسا غلط اور سراسر منافی اعتقاد رکھنے والے شخص کی ملاقات سے اُس بزرگ کو کیا لطف اور کیا فائدہ حاصل ہونے والا تھا۔ جو خالص اور کامل توحید کی تبلیغ و تعلیم کے لیے بھیجا گیا ہو اور جو خاص طور پر توحید کے راستوں سے اُن خار و خاشاک کو پاک وصاف فرما دینے کے لیے اُتارا گیا ہو جو سالکان وحدت کے دامنوں میں اُلجھ اُلجھ کر اُن کو قربت الٰہی کے حصول سے روک رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ خود اُس وقت کے موحدین میں قیس ابن ساعدہ، ورقہ بن نوفل، عبداللہ ابن جحش، عثمان بن الحوارث اور زید بن عمر بن نفیل (غرض خاص تو ان کے نام کے شمول سے تھی) کے نام گنا کر خود لکھتے ہیں کہ ان میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید سے ملاقات کی تھی جس کا ذکر صحیح بخاری میں بھی ہے۔ ص 141۔ اس سے معلوم ہوا کہ بقیہ لوگوں سے ملاقات نہیں ہوئی۔ تو پھر آپ ہی کی اس خاص تحریر سے یہ سرخی ''موحدین سے ملاقات'' غلط اور محض بے ضرورت ثابت ہوگئی۔ مگر آپ نے آگے چل کر اپنے اس اعتراف و اقرار پر بھی اعتبار نہیں کیا اور زید سے بھی ملاقات ہونے کی یہ صورت نکالی تھی کہ ورقہ عیسائی ہو گئے تھے۔ اور چونکہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے برادر عم زاد تھے اور مکہ ہی میں رہتے تھے اس لیے قیاس ہوتا ہے کہ آپ ان سے ملے ہوں گے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ان سے آپ کی دوستی تھی۔ ص 141

میں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ قیاس صحیح ہے اور بالکل فی الواقع۔ آپ کو خود اس کی واقعیت یاد نہیں رہی۔ اس لیے قیاس کرنے کی ضرورت ہوئی۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل سے ضرور ملاقات ہوئی۔ آپ خود لکھ چکے ہیں۔ اپنی سیرۃ النبیؐ جلد اول کے صفحہ 178 میں اپنی یہ عبارت ملاحظہ فرمالی جائے۔

آپ نے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا سے تمام واقعہ بیان کیا۔ وہ آپ کو ورقہ کے پاس لے گئیں۔ جو عبری زبان جانتے تھے اور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

توریت وانجیل کے ماہر تھے۔انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقعہ کی کیفیت سنی تو کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰؑ پر اُترا تھا۔ لیجیے ملاقات ہوگئی لیکن اس ملاقات سے وہ ملاقات جو آپ کی اصلی مراد ہے۔ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ بالکل غلط ٹھہری۔موحدین سے ملاقات کی خاص سرخی قائم کرنے سے جو آپ کا مدعا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن لوگوں میں مراسم تھے۔آپ ان کے پاس آتے جاتے تھے ممکن ہے کہ یہ لوگ بھی آپ کے پاس آتے جاتے ہوں۔مگر ورقہ والے مندرجہ بالا واقعہ نے صاف صاف بتلا دیا کہ آنحضرت صلعم اور ورقہ میں اس واقعہ سے پہلے شناسائی اور مراسم نہیں تھے۔کیونکہ اگر ان کے درمیان آمد ورفت ہوتی تو حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کو لے جانے اور معرفت کرانے کی ضرورت نہ پڑتی۔اگر قبل سے آپس میں روابط ہوتے تو آپ بالنفس النفیس جا کر براہ راست اُن سے اپنی تسکین وتشفی فرما لیتے۔جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کی معرفی کی ضرورت نہیں تھی۔اس سے ثابت ہوا کہ فی مابین صرف شناسائی تھی۔مجالست یا مکالمت اور صلاح ومشاورت ثابت نہیں۔

ورقہ بن نوفل کا ذکر ہو چکا۔قیس بن ساعدہ کی نسبت لکھا جاتا ہے۔ادب ومحاضرات کی کتابوں میں عموماً اور بعض تاریخوں میں بھی مذکور ہے کہ قیس ابن ساعدہ نے عکاظ میں جو مشہور خطبہ دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خطبہ میں شریک تھے۔

شبلی صاحب نہ اپنے کسی اقرار پر قائم رہتے ہیں اور نہ اپنے کسی نظریہ پر۔ذرا اپنے دیباچہ میں نقل روایات کے متعلق اپنے مقرر کردہ حدود ونصاب یاد فرمائے جائیں۔پھر اپنے ادب ومحاضرات کے حوالہ جات پر غور کیا جائے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ واقعہ آپ کے نصاب مقررہ کے مطابق ہرگز قابل اندراج نہیں تھا۔پھر آپ نے محض بے ضرورت اس کو کیوں لکھا اور پھر لکھ کر آیندہ عبارت میں قوی دلائل سے اس کی تردید بھی فرما دی تو گویا تمام تر یہ آپ کی سعی حاصل تھی اور کچھ بھی نہیں لیکن آپ نے ان واقعات کو خاص کر اس وجہ سے لکھا اور حتیٰ الامکان اس کی تردید بھی کر دی۔اس باعث سے کہ عیسائی منصفین انہیں غیر مفید اور نامستند مرویات کو اپنی عالم فریبی کا ماخذ بنا لیتے ہیں۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت ان لوگوں کی تعلیم ہدایت، مشاورت اور صحبت کا نتیجہ بتلاتے ہیں۔

ہمیں بھی اقرار ہے کہ یہ غرض آپ کی صحیح ہے اور یہ سعی آپ کی حفظ ماتقدم کے اعتبار سے ایک حد تک مفید ہے لیکن اپنے قیس ابن ساعدہ کی روایت کے متعلق اپنی تنقید وتردید کو تمام کر دیا ہے ورقہ بن نوفل اور خصوصاً زید بن عمر بن نفیل کی نسبت مجالست۔مکالمت اور برابر صحبت کو صحیح یقین کر لیا ہے۔کیونکہ زید کی نسبت تو صحیح بخاری کی اسناد موجود ہیں۔اس لیے ان مرویات کی تردید پر آپ کا قلم نہ اُٹھ سکا۔جب قلم نہ اُٹھ سکا اور تردید نہ ہو سکی تو آپ کے مخالف کو ان ماخذوں سے اپنی عالم فریبی کے نتیجے نکالنے کا تو ویسا ہی موقع حاصل رہ گیا۔اگر قیس بن ساعدہ سے نہیں تو ورقہ اور زید بن عمر سے استفادہ اور مشاورت فی علم الرسالت کا قیاس تو اپنی حالت پر قائم رہے گا۔ حالانکہ یقیناً رسالت کو ان ظنیات اور قیاسات سے کیا واسطہ اور کیا سروکار۔اور ان مشتبہین فی المعرفت اور مشکوکین فی الوحدت کو سکینۂ رسالت کے آگے کیا مقدار اور کیا اعتبار۔یہ گم کردگانِ حقیقت اپنے خیالات وجذبات میں بغیر کسی راہبر کے شاہد حقیقی کی تلاش میں اگر تھوڑا بہت سمجھ سمجھ کر بگڑ رہے تھے۔یا بگڑ بگڑ کر سمجھ رہے تھے۔وہ حقیقتاً اصل خداشناسی اور معرفت سے کوسوں دور تھے۔پھر مبلغ رسالت اور متمم نبوت کو ان سے صحبت رکھنے کی نہ کوئی ضرورت تھی اور نہ مشاورت کرنے کی حاجت۔اس بنا پر ان لوگوں کی ملاقات یا مجالسات کا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ذکر کرنا اور پھر اس اہتمام سے کہ اس کے لیے ایک جداگانہ عنوان قائم کرنا، معترضین کو اعتراض کا اور موقع دلانا ہے اور متوہمین کے توہمات کو اور قوی بنانا ہے۔ دیکھئے آپ خود اپنی کتاب میں چار صفحوں کے بعد ان لوگوں کے نتیجہ کو جن کو آپ موحدین بتلاتے ہیں اور اُن سے رسول صلعم کی ملاقات کو ایک خاص باب میں بیان فرماتے ہیں۔ ان الفاظ مفصلہ ذیل میں لکھ کر دکھلاتے ہیں۔

یہ فطرت سلیم اور نیک سرشتی کا اقتضا تھا۔ لیکن ایک شریعت کبریٰ کی تاسیس ایک مذہب کامل کی تشیید اور رہنمائی کونین کے منصب عظیم کے لیے کچھ اور درکار تھا اس زمانہ کے قرب میں تین اور حق پرستوں (ورقہ، زید، عثمان بن حویرث) کے دل میں خیال آیا کہ جماد الایعقل کے آگے سر جھکانا حماقت ہے۔ چنانچہ سب مذہب حق کی تلاش میں نکلے لیکن ناکامی کی دیوار سے سر ٹکرا ٹکرا کر رہ گئے۔ ورقہ اور عثمان عیسائی ہو گئے۔ اور زید یہ کہتے کہتے مر گئے کہ اے خدا اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ تجھے کس طریقہ سے پوجنا چاہیے تو میں اُس طریقہ سے تجھے پوجتا۔ (سیرۃ النبیؐ جلد اوّل ص146)

جب آپ خود ان لوگوں کی ایسی حالت لکھ کر اقرار کرتے ہیں کہ سب کے سب دیوار سے سر ٹکرا ٹکرا کر رہ گئے یعنی کوئی بھی راہ معرفت یا منزل وحدت تک نہیں پہنچا۔ تو پھر آپ نے اُن کو موحدین کیسے تسلیم کر لیا۔ اگر بتوں کی پرستش نہ کرنے سے آپ کو اُن پر قائل توحید ہونے کا گمان ہوا ہے تو پھر جین، بدھ اور نانک شاہی تمام فرقوں کو موحد مان لیجیے۔ اور ان کے عالموں اور موجدوں سے ملاقات کرنے کو (اگر واقعات مل جائیں) ایک رسولؐ کے لیے ضروری اور قابل الذکر یقین کیجیے۔ اور اگر ورقہ وغیرہ کے عیسائی ہو جانے سے آپ نے موحد سمجھ لیا تو جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں آپ کو بھی مسئلہ تثلیث کو عین توحید تعین کر لینا ہوگا افسوس تو یہ ہے کہ آپ خود غرضانہ تقلید اسلاف کے ساتھ داد تحقیق و انصاف لینا چاہتے ہیں اور اجتماع ضدین محال ہے۔

ایک زید بن عمر بن نوفل کی شخصیت اور معرفت قائم کرانے کے لیے جن کے سلسلہ میں تین پشت بعد حضرت عمر بن الخطاب پیدا ہوئے۔ یہ تمام کوشش کی گئی ہے اس میں شک نہیں کہ شبلی صاحب کی یہ ایجاد اور طبع زاد خاص نہیں۔ بلکہ ایک زمانہ سے علما و محدثین نے حفظ ماتقدم کے خیال سے اور حضرت عمر کے خاندانی اور قدیم فضل و کمال ثابت کرنے سے ان مرویات کو جو صریح موضوعات میں۔ تاریخ و سیرت کی کتابوں میں داخل کر دیا ہے۔ جو مناقص شان رسالت ثابت ہونے کے علاوہ طرح طرح کے فساد پیدا کرتی ہیں۔ جن میں سے ایک تو عیسائی معترضین کو غلط تعریضات کی موقع دہی ہے۔ جس کی آپ خود تنقید و تردید فرما چکے ہیں اس کے علاوہ اور مفسدات ہیں جو نفس اسلام میں سخت خرابی پیدا کرتے ہیں۔

احباب خاص

یہ سرخی بھی بے کار ہے اور محض بے ضرورت۔ لیکن جس ضرورت خاص سے آپ نے اس کو لکھا ہے وہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ شبلی صاحب کی عبارت یہ ہے۔

نبوت سے پہلے جو لوگ آپ کے احباب خاص تھے۔ نہایت پاکیزہ اخلاق، بلند مرتبہ اور علیٰ مرتبت تھے ان میں سب سے مقدم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت ابوبکر تھے۔ جو برسوں آپ کے شریک صحبت رہے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے چچیرے بھائی حکیم بن خرام جو قریش کے معزز رئیس تھے وہ بھی احباب خاص میں تھے۔ حرم کا منصب رفادہ انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ دارالندوہ کے بھی یہی مالک تھے۔ چنانچہ اسلام کے بعد امیر معاویہ کے ہاتھ میں ایک لاکھ درہم پر بیچ ڈالا۔ لیکن یہ کل رقم خیرات کر ڈالی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر میں پانچ برس بڑے تھے اگرچہ یہ مدت تک یعنی ہجرت کے آٹھویں سال تک ایمان نہیں لائے۔ لیکن اس حالت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کعبہ میں ذویزن کا اسباب نیلام ہوا تھا۔ اُس میں ایک حلہ تھا۔ انہوں نے اُس کو پچاس اشرفیوں پر خریدا اور مدینہ لے کر آئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نذر کریں آپ نے فرمایا کہ مشرکین کا ہدیہ قبول نہیں کرتا البتہ قیمت لو تو لے سکتا ہوں۔ مجبور ہو کر انہوں نے قیمت لینی گوارا کر لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو لے لیا ضماد ابن ثعلبہ جوازد کے قبیلے سے تھے۔ جاہلیت میں طبابت اور جراحی کا پیشہ کرتے تھے۔ یہ بھی احباب خاص میں تھے۔ نبوت کے زمانہ میں یہ مکہ میں آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ راستہ میں جا رہے ہیں اور پیچھے لونڈوں کا غول ہے مکہ کے کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجنون کہتے تھے۔ لڑکوں کا غول دیکھ کر ضماد نے بھی یہی قیاس کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ محمدؐ (صلعم) میں جنون کا علاج کرتا ہوں۔ آپ نے حمد وثنا کے چند موثر جملے ادا کیے ضماد مسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ کو مسلم اور نسائی نے مختصراً لکھا ہے لیکن زیادہ تفصیل مسند امام احمد بن حنبل جلد اول 302 میں ہے۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تجارت کے کاروبار میں شریک تھے۔ اُن میں سے ایک صاحب قیس بن سائب مخزومی تھے۔ مجاہدین اخبیر جو مشہور مفسر گزرے ہیں وہ انہیں کے غلام تھے۔ ان کا بیان ہے کہ شرکاء کے ساتھ آپ کا معاملہ نہایت صاف رہتا تھا اور کبھی کوئی جھگڑا یا مناقشہ پیش نہیں آتا تھا۔ سیرۃ النبیؐ ج ص 144۔

احباب خاص میں اگر حضرت ابوبکر کو آپ بعد نبوت احباب خاص میں شمار فرماتے تو مجھے کوئی عذر نہیں تھا۔ مگر افسوس ہے کہ مجھے قبل نبوت ان کے احباب خاص ہونے میں ضرور تامل ہے۔ اس لیے کہ شبلی صاحب خود راہب بحیرا کا قصہ لکھ کر اقرار کر چکے ہیں کہ اس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت بلالؓ اور ابوبکرؓ بھی اس سفر میں شریک تھے۔ حالانکہ اُس وقت بلال کا وجود بھی نہیں تھا اور حضرت ابوبکر بچے تھے۔ سیرۃ النبی ص 131۔ ممکن ہے کہ اُن کے درمیان شناسائی ہو۔ لیکن محض شناسائی احباب خاص کی خصوصیت تک نہیں پہنچتی۔ خصوصاً جب دس سال میں فیما بین اتنی تفاوت واقع ہو کہ ایک تیرہ سالہ ہو قریب بلوغ اور دوسرا بچہ ہو سہ سالہ یا چار سالہ۔ شبلی صاحب احباب خاص کی ضرورت اور مقاصد و مطالب کو خوب جانتے ہیں۔ علی العموم احباب خاص وہی اشخاص بنائے جاتے ہیں جو سن و سال اور علم و کمال اور فکر و خیال میں مساوی ہوتے ہیں۔ ان خصائص میں سے کوئی خصوصیت اُس وقت تک حضرت ابوبکر کے لیے ایسی ثابت نہیں کی جاتی۔ جس میں وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ مساوی ٹھہرائے جائیں۔ جب کوئی ایسا قرینہ اور ذریعہ یا ضرورت ایسی معلوم نہیں ہوتی تو حضرت ابوبکر کو قبل از وقت نبوت کے خاص احباب میں شامل کرنے سے آپ کی وہی غرض و غایت۔ حفظ ماتقدم اور پیش بندی سمجھی جائے گی جو ارباب موحدین کی فہرست قائم کرنے میں آپ زید بن عمر بن نفیل کے شمول کی نسبت مدنظر رکھ چکے ہیں۔ عرب کی قدیم تاریخوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں تو نہ ارباب موحدین سے ملاقات رکھنے کا ذکر ہے اور نہ احباب خاص کا مذکور۔ ہاں حدیثوں سے ماخوذ کی ہوئی سیرت و تاریخ کی کتابوں میں عالم صحابیت کی بنیاد رکھنے کے لیے ان واقعات کو قلم بند کرنا از حد ضروری سمجھا گیا ہے کیونکہ یہی حضرات قبل نبوت تک تو احباب خاص رہتے ہیں اور بعد نبوت اصحاب خاص ہو جاتے ہیں۔

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ تنہا حضرت ابوبکر کا شمول کافی نہ تھا۔ بہتر ہوتا کہ عشرہ مبشرہ کے تمام حضرات احباب خاص کے اس قدیم دائرے میں لے لیے جاتے۔ تو صحبت بھی معقول ہو جاتی۔ اور ان بزرگواروں کے آیندہ حسن خدمات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و رفاقت کے لیے اپنی صلاحیت و موزونیت کو کو آپ ثابت کر دیتے۔ لیکن شبلی صاحب کا نہ اتنی جرأت اور نہ اتنی جدت کہ وہ تقلید اسلاف کا قدیم طریقہ چھوڑ کر اپنی مضمون آرائی میں کوئی تازگی پیدا کریں۔ اس لیے آپ نے وہی پرانی اور پائمال لکیر پیٹی۔

حکیم ابن خرام جو حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے چچا زاد بھائی ہوتے تھے دوسرے نمبر میں احباب خاص بتلائے جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے احباب خاص ہونے کی تو کوئی خصوصیت نہیں بتلائی گئی۔ لیکن ان کے اوصاف و خصائص کی قدرے معرفت کرائی گئی ہے۔

اوّل یہ ہے کہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے برادر عم زاد تھے۔ اصولاً یہ قرابت بھی مفید مطلب نہیں ہوتی کیونکہ واقعات تو یہ بتلاتے ہیں کہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کا اپنا بھائی نوفل بن خویلد وہ بد بخت ازلی تھا۔ جو شقی ترین مشرکین کے ساتھ رسالت کا مرتے دم تک دشمن بنا رہا اور آخر کار معرکہ بدر میں جناب علی مرتضیٰؑ کی تیغ آبدار سے واصل جہنم ہوا۔ یہ تو حقیقی بھائی کا مال کار ہے۔ اس کے مقابلہ میں برادر عم زاد کا کیا شمار۔ اور اس میں ترقی کی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ بد بخت ابولہب جو اصلی قرابت میں اپنا چچا ہوتا تھا۔ ہمیشہ بالائے جان بنا رہا تو پھر ان سبھی علاقہ بندوں کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

دوم یہ کہ قریش کے نامور رئیس تھے۔ دار الندوہ اور رفادہ کے مالک یہ سب صحیح اور فی الواقع۔ مگر یہی وجوہات نبوت کے احباب خاص ہونے کے اگر اسباب خاص قرار دیے جائیں تو نبیؑ زمانہ کی حیثیت رؤساء اور اہل تمول سے یا اُمرا کے درباری مصاحبین سے زیادہ ثابت نہیں ہوگی۔ اور پھر نبوت و رسالت کے ابتدائی جذبات و خیالات امارت و ریاست کے موثرانہ اقتباسات بتلائے جائیں گے۔ وہم پرست مخالفین تو آپ کے اس قیاس بے مقدار کا طومار بنا دیں گے۔

سوم یہ کہ آخر میں ان احباب خاص کا مال کار جو نبوت و رسالت کا مدعا ہے خاص ہونا چاہیے۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بزرگ آٹھویں سال ہجری تک نہ اپنے محب خاص کو رسول برحق سمجھ سکے اور نہ اُس کی رسالت کو سچی رسالت۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود اتنے مراسم داری کے نبوت ان پر اپنے فیضان کا کوئی اثر نہ پہنچا سکی۔ پھر پیغمبر کو ان اشخاص کو احباب خاص بنانے سے کیا فائدہ ہوا۔ اس کے بعد شبلی صاحب علہ والا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے تو حکیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و الفت کیا ایک قسم کی نفرت ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی مقام سے اصل مدعائے نبوت معلوم ہو جاتا ہے جو ہر نبی اللہ کو ابتدا ہی سے مدنظر رہتا ہے۔ آپ اپنے قدیم دوست کے ہدیہ کو صرف اس بنا پر واپس دیتے ہیں کہ وہ اب تک ایمان نہیں لایا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اس لیے جس شخص سے ایسا گہرا اور قدیم اتحاد قائم ہے۔ وہ اب تک دل میں تو جھوٹا سمجھتا ہے لیکن محض ظاہر داری کے طریقہ پر اُس کے ساتھ نمائشی خلوص و محبت کا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اظہار کرتا ہے۔ یہ معاملات تو احباب خاص کی خصوصیت کو اور بدنما بنا دیتے ہیں۔ اور احباب خاص ہونے کا جیسا شبلی صاحب کا قیاس ہے کوئی کافی ثبوت نہیں پہنچاتی یہ تو خیر حکیم بن خرام کا ہدیہ تھا جو بلا قیمت نہیں لیا گیا اور اس وجہ خاص سے کہ حکیم اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ہم تو شبلی صاحب کو حضرت ابوبکرؓ کا ہجرت کے موقع پر اونٹ کا ہدیہ پیش کرنا یاد دلاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ تو خیر یت سے مسلمان بھی ہو چکے تھے اور اس وقت رفیق تنہا بنائے جا چکے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے نکاح بھی ہو چکا تھا۔ اس وجہ سے قرابت سبھی پر بھی فائز ہو چکے تھے لیکن ان تمام خصوصیات پر بھی مضاعف قیمت دے کر اُن کا اونٹ لیا گیا۔ ایسا عالی ہمت سیر چشم اور مستغنی المزاج بزرگ کیا اُمرا کا احباب بنتا یا اُن کو اپنا احباب بنانا کب گوارا فرماتا۔

ضماد ابن ثعلبہ ارذی غریب کا۔ جو احباب خاص کے تیسرے نمبر میں رکھے گئے ہیں۔ حکیم ابن خرام کے ایسے دولت مند شخص سے اچھا مال کا رہوا اور اُن پر فیضان نبوت کے اچھے اور پورے اثرات ہوئے۔ ان کے مخلصانہ سوال کے جواب میں لبہائے مبارک سے چند موثر جملوں کا ارشاد ہونا تھا۔ جیسا کہ لکھا گیا ہے۔ ضماد مسلمان ہو گئے۔ شبلی صاحب اسی واقعہ سے شان رسالت اور فیضان نبوت کی حقیقت کو سمجھ لیں۔ ابھی تک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فائز برسالت بھی نہیں ہوئے تھے۔ پھر بکمال تسخیر اور قوت تاثیر جو سوائے قدرت روحانیت کے آئے۔ آ نہیں سکتی۔ اُس وقت آپ کے ارشاد میں کیسے اور کہاں سے آئیں۔ اُس وقت تک نزول قرآن بھی نہیں ہوا تھا۔ جو یہ کہا جائے کہ آپ نے وہ قرآن کے جملے پڑھے تھے۔ اور یہ کلمات الٰہی کی جبروتی تاثیر تھی جس نے ضماد کو قبول ایمان کی طرف کھینچ لیا۔ یہی وہ مشاہدات ہیں جو ہر زمانہ میں نبی زمانہ کو عام اس سے کہ وہ فائز برسالت ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہدایت وارشاد کے مخصوص موقعوں اور ضرورتوں کے وقت ان کمالات روحانیہ سے ہمیشہ کامل ثابت کرتے ہیں۔ یہ کمالات اُس کی فطرت صالحہ کے ساتھ ساتھ پیدا کیے جاتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ بالمدارج نشوونما اور ترقی پاتے رہتے ہیں۔ اسی بنا پر انبیاء ومرسلین کا از مھد الی اللحد ان تمام کمالات پر فائز ہونا اسلام کے اصول عقائد میں داخل ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر امام رازی۔

قیس ابن سائب مخزومی کا احباب خاص کی فہرست میں چوتھا نمبر رکھا گیا ہے۔ میرے خیال میں ان کا اندراج تو بالکل بے ضرورت ہے۔ ان کے خیالات سے سوائے اس کے کچھ اور نہیں معلوم ہوتا کہ جن لوگوں کے ساتھ آنحضرت صلعم مکہ میں کاروبار یا تجارت رکھتے تھے۔ اُن کے ساتھ آپ کے معاملات کو یہ بہت صاف رکھا جانا ثابت کرتے ہیں۔ اس بزرگ کے اس بیان سے نبوت کی حقیقت کیا معلوم ہوئی۔ ہاں اُس زمانہ میں مشغلہ تجارت کے متعلق آپ کا کمال تمدن ثابت ہوتا ہے۔ جو شبلی صاحب کے موضوع تالیف سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ تجارت میں کمال تمدن کوئی ایسی نادر چیز نہیں جو آپ کی ذات میں من حیث التجارت کوئی خصوصیت ثابت کرتا ہو۔ یہ تو تجارت اور اہل تجارت کے لیے عموماً اتنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر ایک دن بھی اُن کا کاروبار نہیں چل سکتا۔ فی زمانہ بڑی بڑی تاجر کمپنیاں کھلی ہیں اور قریب قریب تمام تر غیر اسلامی ہیں۔ اور اُن میں کمال تمدن ثابت ہوتا ہے تو کیا اُن کے اس کمال تمدن سے ہم اُن میں شائبہ نبوت بھی تسلیم کرلیں اگر ایسا ہی ہو تو ہر سچا آدمی نبی ہو سکتا ہے۔

افسوس ہے شبلی صاحب کی اس خودغرضانہ غفلت اور ہوشیارانہ خفا دچشم پوشی پر آپ نے احباب موحدین اور مخصوصین کی فہرستیں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کمال تفحص وتلاش سے مرتب کرلیں اور بڑے خرم واحتیاط سے سرے سے بیرونی اور غیر سرکاری لوگوں کو آنحضرت صلعم کے ارباب ملاقات اور احباب روابط واتحاد میں شامل کرلیا۔لیکن آپ کی یاد اور آپ کی نظر توجہ کبھی اس طرف نہ گئی کہ محمد صلعم کے گھر میں کوئی تھا۔ جس سے آپ مجالست، مکالمت یا صحبت کا لطف اُٹھاتے اور اُس کو محب خاص بناتے۔قرائن بتلارہیں کہ آپ کی تحقیق میں یا تو محمد (صلعم) کا گھر آدمیوں سے بالکل خالی تھا یا اُن کے گھر والے ایسے ہی نکارا تھے کہ آنحضرت صلعم سرے سے اُن کو منہ لگانا نہیں چاہتے تھے۔اور اُن سے مجالست مکالمت یا صحبت رکھے جانے کی ذلت کو گوارا نہ فرماتے تھے۔

بنی ہاشم پر جیسا کہ آپ کی ابتدائے تالیف سے نظر شفقت ہے وہ اس کتاب میں ہم ہر ہر مقام پر دکھلاتے آئے ہیں اور انشاءاللہ دکھلاتے آئیں گے۔شبلی صاحب ذرا لگتی ہوئی باتوں کو کتاب میں لکھا کیجیے۔جس بزرگوار کے گھر میں ایک کبیر السن جدامجد خدا کے فضل وکرم سے اُس کے گیارہ ہوشیار اور اہل کاروبار بیٹے اور پھران بیٹوں کے متعدد بیٹے موجود ہوں۔کنبہ کا کنبہ اور قبیلہ کا قبیلہ ایسا بھرا پڑا ہو۔وہ اپنے تمام عزیز واقارب میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مراسم وروابط نہ پیدا کرے۔نہ کسی سے ملاقات رکھتا ہو اور اُن میں سے کسی کو اپنا دوست اور احباب خاص بناتا ہو۔آپ ہی کہیے کس قدر خلاف فطرت ہے اور مناقص عادت۔کیا (نعوذ باللہ) عبدالمطلب کے گھر میں سب کے سب ابولہب ہی تھے۔

سب کو جانے دیجیے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے چھوٹے چچا حضرت حمزہ جو سن میں تقریباً برابر اور رضاعی بھائی بھی ہوتے تھے جن کے متعلق آپ خود لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے اعمام میں حضرت حمزہؓ کو آپ سے خاص محبت تھی۔(تاہم احباب خاص میں نہ لیے گئے) وہ آپ سے سن میں دوتین برس صرف بڑے تھے۔اور ساتھ کھیلے تھے۔دونوں نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا اور اس رشتہ سے بھائی بھائی تھے۔وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن آپ کی ہرادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔(تاہم احباب خاص کہے جانے کے قابل نہیں تھے) اُن کا مذاق طبیعت سپہ گری اور شکار افگنی تھا۔دن بھر تمام دن شکار میں مصروف رہتے تھے۔شام کو واپس آتے تو پہلے حرم میں جاتے۔طواف کرتے۔قریش کے رؤسا صحن حرم میں الگ الگ دربار جما کر بیٹھا کرتے تھے۔حضرت حمزہ ان لوگوں سے صاحب سلامت کرتے۔کبھی کسی کے پاس بیٹھ جاتے اس طریقہ سے سب سے یارانہ تھا۔اور سب لوگ ان کی قدرومنزلت کرتے تھے۔(مگر شبلی صاحب کو ان کی اتنی قدر بھی گوارا نہ ہوسکی کہ رسولؐ کے احباب خاص میں ان کا نام بھی لکھ دیں)۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخالفین جس بے رحمی سے پیش آتے تھے یگانوں سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ایک دن ابوجہل نے رَو در رَو آپ کے ساتھ گستاخیاں کیں۔ایک کنیز دیکھ رہی تھی۔آئے تو اُس نے تمام ماجرا کہا۔حضرت حمزہؓ غصہ سے بے تاب ہوگئے۔تیر وکمان ہاتھ میں لیے حرم میں آئے اور ابوجہل سے کہا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں۔سیرۃ النبیؐ جلد اوّل صفحہ۔

دیکھئے شبلی صاحب لکھنے کو تو سب لکھ گئے۔لیکن حضرت حمزہؓ کو جوش محبت اور جذبات قرابت کے اصلی اور عملی خدمات کی تفصیل کو بالکل مرفع القلم فرما گئے۔گویا اس واقعہ میں حضرت حمزہ کی رفاقت وحمایت نبویؐ کے یہ مشاہدات آپ کے نزدیک ذکر کے قابل ہی نہیں تھے۔حقیقتاً ہم آپ کی اس فرو گذاشت کی ضرورت خاص کو جو آپ کا اصل مدعا ہے خوب سمجھتے ہیں اور واقعی اگر آپ اس کی تفصیل کردیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تو موحدین سے ملاقات اور احباب خاص کی طلسمی فہرست جو آیندہ ایک بڑے عالم خاص کی بنیاد قائم کرنے کے لیے مرتب کی گئی ہے بالکل غارت اور برباد ہو جائے۔ مگر ہم مجبور ہیں۔ حقیقت حال کا انکشاف کیے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ یہ پورا قصہ تو ہم حضرت حمزہ کے اسلام لانے کے متعلق لکھیں گے۔ یہاں ہم صرف اس کے متعلق اتنی ہی عبارت اور اُس کی تفصیل ذیل میں درج کرتے ہیں جس کو آپ نے اصل واقعہ سے نکال دیا ہے۔ اور عربی ماخذوں کی اصلی عبارتوں کے ترجموں میں خواہ مخواہ قطع و برید کر دیا ہے۔ دیکھئے آپ لکھتے ہیں۔ ایک دن ابوجہل نے رَو در رَو گستاخیاں کیں۔ ایک کنیز دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہ شکار سے لوٹے تو اُس نے یہ ماجرا کہا۔ حضرت حمزہؓ غصہ سے بے تاب ہو گئے۔ تیر و کمان ہاتھ میں لیے حرم میں آئے اور ابوجہل سے کہا کہ میں مسلمان ہو گیا۔

شبلی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کو دیکھ کر جو حقیقتاً ایک مضمون ہے جس کی صرف ابتدا ہے خیر ندارد۔ ہر شخص سمجھ لے گا کہ حضرت حمزہؓ غصہ سے بے تاب ہو گیا۔ تیر و کمان لیے حرم میں آئے اور ابوجہل سے کہا میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ مگر تاہم اُس کو آپ سے یہ پوچھنے کا حق باقی رہ جائے گا کہ حضرت حمزہؓ غصہ سے اتنی بے تابی کی کیا وجہ تھی۔ اگر ابوجہل کی گستاخیاں اس کی باعث تھیں تو پھر ان بے تابیوں کا نتیجہ کیا نکلا۔ کچھ بھی نہیں۔ جب آپ کے لکھنے کے مطابق اس کے نتیجہ پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ باآں شور اشوری و بایں بے نمکی۔ یہ خالی وہم کی تھی اور زبانی پرجوشی تھی۔ تیر و کمان کے لیے یہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور کچھ بھی نہ کر سکے نہ معلوم وہ غصہ کیسا تھا اور کیا ہوا۔ اُس کی بے تابی کیسی تھی اور کیا ہوئی۔ ان امور پر غور کرنے کے بعد ہر شخص آپ کے منہ پر کہہ دے گا کہ آپ نے اپنی اس عبارت میں ایک واقعہ کی مبتدا کو تو لکھا لیکن اُس کی خبر کی کوئی خبر نہ لی۔

اب میں اُس ابتدا کی خبر لکھ کر بتلائے دیتا ہوں۔ کہ اس واقعہ کے نتیجہ سے حضرت حمزہؓ کی حمایت و رفاقت نبویؐ جو حقیقتاً قرابت و یکجہتی کے اصلی مقصود میں پورے طور سے ثابت ہوتی ہیں۔ ابن ہشام، طبری، قسطلانی اور زرقانی بیک لفظ لکھتے ہیں:

فاحتمل حمزة الغضب لما اراد الله به من كرامته فخرج سريعا لا تقف على احد كما كان يصنع يريد الطواف بالكعبة معد الابي جهل اذا لقيه ان يقع به فلما دخل المسجد نظر اليه جالسا في القوم فاقبل نحوه حتى نحوه قام على راسه رفع القوس فضرب بها ضربه فشحه بها شجة منكرة (طبری 1178۔ ابن هشام 99 زرقانی 99

حضرت حمزہ غصہ سے بے تاب ہو گئے کیونکہ قدرت خدا نے ان کے اس غیظ کی حالت خاص سے اظہار کرامت کا ارادہ فرمایا تھا۔ اس لیے صورت حال سن کر آپ نہایت تیزی سے گھر سے چلے۔ اور جیسا کہ طواف کعبہ کرتے وقت آپ کا دستور تھا اُس دن اُس کے خلاف آپ حاضرین کعبہ میں کسی ایک کے پاس بھی نہ ٹھہرے کیونکہ آپ کا مدعا ابوجہل سے صرف ملنے کا تھا۔ مسجد حرام میں پہنچے ابوجہل اپنی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا آپ سیدھے اُسی کی طرف بڑھتے ہوئے چلے آئے۔ یہاں تک کہ آپ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُس کے سر کے بالکل قریب آ گئے۔ اپنی کمان (غالباً لوہے کی ہوگی) اٹھائی اور اُس سے اُس کو ایک ضرب شدید لگائی۔

غصہ کی شدت اور انتقام کی پر جوشی کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ منتقم مقابل مخالف کو اُس وقت تک وجہ انتقام نہیں بتلاتا۔ جب تک کہ فعل انتقام کو عملی صورت میں انجام تک نہیں پہنچا لیتا۔ یہی کیفیت غصہ کی بے تابی سے حضرت حمزہؓ کی ہوئی۔ جب ابوجہل کو مار چکے یا یوں کہو کہ اُس سے انتقام لے چکے یا اُس کو اُس کی گستاخی کی سزا تک پہنچا چکے تو اُس سے بالفاظ طبری یوں ارشاد فرمایا۔ اتتشمه و انا علی دینه (ارے دیکھ تو نے جسے گالیاں دیں میں اُسی وقت سے اُس کے دین میں آ گیا) دنیا کے انصاف پسند اور حیا بین حضرات دیکھ لیں۔ شبلی صاحب نے پیغمبرؐ کے ایسے دل سوز اور جان نثار احباب خاص کی سرفروشی اور جان نثاری کی خدمات کو کیسا چھپایا ہے اور قطع و برید فرما کر کیسا غارت کیا ہے۔ کیا شبلی صاحب پیغمبر صلعم کے ایسے جانثار اور معین و مددگار کو احباب خاص اور ملاقات رکھنے والے حضرات کی فہرست میں نہیں لے سکتے تھے؟ کیا قبل اسلام اُن کی یہ جان نثاری اور حمایت رسولؐ اُن کی محبت خاص اور اختصاص کو ثابت نہیں کرتی۔ کیا یہ واقعات ثابت نہیں کرتے کہ خود اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں اُن کے سینہ پر اپنا خون گرانے والے موجود تھے۔

اسی طرح اعمام میں حضرت عباس کا نام بھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُن کے تعلقات اور جذبات بھی اُسی مقدار و اعتبار پر یقین کیے جائیں گے۔ جتنے اور جیسے حضرت حمزہؓ کے۔ یہ وہی بزرگ تھے جن سے قبل رسالت آنحضرت صلعم نے حضرت ابیطالب کی عیالداری اور ناداری کی حالتوں میں اعانت و کفالت کی درخواست کی تھی اور خاص مجلس مشاورت قائم کر کے عقیل کو ابیطالب کے پاس رہنے دیا۔ علیؑ کو اپنے پاس رکھ لیا اور جعفر کو اُن کے (عباس) حوالہ کر دیا تھا۔ شبلی صاحب کے پاس اتنا دل دردمند کہاں جو بنی ہاشم کے ان باہمانہ اور دل سوزانہ جذبات یکجہتی اور تعلقات قلبی کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے اور قابل الذکر سمجھتے۔ آپ کو تو ہمیشہ ذکر اغیار سے لطف آتا ہے۔ اور اسی بنا پر آپ نے اس واقعہ کا ذکر بھی سیرۃ النبی میں نہیں کیا ہے اور کیوں کرنے لگے؟ لیکن حقیقت نے اپنا انکشاف کرا ہی لیا۔ اور حضرت عباس کی نسبت غزوۂ بدر کے آخر میں آپ کے قلم سے اتنا نکل گیا ہے کہ

دوسری طرف محبت کا یہ اقتضا تھا کہ حضرت عباسؓ کی کراہ سن کر رات کو آپ آرام نہ کر سکے۔ لوگوں نے گرہ کھولی تو آپ نے آرام فرمایا۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول ص243

اب آپ ہی تصفیہ فرمائیں کہ جس کی محبت کے تقاضے اس حد تک پہنچے ہوئے ہوں کہ اُس کی تکلیف کی وجہ سے رات بھر رسول اللہ صلعم کو نیند نہ آئی۔ جب اُس کی تکلیف رفع کر دی گئی تب رسول صلعم نے آرام فرمایا۔ تو کیا ایسا شخص احباب خاص کی تعریف میں نہیں آ سکتا؟ لیکن شبلی صاحب مجبور تھے۔ ان واقعات کو کیسے لکھتے۔ حضرات حمزہ اور عباس دونوں صاحب بنی ہاشم تھے۔ اہلبیت کے دائرہ میں شمار ہوتے تھے جن کے ذکر و نام سے شبلی صاحب کو چھینک آتی ہے۔

حمزہؓ اور عباس۔ اعمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات تمام کر کے آپ کے بھائیوں کے حسن خدمات ملاحظہ ہوں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائیوں میں عبید اللہ بن حارث بن عبد المطلب بھی اُس گھر میں تھے۔ اس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بزرگ کے حالات اور انہیں تو معرکہ بدر میں پڑھ لیے جائیں۔ آپ خود لکھتے ہیں۔

عتبہ حضرت حمزہؓ سے اور ولید حضرت علیؑ سے مقابل ہوا۔ عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا حضرت علی نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور عبیدہ کو کندھے پر اُٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ عبیدہ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا میں دولت شہادت سے محروم رہا۔ آپ نے فرمایا نہیں تم نے شہادت پائی۔ عبیدہ نے کہا آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ اُن کے اس شعر کا مستحق میں ہوں۔

و نسلمه حتے تصرع حوله۔ و نذهل عن ابنائنا والحلائل۔

ہم محمدؐ کو اُس وقت دشمنوں کے حوالے کر دیں گے جب ہم اُن کے آگے لڑ کر مر جائیں گے۔ اور ہم محمدؐ کے مقابلہ میں اپنے بیٹیوں اور بیبیوں کو بھول جائیں گے۔ سیرۃ النبی معرکہ بدر۔

اس جان نثار اور فدائی بھائی کے یہ قلبی جذبات ہیں اور عملی خدمات۔ جن کو لکھ کر آپ خود اقرار کر چکے ہیں۔ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ باَسناد زرقانی اور ابن ہشام اس وقت اُن تمام ہاشمیوں میں جو رسول اللہ صلعم کی رفاقت میں جان نثاری کو حاضر تھے۔ یہ سب سے کبیر السن تھے۔ ان کا سن اس وقت تریسٹھ برس کا ہو چکا تھا۔ حضرت حمزہؓ ان کے چچا ہوتے تھے۔ لیکن ان سے آٹھ برس سن میں چھوٹے تھے غزوہ بدر میں حضرت حمزہ کا سن 58 برس کا بالاتفاق ثابت ہے۔ اس کے علاوہ اگر قبل و بعد اسلام کی بھی بحث پیش کی جائے تو ان کا اشعار ابیطالب کو پڑھنا اور اپنے جذبات و خدمات کو اُن کے مطابق بتلانا ثابت کر رہا ہے کہ اُن کی یہ سرفروشانہ خدمات موجودہ حالات کے اثر سے نہیں پیدا ہوئی ہیں۔ بلکہ یہ تعلقات و جذبات اُس وقت سے اپنی قدامت و اہمیت کا حقیقی ثبوت دیتے ہیں جس وقت سے ان اشعار کے اصلی مصنف نے ان کو نظم فرمایا ہے۔ اور انہیں احساس و اختصاص سے ان خدمات کے روحانی تعلقات وابستہ تھے۔ جن کے زیر اثر ہو کر شاعر نے یہ اشعار نکالے تھے۔ اور اپنے دل کی ترجمانی کا کام اپنی زبان و بیان سے لیا تھا لیکن افسوس ہے۔ شبلی صاحب کے دل میں ان غریبوں کی طرف سے اتنا درد اور اتنا احساس کہاں کہ ان جذبات پر ان خدمات پر غور کی نظر ڈالیں اور ان کی قدر کریں اور احباب خاص میں ان کو بھی شمار فرمائیں۔

اس فدائی بھائی کی طرح ایک فدائی بھائی گھر میں ابھی اور بھی تھا۔ وہ حضرت جعفر بن ابیطالبؑ تھے یہ غریب تو عبیدہ مرحوم سے خلاف قبل اعلان نبوت سے لے کر ہجرت کے آٹھویں سال تک برابر بھائی کی خدمت میں سربکف جان نثاری کے لیے حاضر رہے یہاں تک کہ آپ ہی کی تحریر اقراری کے مطابق ''غزوہ موتہ میں (جعفرؑ) اس بے جگری سے لڑے کہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے''۔ اس قدیم رفیق رسالت کو اور اُس کے حسن خدمت کو آپ بھی جانتے ہیں اور دنیا بھی جانتی ہے۔ یہ وہی قدیم رفیق ہے جو اعلان نبوت اور اظہار اسلام سے برسوں پہلے پیغمبر صلعم کی خلوت اور جلوت میں برابر حاضر رہا۔ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ عبادت الٰہی میں بھی اُس وقت سے شریک تھا۔ جب مشرکین قریش کے خوف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلانیہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ہجرت اور ترک وطن و مفارقت احباب کے مصائب اُٹھا کر مکہ معظّمہ سے مصر گیا۔ نجاشی کے دربار میں مہاجرین کی طرف سے ترجمان بنا۔ ابوسفیان اور عمرو عاص

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وغیرہ آئے مشرکان قریش کی تعریضات کا کلہ بکلہ اسی نے جواب دیا۔ کامل چھ برس تک غیر ملک اور غیر قوم میں بال بچے لیے پڑا رہا۔ عین فتح خیبر کے موقع پر حاضر ہو کر قدم بوس رسالت ہوا۔ جناب رسالت مآب صلعم نے بچھڑے ہوئے بھائی کو گلے سے لگا کر فرط مسرت سے ارشاد فرمایا کہ خدایا میں تیری کس کس نعمت پر شکر و مسرت کا اظہار کروں۔ قلعات خیبر کی فتوحات پر یا جعفر سے ملاقات پر۔ دیکھئے خاتمہ حضرت جعفر کے احوال میں شبلی صاحب خود رقم طراز ہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ (شہادت جعفرؑ) کا سخت صدمہ ہوا۔ حضرت جعفرؑ سے آپ کو خاص محبت تھی۔ سیرۃ النبی جلد اوّل ص 372۔ افسوس ہے کہ ایسا رفیق اور جان نثار بھائی جس سے محبت خاص رکھی جانے کا شبلی صاحب خود اقرار فرماتے ہیں احباب خاص کی فہرست خاص سے کیوں قلم زد کر دیا گیا؟ العلم عند اللہ

ہم اپنے موجودہ سلسلہ بحث منقدانہ کو تمام کرتے ہیں اور شبلی صاحب کو بتلا دیتے ہیں کہ آپ کی دونوں سرخیاں اور آپ کے دونوں عنوان موحدین سے ملاقات کی تفصیل اور احباب خاص کی فہرست دونوں زائد از بیان ہیں۔ جن کو آپ نے اپنی ضرورت خاص سے ایجاد کیا ہے۔ ورنہ متقدمین یا متاخرین میں سے کسی سیر و تاریخ نے اپنی تصنیفات اور تالیفات میں نہ یہ ابواب قائم کیے ہیں اور نہ یہ عنوان۔ اس میں کلام نہیں کہ بسبیل ذکر رسول اللہ صلعم سے ان لوگوں کے ملنے کا ذکر آیا ہے۔ لیکن اُنہیں کچھ ایسی خاص اہمیت نہیں ہے جو ذکر کے قابل سمجھی جائے۔ مگر علمائے محدثین نے جو کلام و مناظرہ کی رنگ آمیزیوں پر زیادہ متوجہ تھے۔ اُن حضرات نے حضرت ابوبکر اور زید بن عمر بن نفیل کے شمول نام سے بے حد نفع اُٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔ حالانکہ میری تنقیدی عبارت اور آپ کے خاص اقرار و اعتراف سے نہ اس کی کوئی حقیقت ثابت ہوتی ہے اور نہ اصلیت۔ پھر یہ کیوں لکھے گئے؟ باعث وہی ہے۔ خود غرضی اور تقلید اسلاف۔ کہ حضرت ابوبکر کی قدامت رفاقت ثابت ہو اور زید بن عمر بن نفیل سے قدیم صحبت حالانکہ یہ کوشش بھی محض بے کار ہے۔ رفاقت اور صحبت سے اکیلے کام نہیں نکلتا۔ ان کے ساتھ اور چیزیں بھی ضروری اور لازمی ہیں جن کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ یہ مقام۔

تاریخ و سیر میں جس غرض سے ان کا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف اتنی ہی ہے کہ اُس زمانہ میں جو لوگ بت پرستی سے نفرت رکھتے تھے اُن میں فطرت صالحہ کے حقیقی جوہر تو کہاں۔ ہاں ان میں عقل سلیم کا کسی قدر مادہ آچلا تھا اور یہی اُن کی کراہت اور انکار بالطبع کا باعث ہوا تھا۔ صرف اتنی نوعیت خیال کی وجہ سے جاہل لوگوں کو ان پر محققین وحدت ہونے کا عام گمان ہو گیا تھا۔ مگر بات یہ ہے کہ اُن جاہلوں میں اس وقت وحدانیت کے علم جاننے والا کون تھا۔ جو ان لوگوں کے علم توحید کی پوری حقیقت کو جانچتا اور اصل توحید کے اصول سے اُن کی معلومات کو مقابل کرتا۔ اصل توحید کے مبلغ اور اُس کی خالص تعلیم کے متمم کا اُس زمانہ میں ظہور ہو چکا تھا اور توحید کامل کی تلقین اُس کے مقدس وجود کا اصل مقصود تھا۔ اس بنا پر جناب رسول اللہ صلعم قبل رسالت ان لوگوں سے بعض اوقات ملتے تھے۔ یا وہ آپ کی صحبت سے مستفید ہوتے تھے۔ جیسا کہ سیر و تاریخ میں لکھا ہے۔ ان مجالسات و مکالمات میں حضرت رسالت مآب صلعم کو صرف اُن کی حقیقت توحید کا تفحص مقصود تھا۔ نہ اُن کے خیالات و جذبات سے کوئی اثر پذیری منظور تھی اور نہ اُن کی غلط توحید دانی پر حرف گیری۔ اسی آمد و رفت سے آپ نے اُس زمانہ کے مشہور موحدین کے کمال معرفت اور علم توحید کے مبلغ و مایہ کو پورے طور سے اندازہ کر لیا اور خوب سمجھ لیا کہ این راہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ میروی بترک آنست۔لیکن چونکہ اعلان نبوت اور اجرائے احکام رسالت کے لیے اُس وقت تک ماذون نہیں ہوئے تھے۔اس لیے ان لوگوں سے کوئی تعریض نہیں فرمائی گئی اور اُن کو اُن کے خیالوں میں چھوڑ دیا گیا۔

موحدین سے ملاقات اور احباب خاص کے پیدا کرنے کی حقیقت تو اتنی تھی۔اب شبلی صاحب اس کو جتنا بنالیں لیکن بناتے وقت اتنا ضرور خیال رکھیں جیسا کہ ہم اوپر بتلا آئے ہیں کہ اگر اس میں ذرا بھی اہمیت دی گئی تو رسالت کی کامل اور خالص توحید دانی میں بیرونی اور خارجی اقتباسات واکتسابات کے نقص پیدا ہوجائیں گے۔جو سراسر مناقص شان رسالت ہیں۔

یہ تو صرف موحدین سے ملاقات رکھنے کی حقیقت دکھلا کر مجھے بحث کرنی تھی۔اب ہم احباب خاص کی نسبت بھی بالاختصار نظریہ لکھ کر اس بحث کو بھی تمام کیے دیتے ہیں۔ہم نے اپنے تنقیدی بیان میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یگانوں میں اکثر بزرگواروں کے حالات اور اُن کے محاسن خدمات آپ ہی کے اظہار و اقرار سے لکھ کر بتلا دیا ہے کہ ان اوصاف کے اعتبار سے شبلی صاحب کو احباب خاص کی فہرست تیار کرنے کے وقت بہت سے حضرات مل سکتے تھے جو آپ کے تجویز کردہ لوگوں سے اوصاف آداب اور خدمات کے اعلیٰ اعتبار و امثال سے احباب خاص ہونے کے قابل تھے۔اور حقیقتاً تھے بھی ایسے ہی۔آپ کا یا کسی کا استثنا انکار۔ گوشت سے خون کو علیحدہ نہیں کرسکتا۔آپ یا کوئی اور عام اسے لکھے یا نہ لکھے، کہے یا نہ کہے یہ روحانی تعلقات اور فطرتی مسلمات۔نہ اظہار کے طلب ہیں نہ اقرار کے طالب گار شبلی صاحب نے بڑی فروہ گذاشت کی جوان بزرگوں کو احباب خاص کی فہرست سے قلم زد کر دیا۔حالانکہ ان حضرات سے بڑھ کر کسی کو آپ کے احباب خاص ہونے کا اُس وقت نہ حق حاصل تھا اور نہ دعویٰ۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے اُن کے قبل اسلام حالات وواقعات پر غائر نظر نہیں ڈالی یا اُن کو اپنی ضرورت خاص سے زائد سمجھ کر مطلقاً دیکھا بھی نہیں ورنہ آپ کو معلوم ہوجاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق وتائید کرنے والے ہر بات پر جان دینے والے اُن کے گھر ہی میں خدا کے فضل وکرم سے اتنے تھے کہ آپ کو کسی بیرونی اور خارجی معاون، مددگار اور طرفدار کی ضرورت نہیں تھی۔ احباب خاص سے خصوصیت پیدا کرنے کی محتاج تھی۔نہ مصاحب عام سے مصاحبت کی مجبوری۔آخر میں آپ کو یہ بھی ملحوظ رہے کہ عقائد اسلام کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام اور بنی ہاشم بخلاف دیگر اقوام وقبائل قریش۔ طریقہ توحید پر عمل پیرا تھے۔گو وہ توحید توحید اسلام کے مقابلہ میں کتنی ہی قلیل اور بے مقدار نہ ہو جیسا کہ اکثر بزرگان بنی ہاشم کے متعلق آپ سیرۃ النبیؐ میں خود اعتراف فرما چکے ہیں۔ہم اس بحث کو پوری تفصیل کے ساتھ عنقریب بیان کریں گے۔

اسباب رسالت

آغاز نبوت کی تفصیل حالات سے پہلے ہمیں جناب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اسباب اور وجوہات پوری تفصیل وتشریح کے ساتھ لکھ دینے نہایت ضروری ہیں۔اس لیے کہ عالم اسباب میں ہر شے کے نظم کے لیے ایک سبب کا ہونا ضروری ہے۔ نظم دنیاوی کس شمار میں ہیں جب نظام آسمانی کے لیے ایک سبب خاص کا ہونا ضروری تسلیم کرلیا گیا ہے۔ایک وجہ تو یہ ہوئی۔دوسری یہ ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ تفویض رسالت کی نسبت وہ اسباب وضروریات اُن کے اصلی واقعات اور حقیقی مشاہدات کے ساتھ دکھلا دینا اور بتلا دینا نہایت ضروری ہیں۔جن کی ناگزیر اور غیر متحمل موقعوں پر قدرت کو ایک جدید اور ایک تازہ پیغمبرؑ کی ضرورت ہوتی ہے۔اخبار واسفار قدیمہ (توریت وانجیل) سے قدرت کے ان انتظامات کا سلسلہ وار اور نہایت استوار ثبوت ملتا ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ضرورتیں بھی نہایت وضاحت سے معلوم ہوجاتی ہیں جو قدرت کے لیے تفویض رسالت کے باعث اور اسباب قرار پاتے ہیں۔اگر تھوڑی دیر کے لیے کتب قدیمہ میں ان واقعات کو دیکھنے کی زحمت گوارا کر لی جائے تو نہایت آسانی سے حقیقت کا انکشاف ہوجائے گا۔ان دو وجہوں کے علاوہ آغاز رسالت سے پہلے اسباب رسالت بیان کرنے کے لیے ہمیں ایک وجہ اور ایک ضرورت خاص۔جو ہماری دونوں مندرجہ بالا ضرورتوں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔وہ یہ ہے کہ ہمیں اُس رسولؐ کے حالات اور اُس کی رسالت کے اسباب خاص بیان کرنے ہیں جو بقول شبلی صاحب مسیح علیہ السلام کی طرح صرف تبلیغ دعوت پر کفایت کرنے نہیں آیا تھا۔یا حضرت کلیم کی طرح صرف اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکل جانے کی غرض سے نہیں تعین فرمایا گیا تھا۔وہ خاتم الانبیا تھا (صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ) اور بے شک خاتم الانبیا بنا کر اسی لیے بھیجا گیا تھا کہ دنیا کے تمام خطرات ومفسدات سے خود سلامت رہ کر عرب اور نہ صرف عرب بلکہ تمام معمورۂ عالم کو اپنے انوار رسالت اور آثار ہدایت سے پرنور فرما دے۔شریعت بھی اُسی سے وابستہ تھی اور انتظام سیاست بھی۔اس بنا پر اس ذات مقدس کی ذمہ داریاں اُن تمام بزرگواروں سے بدرجہا بڑھی ہوئی تھیں۔یہ لازمی ہے کہ اُن کے اسباب بھی اپنی مقدار میں بڑھے ہوں۔

شبلی صاحب تو ہمیشہ اشاروں سے کام لیتے ہیں اور تفصیل دوسروں پر چھوڑ دیتے ہیں۔مندرجہ ذیل عبارت میں ضرورت اور اسباب رسالت آنحضرت صلعم کو مبہم طریقہ سے بتلا تو گئے اور کتب۔عہد عتیق وجدید کی گذشتہ شریعتوں پر شریعت قرآنی کی ترجیح بھی دکھلا دی گئی ہے لیکن اشارات وکنایات تک اصل مدعا کو اس حد تک محدود ومخفی رکھا گیا کہ کوئی سمجھا اور کوئی نہ سمجھا۔حالانکہ یہ موقع ان اُمور کی خاص تفصیل اور کامل تشریح کا ہے ورنہ بیان میں دعویٰ بے دلیل ہونے کا نقص لازم آئے گا۔

خیر آپ نے ضروریات تفصیل پر توجہ نہ فرمائی۔اور واقعات رسالت ہی کی تفصیل سے ابتدا کر دی۔یہ آپ کا خاص نظریہ تالیف ہے لیکن ہم نے واقعات رسالت کے آغاز سے پہلے اسباب وضروریات رسالت کے بیان کو ضروری یقین کر لیا ہے اور اُن اسباب میں اس آخر سبب وضرورت کو مفصل طور پر لکھ دینا سب سے زیادہ اپنے لیے ضروری سمجھ لیا ہے جس سے خاص طور پر مسیحی دنیا کو معلوم ہوجائے کہ جس شریعت کو وہ بالکل ناقابل اصلاح غیر مبدل ابدی اور سراپا آسمانی حکومت یقین کیے ہوئے تھے۔وہ اصولاً اپنے مبلغ اور معلم کی اصلی تبلیغ اور حقیقی تعلیم سے چھ (6) سو برس کی مدت مدید میں۔تعصب،حسد،نفسانیت اور خودغرضی کی غلط کاریوں سے تباہی وبربادی کے آخر کناروں تک پہنچ گئی تھی اور ایسے خراب ہوگئی تھی کہ اُس کی موجودہ خداپرستی اور بت پرستی میں کوئی فرق باقی نہیں رہا تھا۔

ہمیں یہ بھی لکھ دینا ضروری ہے کے عیسائیت ہی پر منحصر نہیں۔اُس زمانہ کی عام تاریکی میں تمام مذاہب قدیمہ کی ایسی ہی خراب حالت تھی لیکن چونکہ اُس زمانہ میں تمام مذاہب پر عیسائیت غالب تھی اس لیے سب سے زیادہ اس کی تفصیلی کیفیت کا بیان ہمارے لیے ضروری ہے کیونکہ ہمارے موجودہ موضوع تالیف میں ہمیں عیسائی معترضین کے تمام مغویانہ اور متعصّبانہ حملوں کی تنقید وتردید ایک ایک

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قدم پر پیش آئے گی۔ جیسا کہ ہمارے گذشتہ بیان سے ظاہر ہو چکا اور آیندہ ظاہر ہوتا جائے گا شریعت کی تباہ کاریوں کے ساتھ ان کی سیاست کی سیاہ کاریوں کی تفصیل بھی نہایت ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ مصحح کائنات صلوعلیہ وآلہ التحیات۔ کلیات عالم کے دونوں مجموعوں کو بیک جا اور بیک وقت درست ومرتب فرمانے کے لیے بھیجا گیا تھا۔

شبلی صاحب کی طرح اکثر اسلامی مؤرخین نے ان مضامین کی تفصیل کو اس وجہ سے ضروری نہیں سمجھا ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ممالک غیر کے اقوام و مذہب کے حالات و واقعات کو جو بجائے خود مشاہدات کے معیار تک ثابت ہیں بیان کرنا بے ضرورت ہوگا۔ لیکن علی الاکثر مصنفین و مؤلفین نے ان امور کی تفصیل کو بھی اپنی تصنیفات و تالیفات کا جز وضروری سمجھا ہے۔ اپنی موجودہ تالیف میں مَیں نے اپنی بھی یہی نظریہ قائم کیا ہے۔ اور مندرجہ بالا تفاصیل کو نہایت ضروری سمجھا ہے۔ اس موضوع خاص میں مَیں نے عربی، فارسی، اُردو اور انگریزی کے اکثر ماخذوں کو بالاستعیاب دیکھا ہے کسی اسلامی مؤلف نے اس مضمون کو ایسی وضاحت اور تفصیل سے نہیں لکھا ہے جیسی تصریح وتشریح فخر قوم ووطن رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی۔ سی۔ آئی۔ ای بالقابہ نے اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام میں۔

اکثر حضرات کو یہ شبہ ہوگا کہ اسلامی واقعات وکارنامجات کی تائید میں اسلامی مؤلفین کے نظریہ وآرا کو پیش کرنا۔ استدلال کلامیہ کا ضعیف اور نامقبول طریقہ ہے لیکن ہم اُن کو باور کراتے ہیں کہ مؤلف ممدوح کے تمام بیانات نہ اُن کے خاص نظریہ ہیں اور نہ اُن کے خاص آرا واقوال۔ بلکہ بالکل یورپین مؤلفین و مصنفین قدیم وجدید کے خاص اقتباسات ہیں اور اعترافات اس لیے حقیقتاً نہ وہ اسلامی مؤلفین کی تحریر ہیں اور نہ اُن کی تائید۔ جیسا کہ عنقریب اصل عبارت سے بہ تفصیل ظاہر ہوگا۔ اس تفصیل میں مولف ممدوح نے جو ترتیب بیان قائم کی ہے۔ ہم اُس میں کسی قسم کی مداخلت کو مناسب نہیں سمجھتے۔ بلکہ اُسی ترتیب وترکیب کے ساتھ پہلے دین مسیحی کی تمام خرابیوں کو بالترتیب سنائیں اور دکھلائیں گے اور تمام اقطاع عالم میں اس کی بدنظمی اور بدعملی کو بتلا کر آخر میں جزیرہ نمائے عرب میں اس کی (عیسائیت) خراب حالت اور وہاں کی ملکی اور قومی خرابیوں کو بالتفصیل بیان کریں گے۔

مذہب یہود کی زوال پذیر حالت

یہود کو شاہان بابل کی قید سے خلاصی پائے ہوئے گیارہ صدیاں گزر چکی تھیں اور اس مدت مدید میں اُن کے حالات میں بے شمار اختلافات پیدا ہو چکے تھے۔ مصائب وشدائد کے وہ سلسلے جو حضرت موسیٰؑ کی تباہ شدہ قوم کو پیش آتے گئے۔ وہ ٹیٹوس اور ہارڈین کی لڑائیوں کے موقع پر اپنی انتہائی درجوں تک پہنچ گئے تھے۔ لامذہب حکومت روم نے اُن کے تمام معاہدوں کو مسمار کر دیا اور اُن کی قومیت کو۔ آگ اور خون ریزی کے ذریعوں سے بالکل نیست ونابود کر دیا۔ عیسائی حکومت قسطنطنیہ نے بھی بے رحمانہ غیظ وغضب کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ لیکن باایں ہمہ اُن کے گذشتہ مصائب آیندہ کے لیے اُن کو کوئی اچھا سبق نہ دے سکے۔ ان کے یہ تمام ذاتی مصائب بھی جو انہوں نے اپنے بے رحم تعاقب کرنے والوں کے ہاتھوں اٹھائے تھے۔ انہیں انسانیت اور اطمینان سے رہنے کی قدر ومنزلت نہ سکھلا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سکے۔اُن کی خونخوارانہ بے رحمیانہ جوانہوں نے مصر، سائپرس اور سارین کے شہروں میں۔وہاں کے بے قصور باشندوں کے ساتھ محض مکارانہ اور مفسدانہ طریقوں سے کی تھیں۔وہ اُن کے خوفناک طریقہ بغاوت کا ثبوت دیتی ہیں۔سلسلہ اسرائیلی تقریباً بالکل تباہ و برباد ہو چکا تھا۔اس کی قوم کے لوگ تمام روئے زمین پر پریشان و بے سامان مارے پھرتے تھے۔دور دراز قطعات عالم میں اپنی پناہ و محافظت کے مقامات ڈھونڈتے پھرتے تھے نیز ہر گوشہ اور ہر مقام پر اپنا وحشیانہ غصہ، غیر مغلوبانہ نخوت، بغاوت خیز قلب کی شدت اور فسادت لیے جاتے تھے۔جن کا عیب والزام اُن کو ایک بے شمار سلسلہ انبیاء کے ذریعہ سے برابر لگایا گیا اور بتایا گیا تھا۔غیر ممالک میں بھی یہودیوں نے اپنے مامن کے مقامات میں اپنی گذشتہ حرکات کے مناظر پیش کر رکھے تھے۔اگرچہ تمام قوم یہود کو پھر اپنے دن پھرنے کی اُمید ضرور تھی۔مگر وہ اُمید بھی ایک طرف غیر مغلوبانہ تعصب اور ایک طرف فقیر وسانہ تعیّشات واسرافات کی خواہشوں سے مخطوط تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے بھی اور چلے بھی گئے۔لیکن اس قوم کے لوگوں پر اپنا کوئی نمایاں اثر نہ پہنچا سکے۔وہ طفل نبوت (حضرت عیسیٰؑ صرف نزول مسیحاؑ کے اُن خیالوں میں (اور رد وقبول کی حالتوں میں) پیچیدہ رکھا گیا۔جو ان دنوں تمام اقصائے عالم میں پھیلے ہوئے تھے۔اور جن ایام میں اُس طفل نبوت کی مقدس ولادت اور معاودت واقع ہوئی تھی۔اس میں شک نہیں کہ صحیفہ دانیال کی عمارت نے جو قوم کی عین سخت مصیبتوں کے وقت مرتب ہوا تھا۔اس معلم اور مبلغ نبوت کے دل پر نہایت گہرے اثر پہنچا رہے تھے۔اور وہ قوم کی مصبت ناک حالتوں پر افسوس کر رہا تھا۔یہودیوں کے فرقہ زیلات کی ظالمانہ بدعات اپنے کوہستانی مساکن میں فرقہ فریسیوں کی آزادی کے نیم دل خیالات فرقہ ایسیون کی خیال امید نجات پھیل کر ایک طرف تو حکومت اسکندریہ تک پہنچ گئے اور دوسری طرف بدھ مت کے زیر اثر آئے ہوئے ممالک ہندوستاں تک۔صحرا نشین درویشوں کی ہدایات اور تہدید وتنبیہ ارشادات جن کی ہستیاں دربار ہردوس سے علیحدگی اختیار کرنے کے جرم میں قربان ہوگئیں۔سب اپنے دلی استغاثے حضرت عیسیٰؑ سے پیش کرتے تھے۔لیکن پرچم ہمائی کی چونچیں سلطنت یہودیہ کے دل کے اندر پیوست ہوگئیں۔اور اُس کے تمام محافظ دستہائے فوج کے نظام ملکی کے متعلق امید انقلاب پائمال ہو گئیں۔حضرت عیسیٰؑ کی تبلیغ رسالت میں خاموشی اور صرف خدا کے ذریعہ سے سلطنت آسمانی کی اُمید حصول اُس زمانہ کے معیار خیالات و جذبات پر صرف مبنی تھی۔ایسے زور غضب اور غیر مغلوب متعصب لوگوں کو حضرت عیسیٰؑ عام اخوت اور محبت کی تعلیم دینے آئے تھے۔ ایسے مغرور اور تشخص پسند قوم (یہود) کے درمیان آپ نے تواضع اور انکساری کی راہ بتلائی۔اپنے خاص حواریوں پر ہمیشہ مہربان اور شفیق رہ کر اور تمام طبقات انسانی کے ساتھ طریقہ مساوات قائم رکھ کر اُس نے زہد واتقا کی اعلیٰ یادگار چھوڑی۔زبردست دولت منداور حکمران طبقوں میں تو آپ کی تبلیغ نے نفرت، وہشت، تعریض اور تردید کے جذبات کو مشتعل کر دیا۔لیکن نادار مفلوک الحال اور ان پڑھ لوگوں میں اس معلم ربانی کی گہری محبت نے خلوص واحسان مندی کے خیالات کو اُبھار دیا۔ایک دفعہ روز روشن میں وہ اپنی رسالت کی پوری کامل یقین وامید اور مسیحائی موعود کی پوری عظمت وشان کے ساتھ مجانین یہود کے دارالسلطنت (بیت المقدس) میں آیا۔شاید دو ہفتے آئے ہوئے نہیں گزرے ہوں گے کہ وہ عیسیٰؑ اپنے مدعا کی اصلی کامیابی کے ساتھ مصلوب کر دیا گیا اُن تمام مرویات میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور واقعات سیرت کے متعلق مشہور ہیں۔اتنی بات تو ضرور نمایاں ہے کہ آپ ناواردن میں پیدا ہوئے تھے۔اور آپ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے مواعظ وارشاد بھی غربا کی جانب تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ربانیوں کے علوم میں پورا کمال رکھتے تھے۔ آپ کی قلیل المدت رسالت قصبات کے عام طبقات کے ساتھ محدود تھی۔ جن میں بالکل نادار کاشتکار اور قصبہ گلیلی (کلیل) کے ماہی گیر شامل تھے۔ اس بنا پر آپ کے حواری محض غربا اور بے لکھے پڑھے اشخاص ہیں۔

عیسائیت کی خرابی:

باوجود اپنی زود قبول اصول طبیعت اور ان معجزنما جذبات ومشاہدات کے جواُن کے قلوب پر اُس معلم ربانی کے یکا یک چلے جانے سے پرتوفگن ہوا تھا۔ تاہم ان لوگوں (حواریوں نے) اُس معلم کو ایک انسان سے زیادہ نہیں سمجھا۔ ان کے یہ عقائد اور اُس کی تعلیم اُس وقت تک ایسے ہی قائم رہے جب تک کہ پال نے اُس شخص (حضرت عیسیٰؑ) کا ایک خاص طریقہ مذہب نہ ایجاد کرلیا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب کیے جانے کے مجلس مشاورت میں صدر نشینی اختیار کی۔ اسی کے اختراع وایجاد سے مذہب عیسائیت میں ذات الٰہی کے ساتھ فرشتوں کی مماثلت کا رواج ہوا۔ دینیات عیسائی کے مؤرخین کا جیسا بیان ہے کہ فیضان روح القدس پہنچائے جانے کے وعدے کے برخلاف یہ قرار پایا کہ کتب الہامی کی تائید ومحافظت کے لیے ایک ایسا موید ومحافظ فراہم کرنا ضروری ہے۔ جو تمام علوم وفنون میں کامل ہو۔ جو اپنے علمی حربوں سے علمائے یہود اور لا مذہب حکماء یونان سے مقابلہ ومجادلہ کر سکے۔ اس ضرورت خاص سے خود مسیح علیہ السلام نے ایک عجیب وغریب آواز کے ساتھ آسمان سے اپنے ایک تیرہویں حواری کو پکارا جس کا نام پہلے سال (ساول تھا) پھر بعد میں پال (اپولوس) قرار پا گیا۔ جس کو علوم یہود یونان میں وسیع استعداد حاصل تھی۔ اسپرٹ آف اسلام، دیباچہ، ص 21 بحوالہ

Ecdesiastical History Vol II P 162

فرقۂ زردشتی

مینگوزورسیٹرین (Manigozoaristarian) ایک نجات دہندہ فرشتہ کی آمد کا عقیدہ رکھتے تھے جس کو وہ سروش کے لقب سے مشہور کرتے تھے اور مشرق سے اُس کے ظہور کی اُمید کرتے تھے بدھ مذہب کے لوگ خدا کے ایک مماثل کا جواب اگ زن دوشیزہ سے پیدا ہوگا۔ عقیدہ رکھتے تھے اہل اسکندریہ کے صوفی مشرب فقراء مقالات، لاغوس Logos اور دمیاغورث Dimeoge کے قائل تھے۔ وہ مخفی عقائد جو حیات وممات اور نجات اورسس (Orisis) کے متعلق اور اسس کریس (Isisores) کی نسبت اس صورت میں کہ مادر دوشیزہ اپنے نومولود خدائے شمس ہورس (Horus) کو اپنی گود میں لیے ہوئے پائے جاتے تھے اور یہ عقائد ممالک مصر وشام میں علی العموم رائج تھے۔

پولوس نے خالص عیسائیت کو خارجی عقائد سے آلودہ کردیا

پال (پولوس) فطرتاً فریسی Pharisse عقائد کا عالم تھا کامل طور پر ان نیم صوفیانہ، نیم فلسفانہ، وقتی خیالات اور مقامی جذبات میں مبتلا ہوگیا۔ خواب وخیال کا ہمیشہ سے عادی تھا۔ لیکن خلقتاً بہت پرجوش تھا۔ عوارض جسمانی سے بھی وہ خالی نہیں بتلایا جاتا تھا۔ جیسا کہ

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسٹراوس (Strous) بیان کرتا ہے کہ وہ کبھی اُس معلم اعظم (مسیح علیہ السلام) سے بذات خاص نہیں ملا تھا (وہ پال) فوراً اُس کی ذات میں (مسیحؑ) وجود الوہیت یا ظہور فرشتہ کے تسلیم کرنے کی طرف مائل ہو گیا۔ پولوس نے اس کی بنا پر اُس معلم جلیل کی ساری تعلیم میں مذہب نیوفیثاغورث Neo Phychagoris کے مخفی اصول، اور اپنی ذہانت وطباعی کے دلائل اور توحید فی التثلیث کے ظنیات جن کو اُس نے ممالک مشرقیہ سے اخذ کیا تھا۔ داخل کر دیئے۔

بیرونی اور مقامی عقائد عیسائیت کے باہمانہ رشک وعداوت، یہودیوں کے مخالف وموافق طریقہ کے عقائد کی عجیب وغریب شہرت، دو حواریوں مسیحی پطر (فطرس) اور پال (پولوس) کی باہمانہ مخالفت وعداوت نے بالکل طشت از بام کر دی۔ اسپرٹ آف اسلام دیباچہ ص22-28 Milner's Hist of the church of Christ Vol I pp. 26-28

وجود عیسیٰؑ کے متعلق عیسائیوں کے مختلف عقائد اور مختلف فرقے

ابونائٹ (ابیون) (Ebionites) فرقہ کے لوگوں کے عقائد بنی ناصریؑ کے اصلی حواریوں کے عقائد کے بالکل نمونے تھے۔ اُن کے عقائد میں نبیؑ ناصری اُن لوگوں سے اپنی رسالت کے زمانے میں حسب المعمول ہم کلام ہوتا تھا۔ ساتھ بیٹھتا اُٹھتا تھا۔ اور وہ اپنے تمام افعال عقلی اور بشری کے اعتبار سے ہمیشہ اُن کے سامنے اُسی فطرت وخلقت کا آدمی ظاہر ہوا تھا۔ جس فطرت وخلقت کے وہ لوگ خود تھے۔ اُنہوں نے اُس کو بچپن سے بالتدریج جوان ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور آغاز جوانی سے کامل انسان ہونے تک بچشم خود ملاحظہ کیا تھا۔ اسی طرح انہوں نے بالتدریج اُس کے تمام قوائے جسمانی اور عقلی کو ترقی کرتے ہوئے دیکھا تھا اس لیے ان لوگوں کا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کے انسان محض ہونے کی نسبت ان لوگوں کے ذاتی علم ومشاہدہ پر مبنی تھا۔

ان اصلی عقائد سے تفریق وعلیحدگی جو بہت سے درمیانی طریقوں کی صورت میں اور انواع واقسام کے فرقوں میں ہو کر۔ اس وقت سے لے کر کونسل نائس واقعہ 328 تک مثل طریقہ ڈوس ٹیوس (Doeetes) دقیتون مارکاؤتائٹس Macionitss (مارقیطون) پٹری یاشینس (Patreparssians) (فطریوں) میں ظاہر ہوئی۔ وہ خاص حضرت مسیح علیہ السلام کی معرفت میں عیسائیوں کے اختلاف وآرا کا ایک غیر محدود سلسلہ ثابت ہوتی ہے۔ (مسیحؑ) کی الوہیت اور مخلوقیت کے مرویہ جذبات عقائد سے ہر طبقہ کے لوگ اور خاص طور پر وہ لوگ جنہوں نے اپنے نبیؑ کو نہیں دیکھا تھا اور اُس کی ذات میں خواص مخلوقیت کا مشاہدہ اور اُس کی روزانہ معاشرت اور سیرت میں اُس کے افعال و اعمال بشری کا معائنہ نہیں کیا تھا۔ علاوہ عذر و تامل اُس کی الوہیت تسلیم کرنے کے لیے پہلے سے آمادہ تھے۔ قسطنطین (Constantine) کی تخت نشینی کے قبل سے بہت سے ذرائع ووسائل نے مذہب عیسائیت کی ترقی اور مقبولیت میں تائید پہنچا رکھی تھی۔ لا مذہبی اور کفر شعاری کے قطعی بدنظمی اور کبھی حاکم شریعت کی عدم موجودگی نے جو کوئی نظم قائم رہ سکتا۔ اور مزید براں علوم فلسفہ کی کثیر التعداد مدارس کے افتتاح نے۔ عیسائیت کی ترقی ووسعت کی راہوں کو سہل بھی بنا دیا اور ہموار بھی۔ عیسائیت کی ترقی نے اپنے جذبات عقائد کے ذریعوں سے۔ طبقہ اعلا کے صاحبان عقول کو متوجہ کر لیا۔ مفلوک الحال طبقات میں اُس نے سکون وآرام پیدا کر دیا۔ اور عین اُس وقت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں جب اس کے متبعین نے اپنی رائے کی ذی اعتباری سے طالبان تحقیق کے دل و زبان کو خاموش کر دیا تھا ان کی تبلیغ نے اُن لوگوں کی تمناؤں کو پورا کر دیا تھا جو مدت سے قدیم معاشرت سے گریزاں ہو کر ایک پاکیزہ تر معاشرت کے خواہاں تھے۔ اور علاوہ بریں ان لوگوں کے ظالمانہ تعاقب کی مصیبتوں نے بھی۔ جو اکثر اوقات (ظالم یہودیوں کے ہاتھ) ان کو اٹھائی ہوئیں۔ ان کی عظمت و اقتدار کو طبقہ عوام کے دلوں میں جاگزیں کر دیا۔ اور ان رہبران قوم کے متعلق حصول شہادت کی اضافی نسبت نے اُن کے مدعا کو قوی کر دیا۔ ابتدا میں رسالت مسیحؑ کی تبلیغ کے بند ہو جانے اور اصل تعلیم کے خالی از اصول ہو جانے نے (گو اُس میں توسیع غور و تلاش کے لیے زیادہ آزادی تھی اور غالباً اُس سے علم و عمل دونوں کے لیے کافی وسعت دی گئی تھی جیسا کہ قدیم رہبران عیسائیت کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ فرقہ مخالفین کو نہ تنہا شریعت مسیحی کے اصول و قواعد میں اعتراض کی گنجائش دے دی بلکہ خاص ذات مسیحؑ کے متعلق بھی انکار و اعتراض کے لیے وسیع میدان چھوڑ دیا۔ بیت المقدس سے یہودیوں اور عیسائیوں کے استخراج نے جن کے پاس مسیحؑ کے انسان ہونے کے اخبار و آثار کثرت سے تھے۔ بعد ازاں ان لوگوں کے ساتھ غیر یہود قوموں کے شامل ہو جانے نے۔ جو قرب و جوار میں آباد تھیں۔ اور جن میں نیوفیثا غورثانہ یا بوپوس کے خیالات متعلق نظام عالم موجود تھے۔ اُس خیال غیر مستقل اور موہوم کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اُن کے عقائد میں داخل تھا تا محدود اقسام کے ظنیات اور فرقوں میں متفرق کر دیا اس طریق و تفصیل سے تمام مخلوقیت کے آثار و علامات اور اُن کے متعلق وہ تمام اشیاء جو خارج از تصورات تھے وہ ان کے مماثل خدا ہونے کے قابل التعظیم مرقع سے ہٹا دیے گئے۔ اور وہ قابل احترام و اخلاص واقعات حیات جناب عیسیٰ علیہ السلام عجائبات قصص و افسانہ بنا دیے گئے اور اُن کے واقعات حیات کی مخترعات و مصنوعات کے ذریعوں سے اس درجہ نقاب افگنی کی گئی کہ فی الحال ہم لوگوں کے لیے یہ معلوم ہونا بالکل دشوار ہو گیا ہے کہ حقیقتاً حضرت عیسیٰؑ کیا تھے اور کیا کر گئے۔

الغرض عیسائیت کی وہ مجنوآنہ صورتیں جو نزول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صدیوں پیشتر قائم رہ چکی ہیں۔ دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی۔ ماذنبین کے دلائل تعلیمی جو اواخر صدی اول مسیحی اور ہارڈین کی فتح بیت المقدس کے ساتھ ہی ساتھ وجود پذیر ہوئیں اسی زمانہ خاص کی ایجاد و اختراع ثابت ہوتی ہیں۔ اور یہی اختلاف کی صورت میں ہو کر عیسائیوں اور یہودیوں کی بحث و کلام کا ہمیشہ باعث بنی رہیں۔

پہلی صدی میں عیسائیت کا حال

کرنیاتوس (قارنیطوس) نے (Cerinithus) جو اس صدی کا بہت بڑا مشہور فرقہ مازین کا عالم تھا۔ اپنے شاگردوں کو باپ، بیٹے دونوں کی پرستش کی تعلیم دی اور ان دونوں باپ بیٹے کے متعلق اُس کا عقیدہ تھا کہ یہ عیسیٰ جو پیدا کنندہ عالم کہا جاتا ہے۔ عیسیٰ مخلوق سے بالکل جداگانہ جنس ہے۔

پولوس کی مخترعہ عیسائیت تھی مغزی اور اُن کی لا حاصل کوشش نے اپنی مخترعہ شریعت کو مدارس فلسفی اسکندریہ کی تعلیم و نصاب کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مطابق بنانا چاہا تھا۔عین اُسی زمانہ میں امینوس سکاس Ammonius Saccass نے دین مسیحی کی ایک نئی شریعت کوحکمت افلاطونی کے اصول پر مرتب کیا۔جس کوارگین Argan اور دیگر رہبران شریعت نے مل کر مرتب کیا تھا۔اس تلون پسند مصنف نے جس کی تحریر کے آثار قدیم عیسائیت کے تمام مشہور مؤلفین کی تالیفات میں موجود ہیں۔عیسائیت کے تمام طریقوں اور فرقوں میں اتحاد اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ان کوششوں کے بعوض طریقوں میں تو وہ بالکل بانی کا نمونہ بن گیا ہے۔اور اپنے معاصرین میں بے شک زیادہ بلند نظر ثابت ہوا ہے۔وہ اپنی ایک خاص درس گاہ قائم کرنے میں ضرور کامیاب ہوا۔لیکن اُس کی تعلیم وتبلیغ قومی عقائد واخلاق کی درستی کا کوئی انتظام نہ کرسکی۔

دوسری صدی میں عیسائیت کا حال

دوسری صدی میں عیسائیت بدنظمی اور جنگ وجدال باہمانہ سے پُر اور مملو ہوگئی۔عیسائیوں کے تمام مدارس دینی میں تفریق اور موضوعات بالعموم مروج تھے۔مادیین (دہریت) کا بہت بڑا زور تھا اور عیسائیت پر ہر طرف سے اُس کا بڑا گہرا اثر پڑ رہا تھا۔وہ چند فرقے جو اس صدی میں پیدا ہوئے۔وہ خاص طور پر اس سبب سے قابل لحاظ ہیں کہ نہ صرف اُن میں وہ خرابیاں پائی جاتی ہیں جو اُس کی خام تعلیم سے پیدا ہوئی ہیں۔بلکہ اُن میں مذہب زردشتی،اصول فیثاغورث اور شریعت صابیہ کالدیہ کے بھی تمام اخبار وآثار نمایاں ہیں

فرقہ مارکونائٹ

جو مادین کا مشہور ومعروف فرقہ تھا۔وہ اصولاً دو وجود کا قائل تھا۔ایک کامل الخیر،دوسرا کامل الشر لیکن ان دونوں وجود الوہیت کے مابین ایک وجود اوسط بھی تھا۔جو ذیمرج کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔وہ بالذاتہ نہ کامل الخیر تھا نہ کامل الشر۔بلکہ اُس کا وجود ان دونوں اوصاف سے مرکب تھا۔اور جزا وسزائے اہل عالم اسی سے متعلق بتلائی جاتی تھیں۔مارکونائٹ کے عقائد کے مطابق یہ ذیمرج عالم سفلی کا پیدا کنندہ تھا اور اس بنا پر وجود کامل الشر سے ہمیشہ معرکہ آرا رہا کرتا تھا۔(یہیں سے عیسائیت میں مذہب زردشتی کے اثر اور مداخلت کو سمجھ لینا چاہیے) اُس وجود اعلیٰ نے جو سراپا ازلیت اور الوہیت ہے۔ان دونوں مخالف منتظمین عالم کی باہمانہ جنگ وجدال کو خاتمہ تک پہنچانے اور نفوس انسانی کو ان مصائب کے قیود سے نجات دلوانے کی غرض خاص سے قوم یہود کی ہدایت کے لیے ایک وجود کو جو قریب قریب اُس کا مماثل تھا۔نازل فرمایا۔اور وہی عیسیٰ ابن اللہ تھا جو مجسمہ انسان کی شکل وصورت میں صرف اس غرض سے پیدا کیے گئے تھے کہ وہ انسان کی فانی آنکھوں کے مشاہدے اور معائنے میں آسکیں۔اس مبلغ رسالت کے فرائض منصبی یہی تھے کہ وہ دونوں منتظمین عالم کی سلطنتوں کو تباہ کر کے انسان کی پریشانی وسرگشتہ ارواح ونفوس کو خدائے حقیقی تک پہنچا دے۔عیسیٰ کی اس تعمیل فرائض پر ذیمرج نے نہایت سختی سے حملہ کیا۔لیکن اُس کا کوئی حملہ اس وجہ سے کارگر نہیں ہوا کہ عیسیٰ کا مجسمہ تو صرف ظاہر نما تھا۔اس سبب سے وہ کوئی تکلیف پہنچائی جانے کے فطرتاً قابل ہی نہیں تھا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فرقہ والینٹین

والینٹین (والطینوس یا باطنیون) Valentians فرقہ کے عیسائی جن کے اثر زیادہ زمانہ تک دیر پا رہے۔ اپنے عقائد میں یہ سمجھتے تھے کہ خدائے تعالیٰ نے آسمان سے اپنے بیٹے عیسیٰ کو اس لیے نازل فرمایا ہے کہ وہ انسانوں کو اُن تمام الائشوں سے پاک وصاف کر دینے کے لیے جن میں وہ آلودہ ہو گئے تھے۔ اُن کا نزول اصلی صفات الوہیت کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ بلکہ آسمانی اور روحانی کیفیات کے ساتھ وہ دنیا میں نازل فرمائے گئے تھے۔ ان کے عقائد میں حضرت عیسیٰ جوہر الوہیت کا ایک انسانی پیکر تھے۔ جو زمین پر حاکم تاریکی کے سلطنت کو غارت کرنے کے لیے نازل فرمائے گئے تھے۔

فرقہ افائیٹس

افعیون Aphytes کا فرقہ مما لک مصر میں ترقی کر رہا تھا۔ اُس کا عقیدہ بھی دیگر مادیین مصر کے عقیدے کی طرح وجود دہرین ازلیت کا قائل تھا۔ اور وہ ایجاد عالم کو ذیمرج کی محض جفا پرستی کی ایک صورت خلاف مشیت الٰہی تسلیم کرتا تھا۔ اس لیے وہ اس کا بھی قائل تھا کہ روحانی کرائسٹ عیسیٰ کے پیکر انسانی میں متحد ہو کر اس واسطے نازل کیا گیا تھا کہ غاصب ذیمرج کی حکومت کو برباد کر دے۔ اُن کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ وہ افع جس نے آدم وحوا کو بہشت میں فریب دیا تھا تو بذاتہ خود کرائسٹ تھا یا صوفیا جو ضرورتاً سانپ کی صورت میں شکل اختیار کرتی تھی ہو گیا تھا۔ جس زمانہ میں مادیین کے یہ مختلف فرقے یکے بعد دیگرے کالدی فلسفی کے اثر سے وجود میں آتے چلے جاتے تھے۔ عین اُسی زمانے میں یونانیوں نے پال کی باپ بیٹے اور روح القدس والی تعلیم تثلیث میں اور نیز وجود عیسیٰ میں دو جداگانہ جنسوں کے باہمی اتحاد کے دلائل اور نظام عالم کے متعلق اپنے فلسفیانہ عقائد کے مابین اتفاق ومطابقت کی کوشش شروع کی۔

فرقہ پیراکوس

اس فرقہ کا بانی پیراکوس فراقوس Paraxeus تھا۔ عیسائیت میں وہم پرستی کی تعلیم پھیلانے والا پہلا یہی شخص تھا۔ اور وہ صرف اس حیلہ وتدبیر سے اپنے رواج تعلیم میں سب سے آگے بازی لے گیا۔ اُس نے عیسائیوں کے اس عقیدے کو تسلیم کر لیا کہ باپ بیٹے اور 5 روح القدس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان لوگوں نے یہاں تک تسلیم کر لیا کہ باپ اپنے مخلوق بیٹے عیسیٰ کے ساتھ اس طرح متحد فی الوجود تھا کہ باپ نے بھی بیٹے کے سب مصائب بمقدار مساوی برداشت کیے۔ اور اُس کی طرح آپ بھی شرمناک موت برداشت کر گیا۔

فرقہ مانیٹوس

موشیم (Moshcim) کا بیان ہے کہ یہ تمام فرقے علوم فلسفی کی ذریات تھے۔ ان سے زیادہ خرابی اور بربادی کی بلا دین مسیحی پر ایک شخص مانیٹوس (مانطوس) (Montanus) نامی باشندۂ فرغنہ کے ہاتھوں آئی۔ اس شخص نے تمام علوم اور ان کی جامعیت کو بالکل بے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ضرورت بتلادیا اور اپنے آپ کو عیسٰی کا فرقلیط موعون Paraeelefe ٹھہرایا مانیطوس نے بہت جلد کثیر التعداد مقلد پیدا کر دیئے جن میں سے دوعورتیں پریسکلا Priscalla اور میکسملا (Maxmilla) مدعیان نبوت تھیں۔ اور نہایت مشہور معروف تھیں۔ یہ دونوں عورتیں جس قدر اپنے حسن و جمال کے لیے مشہور تھیں اُسی قدر نیک طریق اور نیک اعمال نہیں تھیں۔ ان دونوں نے مل کر ایشیائے شمالی کو بذبح عام بتادیا۔ اور اپنے مجنونانہ مظالم سے تمام قوم انسانی پر خوف ناک مصائب وارد کیے۔

فرقہ مانویہ

عین اُسی زمانہ میں جب مارکونائیٹس، والنٹین اور مانٹیسنٹ اور دیگر فرقہ ہائے مانبین ممالک روم میں اپنی تعلیمات دینی پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ فارس میں ایک شخص پیدا ہوا۔ جس کی شخصیت اور حیثیت نے دونوں براعظم (ایشیا و یورپ) کی حکومت وفلسفہ پر نہایت گہرا اثر ڈالا۔ مانی طریقہ اور قرینہ سے تعلیمی کمال و جامعیت کا تیار اور کامل پیکر خاص تھا۔ اعلیٰ درجہ کا نجومی، اعلیٰ درجہ کا علم کیمیا و طبعیات کا ماہر اعلیٰ درجہ کا مغنی اور اعلیٰ درجہ کا مصور تھا۔ فن نقاشی میں اُس کے کمال ضرب المثل ہیں۔ اور ہر شخص آج تک از رنگ مانی سے پورے طور پر واقف ہے۔ وہ یہودیوں کے علوم رموز اسفار سے بھی کامل طور پر واقف تھا۔ عالمان مادیین کی تعلیمات سے بھی کماحقہ ماہر تھا اور مشرقی فلسفہ اور تصوف کی حکمت پر بھی عبور کامل تھا۔ بذات خاص بزرگان مغ کے خاندان سے تھا۔ اور شریعت عیسوی کی بھی کامل تعلیم پاچکا تھا۔ ان تمام کمالات و اوصاف میں کامل ہو کر اُس نے موجودہ مذہبی اختلافات سے جو اُس کے گرد و پیش ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ سخت نفرت ظاہر کی اور اُس نے ان مختلف مذاہب و طرائق کے مجموعہ سے ایک شریعت خاص کی بناڈالی۔ جو تمام اغراض انسانی و نفسانی کو بھی پورکرسکتی تھی۔ اور مقاصد قلبی و روحانی کو بھی مانی نے اپنی اُس جرات بےجا سے جو اُس نے تمام مروجہ مذہب کی موجود سیل روان کو ایک بالکل نئے اور خارجی طریقہ عقیدہ سے روک دیا۔ اور اپنے اس طریقہ میں وہ اُس عام تنقید و تردید کے الزام میں خواہ مخواہ داخل ہو گیا جس نے تمام مذہب کی تعلیم و تلقین اور ہدایت وارشاد کے کام بند کر دیئے۔ مانی نے اپنے طریقہ خاص کی تعلیم و ہدایت کو بڑی رازداری سے مخفی رکھا۔ فرقہ اسماعیلیہ نے ایک زمانہ بعید کے بعد مانی کا یہ طریقہ اختیار کیا۔ اور پھر فرقہ بالنیہ نے بھی اپنے زمانہ میں دیگر رموز مذاہب کی تنقید و تردید سے بچنے کے لیے یہ مخفی انداز پیدا کیا۔ اسی باعث سے ہر فرقہ اور طریقہ مانی کا مخالف ہو گیا۔ پھر تو حقیقت میں یہ نوبت پہنچی کہ جہاں کہیں مانی یا اُس کے شاگرد اور مبلغین طریقہ ملتے وہاں اُن کا نہایت بےباکانہ مظالم کے ساتھ تعاقب کیا جاتا۔ حقیقتاً مانی کی شریعت، ملت عیسائی کے متعلق، قدیم ایرانی اور کلدی فلسفہ کا مجنونانہ مجموعہ تھا۔ اُس کے عقیدے کے مطابق مادہ اور روح ہمیشہ معرکہ آرائے مخالفت تھے۔ ان دونوں ضدین کی مخالفت سے ترکیب انسانی کی ایجاد خلقت ہوئی۔ انسان کا اصل جوہر دو قسموں پر تقسیم ہوا۔ ایک مادی ایک روحانی۔ روحانی جوہر وہ تھا جو براہِ راست آسمان سے انسان میں ودیعت کیا گیا تھا۔ اور مادی وہ جو خلقت کے امتزاج عناصر سے وجود میں خود بخود آیا۔ ان دونوں متضد جوہروں کے اختلاف وضرر دور کرنے کے لیے اور جوہر روح کو قفس جسمانی (مادی) سے نجات و مخلصی دلوانے کے لیے جس میں وہ (جوہر روحانی) مقید تھا۔ خدائے تعالیٰ نے فضائے آسمانی سے ایک ازلیت کے

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

مجسمہ کو اپنے خاص جوہروں کے ساتھ نازل فرمایا۔ جو دنیا میں کرائسٹ کہلایا۔ کرائسٹ اُمت یہود کے درمیان ایک ظاہری پیکر انسان کے ساتھ نمایاں ہوا اور اُس نے اپنے دوران رسالت میں فانی ہستیوں کو صورت جسمانی کی ظاہری بدکاریوں سے ارواح نورانی مخلصی حاصل کرنے کی تعلیم دی اور اس طریق سے اپنے خراب اور ضرر رساں جوہر پر کامل فتح یابی حاصل کی۔ عالم ظلمت کے بادشاہ نے یہودیوں کو اس کے مار ڈالنے کی اشتعال دی۔ چنانچہ وہ صرف ظاہر طور پر نہ حقیقت میں مصلوب کر دیئے گئے۔ حالانکہ بخلاف اس کے وہ تبلیغ رسالت کے مناصب تمام فرما کر اپنے مسکن اعلیٰ کی طرف جو فضائے شمسی میں واقع ہے۔ واپس گئے۔

ان دلائل کے مطابق مانی کا قرار دادہ کرائسٹ نہ کھا سکتا ہے، نہ پی سکتا ہے، نہ مصائب و تکالیف برداشت کر سکتا ہے اور نہ کبھی مر سکتا ہے۔ وہ اس طریق سے خدا کا آخر مماثل بنا کر بھی نازل نہیں کیا جا سکتا۔ غرض کہ وہ آخر میں ایک ہوائی ہیولا قائم ہوتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ وہ پیکر نورانی جو تمام اشیاء میں نورانیت دے سکتا ہے۔ مگر خود مادہ میں مقید بتلایا جاتا ہے۔ لیکن بغیر صورت مخلوق اختیار کرنے کے وہ صورت مادی سے علیحدہ ہو جانے کے لیے کوشاں کہا جاتا ہے۔ یہ کیسے؟

بہر حال مانی کے یہ عقائد اور اس کے دلائل۔ عام اس سے کہ کیسے ہی صریح کفر آمیز اور خلاف عقل نہ ہوں لیکن ظاہری طور پر یہ اس قدر عقل سے بعید نہیں معلوم ہوتے جس قدر عیسائیوں کا موجودہ مسئلہ تحلیہ Trans. Subtantmflon کی عقیدت جس کو آج تک اتنی کثیر التعداد قوم عیسائی تسلیم کر رہی ہے۔ یعنی طعام نذر مسیح کا خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خون و لحم میں پہنچ کر متحیل ہو جانا۔

مانی نے اپنے مقلدین کے دو گروہ قرار دیئے۔ اور اُن میں سے پہلے منتخب شدہ لوگ نہایت سختی سے زائدانہ اور مجردانہ معاشرت اختیار کرنے کے لیے مجبور رکھے گئے تھے۔ یہ لوگ ہر قسم کے گوشت وغیرہ کی خوراک کھانے اور شراب وغیرہ اشیاء منشی کے پینے سے سخت منع کیے گئے تھے۔ ازدواج اور دیگر لذات نفسانی کے اختیار کرنے سے بھی محروم رکھے گئے تھے۔ دوسرے قسم کے لوگ مقلدین سماعی کہلاتے تھے۔ اُن کی تکلیف نرم و آسان رکھی گئی تھی وہ گھر بنانے، زمین رکھنے اور مال و متاع حاصل کرنے کے لیے ماذون تھے۔ وہ گوشت بھی کھا سکتے تھے، شادی بیاہ بھی کر سکتے تھے لیکن ان کی یہ آزادی بھی ان کو بہت سے حدود و قیود کے اندر اور ان میں سخت درجہ اعتدال قائم رکھنے کے شرائط کے ساتھ دی جاتی تھی۔ مانی کو بہرام گور نے قتل کر ڈالا۔ لیکن اُس کی تعلیم شریعت عیسوی میں اثر کر گئی اور اُن تمام اختلافات و مناقشات میں جو آیندہ مختلف عیسائی طریقوں میں واقع ہوئی وہ پورے طور سے نمایاں تھی۔

تیسری صدی میں عیسائیت کا حال سبیلین فرقہ کا آغاز

تیسری صدی کے اوسط میں سبیلین فرقہ نمودار ہوا۔ اُس نے ایک نئے قسم کا اختلاف مذہب مسیحی میں پیدا کیا۔ سبیلین Sabalian نے بتلایا کہ حضرت عیسیٰ انسان محض تھے۔ اور اُن کا عقیدہ تھا کہ ایک قوت خاص پدر اعلیٰ کی طرف سے نازل ہو کر عیسیٰ کے پیکر انسانی میں ملحق و متحد ہو گئی تھی۔ اور اس بنا پر وہ ابن اللہ قرار پائے۔ یہ خاص طور کی تعلیم جو بقول گبن (Gibban) کے موحدین کی اصلی راہ قربت تھی۔ عیسائیت کے مختلف فرقوں میں سخت بدنظمی کا باعث ہوئی۔ چنانچہ چوتھی صدی کی ابتدا میں اس بنا پر اوریجن (Oregen) نے اس عقیدے کی تعلیم پھیلائی کہ الوہیت تین جداگانہ جنسوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ مذہب تثلیث قدیم لامذہبی کی تلخیص جو امت مسیحی کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لوگوں نے ایجاد کر لی۔ کثیر اللہ کے ظنیات سے اُن کی فطرت اصولاً سراپا رنگی ہوئی تھی۔ عقیدہ تثلیث حقیقتاً عیسائیوں کی ایک قسم کی مدبرانہ مصلحت (پالیسی) تھی جو انہوں نے شریعت عیسوی اور مذہب کثیر اللہ کے درمیان اختیار کر لی۔ بعد ازاں قضائے ایام تعلیم تثلیث کامل طور سے شریعت تثلیث بن کر ضروریات دینی میں داخل ہوگئی۔ مگر قبل اس کے باعث سے بہت سے فلسفانہ طری و دلائل عیسائیت میں داخل ہو چکے تھے۔ اسپرٹ آف اسلام بحوالہ (Moshein P.911)

چوتھی صدی میں عیسائیت کا حال فرقہ ایرین کا ظہور

فرقہ ایرین کا ظہور عیسائیت کی خلاف عقل تعلیم سے عام انسانوں کے قوائے ذہنی کی معرکہ آرائی کا نتیجہ ہے۔ شہر اسکندریہ میں جو مجنونانہ طریقہ کے عیسائیوں کا بڑا مرکزی مقام تھا۔ اریوس (ا) Arius نامی ایک شخص نے اپنے عالم مجتہد کے ارشاد کے بالکل خلاف نہایت دلیرانہ اور بے باکانہ طور پر عموماً تمام ملک وقوم میں یہ صدائے احتجاج بلند کی کہ کرائسٹ ہرگز ذات الٰہی کے جوہر کے ساتھ مشترک نہیں ہیں۔ اریوس کی تعلیم بہت جلد ممالک مصر اور شمالی افریقہ میں پھیل گئی۔ اور برخلاف اُن تمام حملات وتعاقبات کے جو اُس کی امتناع اور سدباب کے لیے انواع واقسام کی صورتوں میں پیدا کیے گئے۔ اس طریقہ کی تعلیم ان ممالک میں نہایت استحکام سے پھیل کر قائم ہو گئی۔ بلکہ ممالک اسپین (Spain) تک پہنچ گئی اور اس کے قیام واستحکام کی یہ حالت اُس وقت تک ایسی ہی رہی جب تک کہ اس عقیدے والوں نے مذہب اسلام نہ قبول کر لیا۔ اریوس کے اس طریقہ تعلیم نے جو عیسائیت میں تفریق کثیر پیدا کر دی۔ اور اس تفریق نے شاہ قسطنطین کو 325ء میں بمقام بیتھبنیا کونسل نائس منعقد کرنے کے لیے مجبور کر دیا۔ اس مجلس مشاورت میں طرفین سے سخت رد وکد کے بعد اریوس کی تعلیم قطعاً ممنوع کر دی گئی اور گویا جرم قانونی قرار دے دی گئی اور کرائسٹ پدر اعلیٰ کے جوہر متحد تسلیم کر لیے گئے۔ اسپرٹ آف اسلام بحوالہ Gibbon VolIv R.305

اس انتظام سے مذہب عیسوی کی جو حالت ہوئی ہو اُس سے قطع نظر کر کے آپ اس وقت سے اس مذہب کی تاریخ ستم و جور، اندرونی جنگ وجدال خوفناک اور ظالمانہ حملات باہمانہ نفرت اور قتل وغارت سے آپس کی روز افزوں مشاجرت عام قلوب انسانی سے عقل وانصاف زائل کر دینے کے تفصیلی دفتر پیش کرتی ہے۔ ان تمام واقعات وحالات میں عالماں شریعت کی بدکاریاں جزو غالب بن کر داخل ہیں۔ ان عالمان شریعت کی مسرفانہ تعیش بے جا دعوے اور بدکاریاں چاروں طرف سے عام شکایتوں کا باعث ہوئیں۔ زمانہ قدیم کے طریقہ تجرد نے فرقہ مانک (Mank) کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اور ان صاحبان تجرد کی بدکاریاں ضرب المثل بن گئیں۔ مانک فرقہ ہائے عیسائیت کے مرتب اور تیار فوجی رسالے تھے۔ جو ہمیشہ انواع واقسام کے فساد، تکرار اور مخالف سلطنت پر جوشیاں رومتہ الکبریٰ اسکندریہ اور قسطنطنیہ کے ایسے مسیحیٔ حکومت کے مرکزی شہروں کی عام شاہراہوں اور سڑکوں پر واقع کیا کرتے تھے ان کے ان مفسدہ انگیزی اور شرارت طبعی کے نتیجے ہمیشہ سخت خون ریزیوں میں نمایاں ہوا کرتے تھے۔

نسطوریوس اور سینٹ سائرل (Nestorius & Sigyrell) قاتلان ہپتیا (Hyptia) دو مسیحی علما کی باہمانہ جنگ وجدال نے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عیسائیت کی تاریخ میں ایک قابل الذکر باب کا اضافہ کر دیا ہے۔

مختلف مذہبی کونسلیں

دوسری مذہبی مجلس مشاورت جو کونسل لوسیفس کے نام سے مشہور ہے۔انہیں اختلاف مذہب دور کرنے کے لیے جو شریعت میں واقع ہو گئے تھے منعقد ہوئی تھی۔مگر جیسا کہ مؤرخ گبن کا بیان ہے۔اس مجلس مشاورت میں عالم اسکندریہ کی خودرائی نے بحث وکلام کی آزادی کو بالکل روک دیا۔

دو جنس غیر کی تعلیم وعقیدت یہ حکم عام دے کر بالکل حرام کر دی گئی کہ جو لوگ ذات عیسیٰ کو دو جدا حصوں میں تقسیم کرتے ہیں وہ تلواروں سے خود حصوں میں تقسیم کر دیے جائیں۔وہ خود پارہ پارہ بنا دیئے جائیں اور جلتی آگ میں جلا دیئے جائیں۔یہ ایک عیسائی مجلس مشاورت کے مخیرانہ مقاصد ثابت ہوتے ہیں۔

پانچویں صدی کے حالات

اس کے بعد شہر چالکیڈون Chaleadon میں ایک تیسری مجلس مشاورت قائم ہوئی۔یہ مجلس روم کے بشپ کے استصواب رائے سے قائم ہوئی تھی۔اس مجلس میں ذات واحد میں عیسیٰ کا عین ظہور خدا لیکن دو جداگانہ عناصر کی ترکیب کے ساتھ بانٹا جانے کا عقیدہ بالوضاحت عام طور سے تسلیم کر لیا گیا۔فرقہ مینوفیسائیٹ (Monophysites) اور نسطورین (Nestorian) نے فیصلہ چالکیدون کے سدراہ ہونے کی کوشش کی لیکن اس عقیدت کے متعصبین کے ہاتھوں سے جو اپنے زعم خاص میں کرائسٹ کے وجود اور ذات خاص کے راز کی تحقیق کامل کر چکے تھے۔ان لوگوں کا قتل عام کر کے استحصال کامل کر دیا گیا۔شہر بیت المقدس عیسائی راہبوں کے قبضہ خاص میں آ گیا اور ان لوگوں نے عقیدہ ظہور ذات واحد کی صدائے احتجاج بلند کر کے تمام شہر کو غارت کر دیا۔جلا دیا اور قتل کر ڈالا۔یہاں تک کہ مزار عیسیٰ بھی خون انسانی سے ناپاک وآلودہ کر دیا گیا۔اسکندریہ کے عیسائی جو ایک عورت کو قتل کر چکے تھے۔اپنے عظیم ترین پیشوائے مذہبی کو بیت المقدس میں عین اصطباغ دیتے وقت اُسی مقام مقدس میں قتل کر دینے سے باز نہ آئے۔یہاں تک کہ اُس کی صاف ستھری لاش کو آگ میں جلا دیا اور اُس کی خاک کو دریا میں بہا دیا۔

چھٹی صدی کے حالات اور فرقہ مینوفیسائیٹ

چھٹی صدی کے اوسط میں مینوفیسائیٹ فرقہ کا طابع واژدن پھر ایک بار یعقوب (Jaceob) نامی شہر اڈیسہ کے بشپ کے زیر ہدایت ہو کر راستی پر آیا تھا۔یعقوب اور اُس کے جانشین اور قائم مقاموں کے زمانے میں پھر اس فرقہ نے مشرقی حکومتوں میں بہت بڑی شہرت اور عزت پیدا کی فرقہ ہائے نسطوریہ ومتعصبین عیسائیت اور اہالیان چالکیڈون پر اپنے متواتر حملات کر کے ان لوگوں (فرقہ یعقوبی) نے تمام دنیائے عیسائیت میں تباہ و برباد کر دینے والی لڑائیاں اور خون ریزیاں چاروں طرف واقع کر رکھی تھیں۔غیر عیسائی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

طریق کے لوگوں کے نزدیک مانیوفیسائیت کی یہ تعلیم کہ عیسیٰؑ کی صفات روحانی وانسانی باہم متحد ہوکر ایک جنس خاص تیار ہوگئی ہے اور اس اتحاد ضدین سے کوئی تغیر بالفریق دو اشیاء مختلفہ میں نہ کسی صورت سے نمایاں ہوتی ہے اور نہ پیدا ہوتی ہے۔ اصول مقرر کردہ کونسل چالکیڈون سے کسی طرح علیحدہ اور مختلف نہیں ہوتے۔ لیکن تاہم یہ اختلافی خصوصیت بھی کثیر التعداد قوم انسانی کی مصیبتوں کا باعث ثابت ہوتی ہے۔ آخر 630ء میں شاہ ہرقلیوس (ہرقل) (Harculus) نے ان مذہبی بے قاعدیوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت سے ایک خاص عقیدہ کو جاری کیا اور اس کا نام مانوتھیالیٹس (Menothylites) رکھا۔

ساتویں صدی کے حالات فرقہ مانوتھیالیٹس کی ابتدا

اس فرقہ کی تعلیم نہ اتنی جابرانہ تھی اور نہ مجنونانہ۔ مانوتھیالیٹس کے عقیدے میں نہ عیسیٰ خدائے کامل تھے اور نہ انسان کامل لیکن ان کی ترکیب خلقت الوہیت اور انسانیت کے دونوں جوہروں سے بقدر مشترک مرکب تھی۔ اور ایسی کہ اُس کی ذات نہ مرکب معلوم ہوتی تھی نہ اس ترکیب میں کوئی تغیر یا بدترتیبی تمیز کی جاتی تھی۔ بلکہ اس باہمی توحد و توصل سے صرف ایک ہی ذات یقین کی جاتی ہے۔

بخلاف اس کے یہ صلح کن طریقہ تعلیم قلوب مختلفہ عیسائیت میں سکون و آرام اتفاق و اتحاد پیدا کرے اس کے شیوع نے تو عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے درمیان خرابیوں کو اور گہرا کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایشیائے مغربی افریقہ شمالی اور ممالک یورپ کے اکثر حصوں میں۔ حضرت عیسیٰؑ کی منسوب الیہ قربان گاہوں میں قتل عام وغیرہ کے وہی منظر اور وہی عالم ہمیشہ پیش آتے رہے۔

آمد اسلام سے ماقبل کی صدیوں میں ممالک مسیحی کے مذہب وملت کی یہ کیفیت تھی جو اوپر بیان کی گئی خلاصہ یہ ہے کہ قسطنطنین کے مذہب عیسائی اختیار کرنے سے مذہب عیسوی نے سلطنت رومۃ الکبریٰ میں نمایاں قوت پکڑی۔ لامذہبی کی راہ تو بند ہوگئی۔ لیکن اس کے (لامذہبی کے) زوال کے وقت بڑے بڑے عظیم الشان اور خالص رومی سلاطین نے اس کو قائم رکھنا چاہا۔ لیکن اس کا زوال وانہدام لاعلاج ہو چکا تھا۔ مؤرخ گبن کا بیان ہے کہ لامذہبی اور کفر پرستی کے قطعی موقوف ہوجانے کے بعد یہ امید تھی کہ قوم عیسائی امن وامان اور سلامت روی کی حالتوں میں تنہا ہوکر اپنی کامیابی سے آرام وسکون پائے گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصول مذہب کا باہمانہ نفاق اُن کے سینوں میں ابھی تک زندہ تھا۔ اور بجائے اس کے وہ پیغمبرؑ کے اصول وقواعد کی عملی طور پر مشق و پابندی کریں اُن لوگوں نے ذات عیسیٰؑ کی تحقیقات وتفہیمات کا محققانہ انداز اختیار کیا۔ تمام مسیحی یورپ گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور شریعت عیسوی انواع اقسام کے اختلافات و موضوعات سے بھری پڑی تھی۔ مردوں کی روحیں اُسی طرح کثرت سے پوجی جاتی تھیں اور معززین قوم وملک کے مجسمے اُسی طرح قابل تعظیم و پرستش تسلیم کے جاتے تھے۔ قبور پرستی اور شیوخ پرستی دونوں عالم گیر ہورہی تھیں۔ اور اس طرح عیسائیت کفر پرستی بنادی گئی تھی۔ عیسائیت کی ماتحتی کی وجہ سے قوم کی ملکی اور معاشرتی حالتیں بھی بالکل افسوس ناک ہورہی تھیں۔

عیسائیت کے حیوانی مظالم

انسان سے خیالات وفیصلہ جات کی آزادی صلب کرلی گئی تھی۔ اور عیسیٰ کی حکومت لامذہبوں اور کافروں کی بے رحمانہ قربانیوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور جان ستانیوں تک محدود کر دی گئی تھی۔ جو عقائد مروجہ ملک سے بال بھر بھی اختلاف کرنے کی جرات نہ کرتے تھے۔ شہر اسکندریہ کی کھلی سڑک پر اور مہذب دنیا کی کھلی آنکھوں کے سامنے زمانہ قدامت کی شریف ترین عورت نا قابل الذکر مظالم کے ساتھ ایک عالم عیسائی کے ہاتھ سے جس کا نام دفتر عیسائیت میں شہید کے لقب مقدس سے برابر تحریر کیا جاتا ہے۔ اور جس کے لیے موجودہ روشنی کے زمانہ میں ایک عذر خواہ (ڈریپر) Draper بھی پیدا ہو گیا ہے۔ ذبح کر ڈالی گئی۔ ڈریپر کے خوش بیان صفحات میں اُن خون خوارانہ جرائم کے پورے واقعات موجود ہیں۔ جو ابدل آباد تک عیسائیت کے دامن پر بہت بڑا داغ لگائے رہیں گے۔

قتل ہپتیا

ایک خوش جمال عقلیہ اور نہایت پارسا خاتون پر جس کی درس گاہ شہر اسکندریہ میں صاحبان ذوق و اہل معاشرت مروجہ کی کثرت سے ہمیشہ بھری رہتی تھی۔ مبلغین اور معلمین عیسائیت کے ایک گروہ نے عین اُس وقت حملہ کر دیا جب وہ اپنی تعلیم گاہ سے باہر آ رہی تھی۔ ان موید ین مذہب کے شور وغل میں وہ اپنی گاڑی پر سے کھینچ لی گئی۔ اور کھلی سڑک پر بالکل ننگی کر دی گئی۔ وہ تو خوف کی شدت سے بے حواس ہو رہی تھی اُسے اسی شکل میں کھینچ کر ایک قریب کے گرجے میں لے گئے اور وہاں امام مذہب کے چُھرے سے قتل کر ڈالی گئی۔ اُس کی غریب لاش کے ساتھ بدکاری کی گئی۔ اس کے بعد اُس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گئے۔ اس پر بھی یہ خون خوارانہ مظالم اس وقت تک تمام نہیں کیے گئے جب تک کہ سیپیوں سے اُس کا گوشت ہڈیوں سے بالکل کھرچ نہ لیا گیا۔ پھر بقیہ اجزائے لاش کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ اور باوجود ان تمام مظالم کے دنیائے عیسائیت نے اس ظالم (قاتل ہپتیا سیٹ ساریل) کو مذہبی امام و پیشوا کا خطاب دیا۔ جس نے ایسی خوف ناک اور انقلاب انگیز خون خواری دکھلائی۔ غریب ہپتیا کا خون بہا سوائے عمرو ابن العاص کی تلوار کے اور کوئی دوسرا نہ لے سکا۔

عیسائیت کے مظالم اور عالمگیر بدکاریاں

حکومت قسطنطنیہ کی حالت خصوصاً شاہ جسٹینین کے ایسے نامور اور موید عیسائیت کے ایام حکومت میں۔ تمام عیسائی حکومتوں کی ملی اور قومی بدکاریوں اور بداخلاقیوں کی مرتب فہرست ہے۔ اقاصرہ روم کے تخت شاہی پر ملکہ تھیوڈرا (Theodra) کے قدم آئے اور وہ سلطنت کے تمام نظام میں بادشاہ کی شریک بلکہ شریک غالب بن گئیں۔ تھوڈرا نے شہر قسطنطنیہ میں اپنی (بدکاری کی) علانیہ تجارت شروع کر دی۔ اور وہاں کے آوارہ مزاج باشندوں میں ان کا نام ضرب المثل ہو گیا۔ لیکن باایں ہمہ اُس شہر میں کامل تعظیم و تکریم کے ساتھ یہ سلطانہ تسلیم کر لی گئیں۔ اور بڑے بڑے حاکمان قتل و قصاص مجتہدان عصر فتح مند اور قلعہ کشا سپہ سالاران افواج ان کی تعظیم و احترام کرنے لگے۔ تھیوڈرا کے جور و مظالم سے سلطنت روم تمام دنیا کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہو گئی۔ جن مظالم کو نہ کوئی نصاب مذہبی روک سکتا تھا اور نہ حدود قومی یہ شورش انگیز مفسدے۔ خون ریز ہنگامے جن میں علمائے مذہب کی ہمیشہ نمایاں شرکت رہتی تھی۔ اُس زمانہ خاص کے آئین تھے۔ ان موقعوں پر تمام احکام نظام، عام اس سے کہ نظام انسانی ہوں یا احکام روحانی سب پامال کر دیئے جاتے تھے۔ معابد اور مذابح (قربان گاہیں) خون خواریوں سے ناپاک بنے ہوئے تھے۔ کوئی مقام نہ امن و آرام کے قابل تھا اور نہ طہارت و احترام کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لائق۔قومی قوانین بالکل متروک کردیئے گئے تھے۔اور باغیانہ بدکاریاں دن دہاڑے ہمیشہ جاری رکھی جاتی تھیں۔کوئی واقعہ ایسا خوف ناک اس ناپاک شہر میں اُس وقت تک ظاہر نہیں ہوا تھا جیسا کہ نیکا کے عام بلوے کی صورت وطریقہ میں شاہ جسٹینین کے پانچویں سال جلوس میں واقع ہوا۔طبقہ رعایا کی عام طواف الملوکی اپنی تمام خون ریزیوں اور بدکاریوں کے ساتھ شاہی افواج متعصبین کی حمایت کی وجہ خاص سے ترقی ووسعت پاکر بالکل وحشیانہ انداز وصورت میں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ سلطنت کفار میں بھی اُن کی نظیر نہیں ملتی۔

شاہ مارقیوس کا خونِ ناحق

جب ہم قسطنطنیہ کی ان حالتوں کا مقابلہ کرنے لگتے ہیں تو حکومت فارس کی حالت کو اُس زمانہ میں اس سے کہیں بہتر سمجھتے ہیں۔ عام جذبات انسانیت، ان مظالم وجرائم کو دیکھ کر جنہوں نے مسیحی قسطنطنیہ کے کارناموں کو سراپا داغدار بنادیا ہے۔ بالکل علیحدہ ہوجاتے ہیں۔جس زمانہ میں کہ پیغمبر اسلام ﷺ بالکل کمسن تھے۔عین اُس وقت ایک نہایت نیک اور پرہیز گار عیسائی حکمران قسطنطنیہ جس کا مثل آج تک تخت بازیطوم (سابق قسطنطنیہ) پر نہیں بیٹھا تھا ایک عیسائی بادشاہ کے اشارے سے قتل کردیا گیا وہ مظلوم بادشاہ اپنے قصر شاہی کے عبادت خانہ سے باہر کھینچ کر لایا گیا اور اُس کے پانچوں بیٹے ایک ایک کرکے اُس کی آنکھوں کے سامنے قتل کردیئے گئے اور حسرت ناک منظر بادشاہ کو خاص طور پر تمام کردیئے جانے پر ختم کردیا گیا۔اس کے بعد اُس کی بیوہ سلطانہ پر اور اُس کی لڑکیوں پر خوف ناک مظالم ڈھائے گئے اُن کو بھی اُسی مقام پر قتل کردیا گیا۔جو مقام اُن سے پہلے شاہ مراقس کے خون سے رنگین ہوچکا تھا۔

اس کے بعد کے واقعات مظالم جو مقتول بادشاہ کے احباب ورفقا کے ساتھ عمل میں لائے گئے۔وہ عیسائیوں قسطنطنیہ کے اخلاق کی کامل فہرست ہیں اُن کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں۔تالو سے زبانیں کھینچ لی گئیں۔مثل حیوانات کے اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے۔اُن میں سے اکثر تازیانوں کے نیچے مرگئے۔اکثر آگ کے شعلوں میں جل کر خاک ہوگئے اکثر کے کام تیر مار مار کر تمام کردیئے گئے۔اور جلدی سے مارڈالنا تو بقول گبن ایک قسم کا بہت بڑا رحم تھا۔جوان بدنصیبوں کو مشکل سے نصیب ہوا۔

سلطنت قسطنطنیہ خون تھوک تھوک کر قریب الموت ہورہی تھی اور ملکی اور مذہبی تفریق ومناقشات سے صد پارہ ہوکر اور عقلی مجالوں سے بے دل ہوکر مذہبی عقائد میں اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی کوششوں سے بالکل کمزور ہوچکی تھی۔اور ہمیشہ کشت وخون، بدکاریوں اور خون خواریوں کے مناظر پیش کرتی رہی۔

عیسائیوں کا بہت بڑا مشہور ومعروف مؤرخ ملمین (Milmen) قسطنطنیہ میں اُس زمانہ کی مجنونانہ عیسائیت کی یہ حالت بیان کرتا ہے۔قسطنطنیہ کا بشپ (مجتہد اعظم) سلاطین قسطنطنیہ کا دہن بستہ شکار، ادنیٰ غلام اور پُرجوش مذاق والا مصاحب تھا۔اور کبھی اپنا کامل اخلاقی اثر حاکم سلطنت کے مزاج پر نہ پہنچا سکا۔اس سے طبقہ زیریں کے ماتحتی علما وپیشوایان مذہب عیسوی قطع نظر آسکے کہ انہوں نے اپنے دوسرے احسان واشفاق قوم پر مبذول کرکے قوت دولت اور مراتب حاصل کر لیے ہوں۔جن سے وہ قوم کی حریص اور دیگر خواہشات نفسانی کو روک سکیں۔مگر باوجود اس کے اُن کی یہ تمام قوتیں اتنی کافی نہیں تھیں کہ وہ تمام قوم کے قلوب پر کبھی نظام امن قائم رکھنے کے لیے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تحکم کر سکیں۔ یا قدیم زمانہ کی بداخلاقیوں کو موقوف کر سکیں۔ باہمانہ مناقشات واختلافات میں سکون پیدا کر سکیں اور دوگرتی ہوئی قوموں کو یکجا کر دیں بظاہر تو وہ قلوب پر حکمرانی کرتے تھے اور اس سے قبل زبانوں میں بھی وہ حکمرانی کر چکے ہیں لیکن قلوب عامہ پر یہ حکمرانی کسی اقتدار وعظمت یا احسان وخلوص کے ذریعہ سے نہیں کی جاتی تھیں۔ بلکہ جاہل متبعین کو وہم پرستی کے خوف دلانے، ڈرانے اور دھمکانے سے حقیقتاً اس طبقہ کے لوگ (علمائے عیسائیت) بذات خود جہالت کی غار میں گر پڑے تھے۔ اور جہالت وحیوانیت کے آگے سرنگوں ہو گئے تھے اور یہ ایک نہایت ذلیل درجہ کی تہذیب تھی۔ رہبانیت نے قوم کے کثیر التعداد افراد کو جو محض زاہدانہ اور دینی مشاغل میں نہایت مستعد درکار آمد لوگ ثابت ہوتے ہیں۔ اپنی طرف کھینچ لیا۔ لیکن ان رہبانوں نے جب سے ملک کے خونخوارانہ اور مخافانہ معاملات ملکی میں اپنے جتھے اور فرقے بنا بنا کر شرکت کی۔ اُس وقت سے اُن کی نگاہوں میں اُن کی وقعت اور اُن کے اثر بالکل کم ہو گئے۔ وہ کہنے کے لیے تو دنیا سے بالکل علیحدہ تھے۔ تارک الدنیا والعلائق تھے۔ حیرت وتنہائی کی وادی میں ساکن تھے اور انہیں لوگوں میں وہ راہبین جو مانک (Monk) کے نام سے مشہور معروف تھے۔ اپنے اپنے صومعات میں تو بجائے خود نہایت مستحکم اور پُرامن تھے۔ اور ایسے ہی وہ اپنی نجات کی نسبت بھی یقین کامل رکھتے تھے۔ لیکن اپنے فرقہ کے سوائے تمام نوع انسانی کو ایک لاعلاج فنا و نیستی کے لیے چھوڑے بیٹھے تھے۔ سپرٹ آف اسلام، ص 36 بحوالہ 84. Millmans Latin Chastiamty Vst Introduckon P

جو قطعات ملکی ایشیائی ترکستان میں دریائے فرات سے مغرب کی طرف واقع تھے۔ وہ پارتھین (Parthan) اور رومن قوموں کے ہاتھوں یکے بعد دیگرے برباد ہو چکے تھے۔ پھر ان دونوں تباہ کن قوموں کے بعد ان ممالک کو نیو ایران اور رومیوں نے پامال کر کے تباہی وبربادی کے آخر درجوں تک پہنچا دیا تھا۔ وہاں کی رعایا کی بدکاریاں اُن کی قومی تباہی سے بڑھی ہوئی تھیں متعین عیسائیت نے اُن کی قومی حالتوں میں ترقی پیدا کرنے کی جگہ اُن کی خرابیوں کو اور وزنی کر دیا تھا۔ ان ممالک میں مذہب زردشتی ذلیل ترین عیسائیت سے ایک طرف اُلجھا ہوا تھا۔ اور فرقہ نسطوریہ (Nestorian) اپنے متعصبین مذہب کے گروہ سے دوسری طرف دست وگریبان تھا۔ اور یہ وہی قدیم جنگ تھی جو فیمابین، مانیٹیوس اور دو پیغمبر ہائے آنسواں کے درمیان ایک زمانہ دراز سے جاری تھی۔ الغرض ان مفسدات نے مغربی ایشیا کو بربادی اور نا اُمیدکا ناپیدا کنار ویرانہ بنا رکھا تھا۔

وہ گردباد فتوحات جو افریقہ ہو کر گزر گیا۔ وہ قتل عام کشت وخون معلمین ومبلعین مذہب عیسائیت کی زیادتی اور بدعنوانی سے بالکل پُر اور مملو تھا۔ اُس نے نور اخلاق کے ایک ایک ذرے کو چن چن کر ملک مصر اور دیگر ممالک افریقہ کے حصوں سے جو قریب قریب زوال دینتی کے پہنچے ہوئے تھے نکال پھینکا۔ قوم کی حالت اس سے بھی زیادہ مصیبت ناک ہو رہی تھی روز روشن میں حاکمانِ شریعت اور قوم کے لوگوں کی دونوں آنکھوں کے سامنے نارسیز Narses کے ایسا ایک محسن قوم وملک شہر قسطنطنیہ کے بازار میں زندہ جلا دیا گیا۔ ایسے ہی تخت گاہ روم میں اکزآرج (Exarch) نائب السلطنت) کے آنکھوں کے سامنے فریق مخالف بشپ کے طرف داروں نے اعلان جنگ دے دیا اور تمام گرجاؤں کو عیسائیوں کے خون سے بھر دیا۔

ملک اسپین (اندلس) نے ان سے بھی زیادہ خوف ناک بربادی اور طوائف الملوکی کے واقعات پیش کیے۔ دولت مند طبقہ قوم

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور وہ چند صاحبان اقتدار حقوق ۔ جو حکومت کی طرف سے عمالان ملکی کے عہدوں پر ممتاز تھے یا حاکمان وقت ہونے کے خطابات و القابات رکھتے تھے۔ وہ لوگ تمام دینی اور دنیاوی تکالیف سے البتہ سبکدوش تھے۔ وہ انتہا درجہ کی عیش وعشرت کے ساتھ اپنے اپنے خوش نما محلات میں رہتے تھے۔ غلام وکنیز خدمت کے لیے ہمیشہ انہیں گھیرے رہتی تھیں ۔ وہ لوگ اپنے اوقات زیادہ تر حمام کی صحبتوں میں صرف کرتے تھے۔ جو اُن کی بدکاریوں کے اظہار کی اصلی شکارگاہ تھی ۔ یا قمار بازی کی میز پر اپنا وقت گزارتے تھے۔ اس سے جو وقت بچتا تھا وہ کھانے اور پینے میں صرف ہوتا تھا۔ ان کی یہ کثیر عیش وعشرت اور اُن میں ان لوگوں کی بے حد زیادتیاں عام طبقہ رعایا کی لاانتہا ناداری اور تکلیف کے ساتھ ایک خوف ناک مقابلہ کا موقع دیتی تھیں ۔ اب رہی متوسطین طبقات قوم ۔ جن کو شہروں اور قصبوں کی آزاد رعایا کہا جاتا تھا۔ وہ روم بادشاہوں کے مظالم سے روزانہ پیسے جارہے تھے۔ زمیندارانہ غلامی موقوف ہوگئی تھی ۔ اُس کے قائم مقام آبادانہ غلامی قائم ہوگئی تھی اور اُس نے آزادی اور غلامی کے درمیان کی صورت اختیار کی تھی ۔ بعض حالتوں میں وہ غلاموں سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھے وہ جائز طریقہ میں شادی بیاہ بھی کر سکتے تھے ۔ اور اپنی کاشت کے محاصل میں قدرے حصہ پانے کے بھی مستحق ہو جاتے تھے اور اُن کے مالک اُن سے مال ومویشی نہیں لے سکتے تھے ۔ باستثناء ان کے وہ اور حالتوں میں ملک کے غلام تھے ۔ اور اُن کی ذاتی خدمات بالکلیہ حکومت سے وابستہ نہیں ۔ اُن کو سزائے جسمانی اُسی طرح دی جاتی تھی جس طرح گھر کے لونڈی غلاموں کو دی جاتی تھی ۔ رعایا کسی ایک ہی شخص کی غلام نہیں تھی بلکہ ملک بھر کی ۔ اُن کی خدمات کے تعلقات موروثی اور ناقابل الفکاک طریقہ سے اُن کی زمین کاشت سے متعلق تھے ۔ جسے وہ جوتتے بوتے تھے ۔ ان غلامان حکومت کے حالات جو خاص کر تمام حکومت کی رعایا پر مشتمل تھے ۔ ناقابل بیان تھے ۔ اُن پر حیوانوں سے بھی زیادہ ظلم وبے رحمیاں کی جاتی تھیں ۔ جہالت ملکی کے بار ثانی حملات ان بدقسمت قطعات زمین پر سے بھی زائد خوفناک بلا ومصیبت لائے ۔ لیکن جب ان میں بیداری آئی تو وہ از خود رفتہ خوفناک اور کامل الارادہ ہوگئی ۔ اور انھوں نے ان طبقات آراضی کو لوٹا ۔ قتل کیا اور باقی ماندہ لڑکوں ، عورتوں اور پادری لوگوں کو اپنا غلام بنایا ۔ کثیر التعداد قومیں اس جزیرہ نما یورپ میں آباد تھیں ۔ مقلدین حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں جیسے جیسے خوفناک مظالم اُن کے ساتھ ہوئے اور جس بے رحمی سے اُن کا تعاقب کیا گیا وہ دل شکن ہیں ان لوگوں کا تعاقب عالمانِ شریعت عیسوی کے ہاتھوں اور اُن کے حکم خاص سے زیر حکم شاہ ویسگوتھ سلبست (Visegothsisbet) 616 ء سے شروع ہوکر اُس وقت تک نہیں تمام کیا گیا ۔ جب تک کہ اسلام ان مظلومیں جہالت وخون کے لیے پروانہ نجات نہ دلایا ۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے یورپ کے یہودیوں کو اس قابل بنا دیا کہ میمونائدس (Moses Memonaidus) یا ابن جبریل کے ایسے قابل افراد پیدا کر سکے ۔ اسپرٹ آف اسلام ، از ص38 دیباچہ ۔

رائٹ آنریبل سید امیر علی سی آئی اے بالقابہ نے مندرجہ بالا عبارت تفصیلی میں صفحات عالم پر الکفر ملة واحدة کی ایسی اچھی تصویر کھینچی ہے کہ پھر اُس کی دوسری مثال یا عکس ثانی پیدا کرنا دشوار ہے اس تفصیل سے ہر شخص باس آنی سمجھ لے گا کہ ظہور اسلام اور بعثت حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ الکرام کے وقت کفر وشرک اور ضلالت وجہالت کی عام تاریکی دنیا کے اس سرے سے لے کر اُس سرے تک پھیلی ہوئی تھی ۔ اور عادت الٰہی کے مطابق یہی وقت اور یہی موقع انوار رسالت کی ضیا افشانی کا خاص تھا ۔ اس تفصیلی عبارت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے متعلق مجھ کو کسی اضافہ کی ضرورت نہیں تھی لیکن چونکہ موجودہ زمانہ میں تمام یورپ کا زمانہ ہے اور اس کتاب میں تمام تر یورپین مصنفین کی تعریضات سے مقابلہ ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت ممالک یورپ کی جہالت وضلالت جیسی تاریخوں سے ثابت ہوتی ہو وہ بھی تفصیل کے ساتھ پیش کر دی جائے کیونکہ مندرجہ بالا عبارت تفصیلی میں اس تشریح کی کمی رہ گئی ہے اس غرض سے ہم مفصلہ ذیل عبارت میں آنحضرت صلعم کے مبعوث برسالت ہونے کی وقت یورپین ممالک کے علیحدہ علیحدہ حالات قلم بند کرتے ہیں۔

ممالک یورپ میں عیسائیوں کی دینی اور دنیاوی بدنظمی

رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت تمام یورپ میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ انگلستان میں برٹن (Birton) اور سیکسن (Sexon) قومیں آباد تھیں۔ نارتھمبرلینڈ، مڈلینڈ، کومبیرز، نارفاک، سفاک اور سیکس (قریب قریب تمام اضلاع انگلستان میں) ہیں ووڈن (Wodden) کی پرستش ہوتی تھی۔

فرانس اور اُس کے اضلاع برن بلڈسگ بڑت، فری دی گوئن دی، بلہمارک پُر افسانہ وقصص کی حالت میں گرفتار تھا اور ان علاقوں میں پادریوں کے ایما سے بہت سی بدکاریاں روا رکھی جاتی تھیں۔ فرانس ہمیشہ سیکسن قوموں سے دریائے البا (R. Elbe) پر معرکہ آرا رہتا تھا۔ یہ لڑائی 782 عیسوی کے بعد تک جاری رہی جس میں ساڑھے چار ہزار سیکسن قیدی نہایت بے رحمی سے شہر وارڈن (Warden) میں ہلاک کیے گئے۔

ہنگری۔ ان دنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ اور آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا۔ جن کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا۔ (سول اور ملٹری گزٹ مؤرخہ 12 کتوبر 1907ء اڈیٹوریل نوٹ)

ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ اور بام مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا۔ وہ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگان خدا کی راہبری کرتا تھا۔ مندروں میں زن ومرد کی برہنگی کی تمثالیں بنا کر رکھی جاتی تھیں اور اُنہیں کی پرستش کی جاتی تھی عبادت خانوں کے در و دیوار پر ایسی سراپا فحش تصویریں کندہ کی جاتی تھیں جن کے تصور سے ایک مذہب شخص کو نفرت آنی چاہیے۔

چین اور مشرق بعید کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر خدا سے منہ موڑ لیا۔ ہر کام کے لیے جدا جدا بت مقرر کر لیے تھے۔ کوئی بارشا کا، کوئی اولاد کا، کوئی جنگ کا، کوئی امن کا۔

قبل بعثت عرب کے خاص حالات

یہاں تک ہم معمورہ عالم کے گوشہ گوشہ کی بت پرستی اور کفر مستی کے مفصل اور مسلسل حالات قلم بند کر چکے اور دکھلا چکے کہ ایک کفر شعاری کی بدولت اُن کے اخلاق، آداب معاشرت اور ملکی وقومی نظام کیسے تباہ و برباد ہو رہے تھے۔ اب ہم ان اقطاع عالم کے مندرجہ بالا حالات کو بالتفصیل بیان کر کے حسب الوعدہ اخیر میں جزیرۂ نمائے عرب کی موجودہ تباہی و بربادی کا نقشہ ذیل کے مضامین میں کھینچتے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں۔جس سے معلوم ہوجائے گا کہ اس عام تاریکی کے زمانے اور اس دائمی ظلمت کے عین عالم میں اس قطعہ عالم کی جس کی نسبت وہاں کے باشندے قلب عالم ہونے کا دعویٰ اور اپنی سرزمین وطن کو ایک نامحدود وغیر معدود زمانے سے تقدیس کا مرکز رسالت کی تبلیغ کا مخزن، ابراہیمؑ کا معبد اور اسمٰعیلؑ کا مسکن قرار دیتے آئے ہیں۔ان خصوصیات واوصاف سے تو یہ چاہتا تھا کہ وہ اور اُس کے باشندے بمقابلہ اور مقامات کے اپنے اطوار و کردار میں خدا پرستی اور صلاحیت کے مسلک قدیم پر قائم ہوں لیکن واقعات اس کے برعکس یہ بتلاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قدیم عظمت کے تمام خصوصیات کو بالائے طاق رکھ کر ایک مدت سے کعبہ میں بت پرستی اختیار کر لی تھی۔تفصیل یہ ہے۔

کئی صدیاں گزر گئیں تھیں،سینکڑوں نسلیں ختم ہو گئیں تھیں کہ جزیرہ نمائے عرب میں اُس وقت سے لے کر اس وقت تک کسی فرمانروا کا پورے ملک پر نہ تسلط ہوا تھا اور نہ کسی بادشاہ کی حکومت۔ایک زمانہ دراز سے ملک کا ملک شتر بے مہار تھا۔نہ کسی حاکم سے واسطہ نہ کسی حکومت سے سروکار حضرت شعیبؑ کے بعد سے جسے تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہوتا ہے۔آج تک اس قطعہ زمین پر نہ کوئی ہادی اُمت نازل ہوا تھا۔نہ کوئی راہبر اور نہ پیغمبرؑ اترا تھا۔اس وجہ سے یہ ملک کا ملک قوم کی قوم نہ خدا کے اصول ہدایت سے واقف تھی اور نہ قانون سیاست سے آشنا۔ایک خالص آزاد قوم تھی اور کامل جاہل ملک جن کی آزادی محض حیوانی تھی نہ انسانی لیکن وہ آزادی بھی انواع اقسام کی کیفر کرداریوں میں گرفتار تھی۔اور ملکی نام ونمود بھی ہزار طرحوں کی جاہلیت میں نیست ونابود تھا۔

زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب حقیقتاً کسی الہامی مذہب کو نہیں مانتے تھے۔اُن کو خدا کے وجود ہی سے انکار تھا۔اور حشر کے منکر تھے۔اور چونکہ وہ گناہ کے قائل نہ تھے اس لیے عقبیٰ میں روح کی جزاوسزا کے بھی قائل نہ تھے۔وہ اپنے آپ کو جملہ قیود قانونی خواہ حدود رسمی سے بالکل مبرا اور منزہ تصور کرتے تھے۔اور اپنی ہی آزاد مرضی کے موافق کاربند ہوتے تھے۔ان کا عقیدہ تھا کہ انسان کا وجود دنیا میں ایک درخت یا جانور کے مانند ہے وہ پیدا ہوتا ہے اور پختگی پر پہنچ کر منزل پکڑتا ہے اور مرجاتا ہے اور جانوروں ہی کے مانند بالکل نیست نابود ہوجاتا ہے اکثر ان میں معتدل خیال والے بھی تھے۔اور وہ روح کو غیر فانی سمجھتے تھے۔اور اُس کی جزاوسزا کو آدمیوں کے نیک وبداعمال پر منحصر کرتے تھے۔اس لیے ضروری تھا کہ وہ ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے اُن کو دائمی خوشی حاصل ہو اور ان کو ابدی تکلیف اور خرابی سے محفوظ رکھے۔لیکن خود ان کے پاس کوئی ایسا اصول جس کے وہ کاربند ہوں موجود نہ تھا۔اس لیے انہوں نے اُن قواعد کی طرف توجہ کی جن کو ان کی ہمسایہ قومیں مانتی تھیں اور اپنی سمجھ کے موافق ہر قوم سے ان لوگوں نے کچھ کچھ باتیں اخذ کر لیں۔

عرب میں بت پرستی کیسے آئی

یہی اسباب تھے جن اسباب سے عرب نے شام کے بت پرستوں سے بت پرستی سیکھی اور عمرابن لحیہ،ہبل نامی بت کو شام سے لا کر اور خانہ کعبہ میں نصب کر کے عرب کی بت پرستی کا بانی اور داعی مشہور ہوا۔ان لوگوں نے بہت سے معتقدات اپنے ہی اصلی وطن کے الہامی مذہبوں سے اور بہت سے غیر ملکوں کے خیالات سے اخذ کر لیے تھے۔اور پھر ان سب کو اپنے توہمات سے خلط ملط کر کے اپنے معبودوں کو دین ودنیا کے اختیارات دے رکھے تھے۔لیکن اتنا فرق تھا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ دنیوی اختیارات بالکل اُن معبودوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے ہاتھ میں ہیں اور عقبیٰ کے اختیارات کی نسبت اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ اُن کے بت یعنی وہ جن کی پرستش کے لیے وہ بت بنائے گئے تھے اُن کے گناہوں کی معافی کے لیے خدائے تعالیٰ سے شفاعت کریں گے۔غرض کہ ظہور اسلام سے پہلے ملک عرب میں بت پرستی کی یہی کیفیت تھی۔تمام عرب جاہلیت کا شیوہ بت پرستی تھا۔اور جن بتوں کی وہ پرستش کرتے تھے،اُن کی تفصیل یہ ہے:

عرب کے بتوں کے نام اور مقام ہبل

۱۔ہبل

ایک بہت بڑا بت تھا۔جو خانہ کعبہ کے اندر داہنے طرف جو خزانہ کا کنواں تین گز گہرا حضرت ابراہیمؑ نے کھودا تھا۔اُس پر کھڑا کیا گیا تھا۔عمر ابن لحیہ زمین کو ارض جزیرہ سے لایا تھا۔اُحد کی لڑائی میں ابوسفیان نے اسی سے مدد چاہی تھی۔جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے فتح مکہ کے روز حضرت علی مرتضیٰؑ نے اس کو توڑ ڈالا۔توریت کے قدیم بت بعل کی یہ غالباً تصحیف ہے۔

۲۔وُدّ

قبیلہ بنی کعب کا یہ بت اور وہ لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔عرب کا رستم وستان مشہور پہلوان عمر بن عبدود کا نام اسی بات کے نام سے خاص نسبت رکھتا ہے۔

۳۔سواع

یہ بت قبیلہ مذحج کا تھا اور وہ اس کی پرستش کرتا تھا۔

۴۔یغوث

قبیلہ بنی مراد کا بت تھا اور وہ اس کی عبادت کرتے تھے۔

۵۔یعقوق

بنی ہمدان کے قبیلہ کا بت تھا اور وہ اس کو معبود سمجھتے تھے اور عبادت کرتے تھے۔

۶۔نسر

یہ بھی بنی ہمدان کے قبیلہ کا بت تھا اور یمن کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۷۔عُزیٰ

قبیلہ بنی غطفان کا بت تھا اور وہ قبیلہ اس کی پرستش کرتا تھا۔اصل میں عزیٰ تین درختوں کا مجموعہ تھا۔جس میں ذات باری عزواسمع کا حلول سمجھ کر پوجتے تھے۔عزی لفظ عزیز کا مونث ہے۔

۸۔لات

یہ ایک بن گڑھا پتھر تھا۔جس میں لوگ خیال کرتے تھے کہ شان باری تعالیٰ کے کرشمے نے حلول کیا ہے۔لات کو عورت یعنی دیوی سمجھتے تھے۔اس رعایت سے لفظ الہ کا مونث اللات ہوا۔

۹۔مناۃ

یہ ایک عظیم الشان بت تھا اور سمندر کے کنارے پر قدید کے پاس عمر بن لحیہ نے نصب کیا تھا۔لات ومنات کے بت کسی خاص قبیلہ سے علاقہ نہیں رکھتے تھے۔بلکہ عرب کی تمام قومیں ان کی پرستش کیا کرتی تھیں۔

۱۰۔دوآر

یہ بت نوجوان عورتوں کی دیوی تھی وہ چند دفعہ اس کا طواف کرتی تھیں پھر اس کو پوجتی تھیں۔

۱۱۔اوصاف

یہ بت صفا پر نصب تھا۔

۱۲۔نائلہ

یہ بت مروہ پر نصب تھا۔ان دونوں بتوں پر ہر قسم کی قربانی ہوتی تھی۔اورسفر میں جانے اور سفر سے آنے کے وقت ان کو بوسہ دیتے تھے۔حقیقت ان کی یہ ہے کہ بنی جرہم کے زمانے میں صفاومروہ پر یہ دونوں بت نصب کیے گئے تھے۔صفا پر جو بت تھا وہ مرد کی شکل تھا اُس کو اصاف کہتے تھے۔دوسرا بت جو مروہ پر تھا وہ عورت کی شکل تھا۔اس کو نائلہ کہتے تھے۔ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں انسان تھے۔اور بنی جرہم ان کو اپنا دیوتا سمجھتے تھے۔ان کے مرنے کے بعد ان کے دو بت بنا دیئے گئے اور پرستش ہونے لگی۔

۱۳۔نھیک

یہ بھی عرب کا قدیم بت تھا۔نھیک کو وہ صفا پر نصب کیا گیا تھا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۴۔مطعم

یہ بھی عرب کا قدیم بت تھا۔ مطعم مروہ پر نصب کیا گیا تھا۔

۱۵۔ذات الانواط

یہ ایک بہت بڑا سبز و شاداب درخت مقام حنین میں تھا۔ جس کو لوگ پوجتے تھے۔

۱۶۔ذوالکفین

یہ بھی ایک بت تھا۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلوا دیا۔

۱۷۔عبعب

ایک بڑا پتھر تھا۔ جس پر اونٹوں کی قربانی کی جاتی تھی۔ اور عرب ذبیحہ کے خون کا بہنا اُس پر نہایت ناموری کی بات سمجھتے تھے۔

ان کے علاوہ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیمؑ کی مورت بنی ہوئی تھی۔ اور اُن کے ہاتھ میں قرعہ اندازی کے تیر تھے جو ازلام کہلاتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی تصویریں دیواروں پر بھی کھینچی ہوئی تھیں۔ حضرت مریمؑ کی بھی ایک مورت تھی۔ اس طرح کہ حضرت عیسٰیؑ اُن کی گود میں ہیں۔

عرب کی ملکی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وُدّ و آر۔ یغوث، یعوق اور نسر مشہور لوگوں کے نام ہیں۔ جو ایام جاہلیت میں گزرے ہیں۔ ان کی تصویریں پتھروں پر منقش کر کے بطور یادگار کے خانہ کعبہ کے اندر رکھ دی تھیں۔ ایک مدت مدید کے بعد ان کو رتبہ معبودیت دے کر پرستش کرنے لگے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عرب کے نیم وحشی باشندے ان مورتوں پر خدا ہونے کا پورا اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ ان لوگوں کو جن کی یہ مورتیں تھیں معبود سمجھتے تھے بلکہ ان کو مقدس سمجھنے کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں۔

عرب جاہلیت ان مورتوں کو ان شخصوں کی روحوں کی یادگار سمجھتے تھے۔ اور ان کی تعظیم و تکریم اس سبب سے نہیں کرتے تھے کہ ان مورتوں میں کوئی شان الوہیت موجود ہے۔ بلکہ محض اس وجہ سے ان کی عزت و تعظیم کرتے تھے کہ وہ اُن مشہور اور نامور اشخاص کی یادگار ہیں۔ جن میں ان کے اعتقاد کے موافق جملہ صفات الوہیت یا کسی قسم کی شان الوہیت موجود تھی۔ ان کے نزدیک ان مورتوں کی پرستش سے ان لوگوں کی روحیں خوش ہوتی ہیں جن کی وہ یادگاریں تھیں۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ خدائے تعالیٰ کی جملہ قدرتیں، بیماریوں کو شفا بخشنا، بیٹا، بیٹی عطا کرنا قحط و وبا اور دیگر آفات ارضی و سماوی کا دور کرنا۔ ان کے مشہور و معروف لوگوں کے اختیار میں بھی تھا کہ جن کی طرف انہوں نے صفات الوہیت کو منسوب کر رکھا تھا اور وہ خیال کرتے تھے کہ ان مورتوں کی تعظیم و پرستش کی جائے گی تو ان کی دعائیں اور منتیں قبول کی جائیں گی۔ ان کا یہ بھی مستحکم عقیدہ تھا کہ یہ اشخاص خدا کے محبوب خاص تھے۔ اور اپنی مورتوں کی پرستش سے خوش ہو کر پرستش

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کرنے والوں کو خدائے تعالیٰ کے قرب حاصل ہونے کا ذریعہ ہوں گے۔ اور اُن کو تمام روحانی خوشی عطا کریں گے اور ان کی مغفرت کی شفاعت کریں گے۔

بتوں کی پرستش کے لیے اُن کا یہ قاعدہ تھا کہ بتوں کو سجدے کرتے تھے۔ ان کے گرد طواف کرتے تھے اور اُن کو نہایت ادب اور تعظیم سے بوسہ دیتے تھے۔ اُن پر انٹوں کی قربانیاں کرتے تھے۔ مویشوں کا پہلا بچہ بطور نذر کے چڑھاتے تھے۔ اپنے کھیتوں کی سالانہ پیداوار اور مویشی کے انتفاع میں سے ایک حصہ معین خدا کے واسطے اور دوسرا حصہ بتوں کے واسطے اُٹھا رکھتے تھے۔ اگر بتوں کا حصہ کسی طرح کم ہو جاتا تھا تو خدا کے حصہ میں سے اس کو پورا کر دیتے تھے اور اگر خدا کا حصہ کسی طرح ضائع ہو جاتا تھا تو بتوں کے حصہ میں سے اُس کو پورا نہیں کرتے تھے۔

عرب کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیاں

یہ تو ملک عرب کے قوموں کی دینیات کی خرابی تھی۔ اب اُن کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیاں مفصلہ ذیل مضامین میں ملاحظہ ہوں۔

عورتیں حقیقت میں ہر قوم و ملک کی معاشرت کی زیور ہیں۔ عرب جاہلیت ان کو سب سے زیادہ خراب حالت میں رکھتے تھے۔ مردوں کو اختیار تھا جتنی چاہیں عورتیں کر لیں۔ لیکن عورت شوہر کے بعد بھی اس سے مجبور تھی۔ اگر چہ اس باب کے تعین کرنے کے لیے کوئی قانون منضبط نہیں تھا کہ مرد کو کون سی قرابت مند عورتوں سے شادی کرنا جائز ہے اور کون سی ناجائز۔ مگر با ایں ہمہ یہ رسم شائع تھی کہ اُس عورت سے جو قریب تر رشتہ رکھتی ہو۔ ازدواج نہیں کرتے تھے اور یہ اعتقاد خاص رکھتے تھے کہ ایسی عورت کی اولاد عموماً ضعیف اور کمزور ہوتی ہے۔ عرب کی جاہلانہ رسموں میں سے زیادہ خراب رسم اور اُن سب سے زیادہ بے رحم رسم لڑکیوں کا مار ڈالنا یا ان کو زندہ دفن کر دینا تھا۔ لڑکے اپنی سوتیلی ماؤں کے ساتھ ازدواج کرنے کے مجاز تھے۔ لیکن باپ اپنے بیٹے کی یا متبنی کی زوجہ کے ساتھ شادی کرنے کا مجاز نہ تھا۔ اور اس کے خلاف عمل کرنا نہایت معصیت اور گناہ سمجھا جاتا تھا۔ شوہر کے بعد اُس کا سوتیلا بیٹا۔ اگر وہ نہ ہو تو کوئی قریب کا رشتہ دار بیوہ کے سر پر ایک چادر ڈال دیتا تھا۔ اور جو شخص اس طرح چادر ڈال دیتا تھا اس سے شادی کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ عورتیں اپنے متوفی شوہر کا ماتم ایک سال کامل تک کیا کرتی تھیں اور میعاد معینہ کے بعد بیوہ اونٹ کی چند مینگنیاں یا تو کسی کتے پر یا خود اپنے کندھے پر سے اپنی پیٹھ پر پھینک دیتی تھی۔ جس سے یہ مراد تھی کہ اب بیوہ عورت کو اپنے متوفی شوہر کا کچھ بھی خیال نہیں رہا۔ عورتوں میں اپنے گھر سے بے حجاب نکلنے اور عام مجمع میں بغیر پردہ اور حجاب کے آنے کا دستور تھا۔ اور اپنے جسم کے کسی حصہ کو کھلا رکھنے اور عوام الناس کو دکھلانے میں کوئی بے حیائی اور بے شرمی کی بات نہیں تھی۔ زنا کاری بھی عام تھی اور ایسی کہ زنان فاحشہ پہچان کے لیے اپنے اپنے گھروں اور خیموں کے آگے ایک نشان کھڑا کر دیتی تھیں۔ اور اس رعایت سے وہ صاحب رایات کہی جاتی تھیں۔ اصطلاح عام میں ان صاحب رایات زنان فاحشہ کو کا ئناۃ کہتے تھے۔ ملک کے بڑے بڑے میلوں اور دنگلوں میں یہ عمائد اور اکابر قوم رؤسا اور امرا کی خاص دلچسپی کا باعث ہوا کرتی تھیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان کے خیمے ڈیرے اور رہنے کے مکانات ومقامات اُمرا اور روسائے تعیش پسند کے عشرت کدے اور تفریح گاہیں بنے رہتے تھے۔ اور ہر شخص نہایت آزادی سے بلا تامل اُن بازاری عورتوں کے ساتھ ارتباط اور روزانہ آمدورفت رکھتا تھا۔ میخانوں اور شراب کی عام دوکانوں پر ان کی بڑی ضرورت تھی۔ گویا ان کی موجودگی ترکیب مے کی جزو اعظم تھی۔ اس رعایت سے مفیر دشان عرب بڑی بڑی رقمیں اُجرت میں دے کر ان میں سے متعدد افراد کو اپنی اپنی دوکانوں پر مقرر کر لیا کرتے تھے۔ اور اپنے محاورے میں ان کو شواہد کہتے تھے۔ عمر عاص اور زیاد ابن سمعیہ کی ماں انہیں عورتوں میں تھیں۔

سفاکی، خونریزی، رہزنی گویا ان کی فطرت تھی اور قتل وقصاص ان کی عادت تھی۔ خون کا عوض خون ہی ہوتا تھا۔ جو لوگ خون کی دیت لیتے تھے ان کو ان کے ہم جنس حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ اگر کسی آدمی کے خون کا عوض خون سے نہ لیا جائے تو ایک چھوٹا سا پروار کیڑا مقتول کے سر سے نکل کر آسمان پر اسقوانی اسقوانی کہتا ہوا چلا تا پھرتا ہے۔ اور بعض کا خیال تھا کہ مقتول کی روح ایک چھوٹی چڑیا کی صورت میں مشکل ہو کر اس کی قبر کے گرد گھوما کرتی ہے اور اسقونی اسقونی (مجھے پانی پلاؤ۔ مجھے پانی پلاؤ) چلاتی رہتی ہے۔ اس کیڑے کو ھامہ اور چڑیا کو صدی کہتے تھے۔ لبید شاعر ایک نوحہ میں کہتا ہے۔

فلیس الناس بعدک فی نفسیر

و ما ھم غیر اصدآء وھام

ترجمہ: تو ایسا بیکس ہے کہ تیرے بعد سوائے صدی اور ہامہ کے کوئی بھی تجھ پر نوحہ درازی کرنے والا نہیں ہے

ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ انسان کی روح اس کی سانس کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ روح محض ایک ہوا ہے۔ جو انسان کے جسم کے اندر ہے۔ لیکن جو ان میں زیادہ تعلیم یافتہ تھے۔ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ روح ایک نہایت چھوٹا سا جانور ہے جو انسان کے پیدا ہونے کے وقت اُس کے جسم میں گھس جاتا ہے اور ہمیشہ اپنے آپ کو بڑھاتا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد وہ جانور جسم کو چھوڑ کر قبر کے گرد پھرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک اُلّو کے برابر ہو جاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت کے عرب دیوؤں اور خبیث ارواحوں کو مانتے تھے۔ تمام خیالی، وہمی اور فرضی صورتیں جو بیابانوں یا پرانی عمارتوں اور مسمار اور منہدم کھنڈروں میں ان کو نظر آتی تھیں اور جن کی تنہا آدمی کے خیال میں اکثر ایک خاص صورت بن جاتی ہے۔ ان سب کو مختلف قسم کی خبیث ارواحیں تصور کرتے تھے۔ بعض لوگ ان مغالطات نظری کو مختلف بروج کی تاثیرات کی طرف سے منسوب کرتے تھے۔ اور ان کی رائے کے مقابلہ میں افضل تر معلوم ہوتی تھی۔

ٹوٹکوں اور شگون لینے میں ان کا مضبوط اعتقاد تھا۔ جب کوئی مصیبت یا تباہی ان پر نازل ہوتی تھی تو پتھر کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں لے کر کچھ ان پر پڑھ کر پھونکتے تھے۔ اور ایسا کرنے سے اُس مصیبت کے دور ہونے کی توقع رکھتے تھے۔ جانوروں کے اُڑنے اور بولنے سے بھی نیک و بد شگون کیا کرتے تھے۔ مثلاً اگر کوئی شخص بیٹھا ہے اور کوئی جانور اُس کے داہنے طرف سے بائیں طرف راستہ کاٹ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

گیا تو اسے شگون نیک سمجھتے تھے۔ یہ لوگ علاوہ جنات کے اور روحوں میں اور دیگر اقسام کی روحوں میں بھی اعتقاد رکھتے تھے۔ جو انسان کی نظر سے غائب رہتی تھیں۔ لیکن آئندہ کی خبروں کو با آواز بلند ظاہر کر دیتے تھے اور خود ہمیشہ پوشیدہ رہتے تھے۔ وہ فرشتوں کو اور ارواحوں کو بھی جو دکھائی نہیں دیتی تھیں مانتے تھے۔ اور مختلف شکلیں اُن کی طرف منسوب کرتے تھے۔ (ملخص از خطبات احمدیہ لاہور، ص158-190)

عرب کے الہامی مذہب مذہب صابئی

عرب کے ظہور اسلام کے وقت چار الہامی مذہب بھی ایک حد و مقدار تک رائج تھے ان میں قدیم ترین مذہب صابئی تھا۔

مذہب صابئی کو عرب میں قوم سامیہ نے رواج دیا تھا۔ چونکہ ہمیشہ سے یہ لوگ اپنے آپ کو قدیم مذہب کا پیرو سمجھتے تھے۔ وہ حضرت شیث یا اخنوخ یعنی ادریس علیہ السلام کو اپنا نبیؑ کہتے تھے۔ اور اپنے مذہب کو انہیں کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک کتاب بھی تھی۔ جس کو وہ صحیفۂ شیث کہتے تھے۔ صابئیوں کے ہاں سات وقت کی نمازیں تھیں اور وہ ان کو اس طرح ادا کرتے تھے جس طرح مسلمان اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ مردے کی بھی نماز پڑھاتے تھے۔ اور وہ مسلمانوں کی طرح کامل ایک مہینہ قمری کا روزہ بھی رکھتے تھے۔ لیکن با ایں ہمہ جو برائیاں اور خرابیاں آہستہ آہستہ ان کے مذہب میں پھیلتی گئیں۔ وہ یہ تھیں کہ وہ ستاروں کی پرستش کرنے لگے۔ حران کے معبد میں یہ لوگ بہ نیت حج جمع ہوتے تھے۔ انہوں نے سات ہیکلیں یعنی معبلہ سبع سیاروں کے نام پر بنائی تھیں اور جس ستارے کا جو معبد تھا اُس میں اس ستارے کی پرستش کرتے تھے۔ خانہ کعبہ کی بھی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ان کا سب سے بڑا تہوار اُس روز ہوا کرتا تھا جبکہ آفتاب برج حمل میں جو موسم بہار کا اول برج ہے۔ داخل ہوتا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے تہوار اس وقت ہوتے تھے جب پانچ ستارے زحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد بعض برجوں میں یکے بادیگرے داخل ہوا کرتے تھے۔ اُس کا اعتقاد تھا کہ ان ستاروں کے سعد و نحس اثر انسان کی قسمتوں پر اور دنیا کے تمام امور پر پڑتے ہیں وہ یقین کرتے تھے کہ بارش یا مینہ کی کشش انہیں ستاروں کی تاثیر پر منحصر ہے۔ یہ خیال اور اس قسم کے اور خیالات و عقائد صابیوں کے سوا عرب کے اور لوگوں میں بھی رائج ہو گئے تھے۔ ان لوگوں میں اعتکاف کرنے کا بھی رواج تھا۔ غاروں اور پہاڑوں میں چند روز تک مراقبہ اور سکوت میں بسر کرتے تھے۔

مذہب ابراہیمیؑ

اسلام سے پہلے پانچ انبیا عرب میں مبعوث ہو چکے تھے۔ (۱) حضرت ہودؑ (۲) حضرت صالحؑ (۳) حضرت ابراہیمؑ (۴) حضرت اسمٰعیلؑ اور (۵) حضرت شعیب علی نبینا و آلہ وعلیہم السلام یہ سب انبیا علیہم السلام حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل پر احکام عشرہ نازل ہونے سے پیشتر گزرے ہیں۔ اصل اصول ان جمیع انبیاؑ کی شریعت کا خدائے واحد کی عبادت تھی۔ اور دیگر احکام و مسائل جن کو انبیائے مذکور نے بتلایا تھا باستثناء احکام و مسائل حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ اہل عرب کو سب فراموش ہو گئے تھے۔ اور کوئی مقامی روایت ایسی موجود نہیں ہے جو ہمیں اس وقت اس بات سے واقف کرے کہ وہ احکام کیا تھے اور کیسے تھے۔ ان قوموں کی نسبت فاضل معاصر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مولانا محمد سلیمان صاحب نے رحمۃ اللعالمین میں نہایت مختصر لیکن خوب جامع طور پر یہ عبارت لکھ دی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنے کی بجائے مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا۔ اگر موسیٰ، عیسیٰ شعیب اور صالح علیہم السلام پیغمبروں کو اُن کے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔ رحمۃ العلمین دیباچہ ص8

حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کے مذہب کے احکام و مسائل کی نسبت بھی اسی طرح کوئی ایسی سند کافی نہیں ہے جس سے ہم ان کو تفصیل وار بیان کر سکیں۔ اور ایسے بہت کم مسائل ہیں جنہوں نے باستعانت روایت مذہبی اور روایت مقامی کے ایسا تاریخی رتبہ حاصل کیا ہو کہ ہم اُس کے حوالہ دینے کے لائق ہوں۔ حضرت ابراہیم کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا سب سے پہلا کام بت پرستی کا ترک کرنا، اپنے باپ کے بتوں کا توڑنا اور خدائے برحق پر یقین کر کے صدق دل سے اس کی پرستش کرنا تھا۔ ختنہ کرنا اور ڈاڑھی کا رکھنا رسوم مذہبی ہیں۔ جن کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ یہ رسمیں حضرت ابراہیمؑ نے مروج اور معین کی تھیں۔ خدائے تعالیٰ کے نام پر قربانی کرنا بھی حضرت ابراہیمؑ نے مقرر کیا تھا اور رسم آج تک ان کی اولاد میں اور ان کی اولاد کے پیروں میں ویسے ہی رائج ہے۔

خدا تعالیٰ کی عبادت کے واسطے خانہ کعبہ کی تعمیر کی نسبت عرب کی تمام مقامی روایتیں اور تمام مؤرخ اس امر پر متفق ہیں کہ خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے مل کر بنایا تھا۔ سینٹ پال (St Paul) حواری نے جو گلیشیا والوں کے نام خط لکھا ہے۔ ہماری رائے میں اُس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کو جو بیت المقدس کا ہم پایہ ہے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے بنایا تھا۔ خانہ کعبہ میں اوّل خدا کی عبادت اس کے اندر باہر کیا کرتے تھے اور اس کے طواف کے وقت ساری جماعت پکار پکار کر خدا کا نام لیتی تھی اور بوسہ دیتی جاتی تھی۔ تمام آدمیوں کا میدان عرفات میں جمع ہونا جہاں کہ حضرت ابراہیمؑ کا حجر اسود ہے نہ حضرت یعقوبؑ کا سنگ عبادت یعنی قربان گاہ اور نہ حضرت اسمٰعیلؑ کا معبد بلکہ محض ایک وسیع میدان ہے۔ ان لوگوں کا ایک ساتھ شامل ہو کر خدا کا نام لے کر پکارنا اور اپنے گناہوں کی معافی چاہنا خاص خدا کی عبادت ہے۔ جس کا نام مسلمانوں نے حج رکھا ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اسی طرح پر عبادت خدا کے بانی ہوئے تھے پس کون شبہ کر سکتا ہے کہ حج اس واجب الوجود لاشریک لہ کی خاص الخاص عبادت نہیں ہے۔

افسوس ہے کہ رفتہ رفتہ ملک عرب میں بت پرستی کا عام رواج ہو گیا تھا اور با این ہمہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ایسے اشخاص تھے جو ان مذاہب الہامی میں سے کسی نہ کسی مذہب الہامی کے متبع تھے۔ اور خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے۔ انہیں لوگوں میں سے متعدد لوگوں نے مجدد مذہب ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونے کا مجمع میں عام وعظ کہا ہے۔ اور لوگوں کو بت پرستی چھوڑ دینے پر ترغیب دی ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی نسبت مجدد ہونے کی شہادت دے رکھی تھی اُن کے نام یہ ہیں۔ حنظلہ ابن صفوان، خالد ابن سنان، اسد ابو کرب، قیس ابن صیداہ وغیرہ ہم اور بعضوں نے حضرت عبدالمطلب کو بھی ایک مجدد مذہب قرار دیا تھا۔

لیکن یہ کیسا ہی حیرت انگیز امر کیوں نہ معلوم ہو کہ اس شخص کی اولاد جس نے اپنے باپ کے بتوں کو توڑا اور اُن کی پرستش سے منہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

موڑا اور خدائے واحد کی پرستش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ:

اِنِّیۡ وَجَّہۡتُ وَجۡہِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ۹۰

رفتہ رفتہ بت پرستی کی حالت میں ڈوب جائے لیکن اس سے زیادہ تعجب انگیز تو یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ اسی کی اولاد میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا۔ جس نے پھر اپنے بتوں کو بلکہ تمام عرب کی بتوں کو غارت کر دیا۔ اور جس نے خدائے اعظم اور علام الغیوب کی عبادت کو جو تمام چیزوں کا مبدا اور مرجع ہے۔ رواج دیا اور اعلیٰ ترین درجے پر پہنچا دیا اور جس نے جہالت اور کفر کی اُس گہری تاریکی کو جس میں اس کے تمام ہم وطن مبتلا تھے دین حق کے پاک وشفاف نور سے منور کر دیا۔

مذہب یہود

یہودی مذہب کو شام کے یہودیوں نے عرب میں پھیلایا تھا۔ جو عرب میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ اصل یہ ہے کہ یہودی مذہب عرب میں ان یہودیوں کے ساتھ آیا تھا۔ جو پانچویں صدی قبل مسیح میں بخت نصر کے ظلم وجور سے جواُن کے ملک وقوم کی تخریب کا باعث ہوا تھا۔ بھاگ گئے تھے۔ اور شمالی عرب میں بمقام خیبر آباد ہوئے تھے۔ تھوڑے زمانہ کے بعد جب ان کے ضعف کی حالت نے کسی قدر سکون وقرار پکڑا تو انہوں نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کیا اور قبیلہ کنانہ حارث ابن کعب اور کندہ کے بعض لوگوں کو اپنے مذہب میں ملا لیا۔ 354 ق م میں یمن کے بادشاہ ذونواس حمیری نے مذہب یہود اختیار کیا۔ تب اُس نے اور لوگوں کو بھی بالجبر اسی مذہب میں داخل کر کے اس کو بڑی ترقی دی۔ اس زمانہ میں یہودیوں کو عرب میں بڑا اقتدار حاصل تھا اور اکثر شہر اور قلعے ان کے قبضے میں تھے۔ لیکن باایں ہمہ وہ اپنی عادت سے مجبور تھے۔ جہاں وہ جاتے تھے ان کی جنگ جو اور مفسدہ انگیز طبیعت اور اطوار ساتھ ساتھ جاتے تھے۔ اور ان کے زیر اثر ہو کر قوموں میں اختلاف فرقوں میں تکرار اور ہمسایہ قبائل وعشائر میں فساد پیدا کرتے تھے۔ خونخواری کے ساتھ عرب میں سود خواری کے بہت بڑے حامی اور معاون یہی لوگ ثابت ہوتے ہیں۔ اگر شاہراہوں اور عام گذرگاہوں پر دلیرانہ حملہ کر کے ملک وقوم کو یہ لوٹ نہ سکتے تھے۔ تو گھر بیٹھ کر سود خواری کے ذریعہ سے انہوں نے خاندان کے خاندان اور قبائل کے قبائل کو لوٹ کر خاک سیاہ کر ڈالا۔

عیسائیوں کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی حضرت عزیر کو ابن اللہ تسلیم کر لیا۔ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے تین سو برسوں کے بعد توریت کو از بر لکھوا دیا تھا۔ دولت مندی کی کثرت سے سود خواری کی ایسی قمار بازی کی تعلیم ومشغلہ بھی انہی لوگوں نے پھیلایا۔ فاقہ مست عرب کے قبائل کو روپیہ قرض دے کر اُن سے مفت خدمت لینا اور ادائے رقم قرض تک ان کو ایک طرح کی غلامی کی حیثیت سے بسر کرنے کی قدیم جاہلیت کا رواج بھی انہوں نے جاری کیا۔ بالآخر ان کا وجود ملک وقوم کے لیے فائدہ اور رفاہ کی جگہ ہر قرینہ سے نقصان دہ اور تباہ کن ثابت ہوا۔

مذہب عیسوی

تحقیق سے یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ عرب میں عیسائیت 3 صدی عیسوی میں داخل ہوئی تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ کلیسائے مشرقی کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خرابیوں اور بدعتوں کی وجہ سے مغربی فرمانروایان مسیحی نے ان کلیسا کے متبعین عیسائیوں کو گمراہ سمجھ کر ان ممالک سے نکال دیا تھا۔ اور وہ ترک وطن پر مجبور ہو کر عرب میں آ کر بس گئے تھے۔ اس سے یہ صحیح نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جو مصیبت اور مجبوری یہودیوں کو شام سے عرب میں لائی۔ قریب قریب وہی بلا و آفت عیسائیوں کو بھی عرب کی سرزمین پر کھینچ لائی۔ اور عرب کی سرزمین نے جہاں خدا کا گھر تمام مخلوقات کا مامن قائم تھا۔ ان مصیبت زدوں کو پناہ دی۔ عیسائی مصنفین نے بیان کیا ہے کہ مذہب عیسوی نے اہل عرب میں بہت ترقی حاصل کی۔ مگر ہم اس امر میں ان سے اتفاق نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ باستثنائے صوبہ نجران کے جس کے اکثر باشندوں نے عیسوی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ قبائل حمیر، غسان، ربیعہ، تغلب، طے اور حیرہ میں سے معدودے چند اشخاص نے ان کی تقلید کی تھی۔ اور کوئی جماعت کثیر۔ یا قوم کی قوم عیسوی مذہب میں نہیں آئی تھی۔ اغلب ہے کہ ان متفرق اعراب منتصرہ کی وساطت سے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی تصویر خواہ مورت حضرت عیسیٰؑ کو گود میں لیے ہوئے خانہ کعبہ کے اندرونی دیواروں پر کھینچی گئی ہو یا اس کے اندر رکھی گئی ہو۔ سر ولیم میور خود لکھ کر اقرار کرتے ہیں کہ نہایت قلیل تعداد میں مذہب عیسوی سرزمین عرب میں یہاں وہاں پایا جاتا ہے۔ علاقہ نجران میں بنو حارث، علاقہ یمامہ میں بنو حنیف چند افراد قبائل طے پر عیسائیت محدود تھی۔

عرب کے اکثر حصوں پر شاہان روم و اصفہان کی صف آرائیوں سے خاص طور پر منتفع ہو کر عرب کے دو ملکی خاندان ملوک غسان اور حیرہ نے خسرو اور قیصر کی متابعت کو درمیان اس طرح تقسیم کر لیا تھا کہ سلاطین حیرہ ملوک فارس کے مطیع تھے۔ اور فرمانروایان غسان اور اقاصرہ روم کی باہمی جنگ و جدال نے حقیقتاً تمام ملک و قوم کے مجسمہ سے خون چوس لیا تھا۔ حالانکہ اسباب جنگ میں بمقابلہ عیسائیوں کے ایرانیوں کے مطالبات حق بجانب ثابت ہوتے ہیں۔ انہیں کے زیر اثر ہو کر عرب میں حیرہ اور غسان کی ماتحتی حکومتیں بھی باہمی کشت و خون اور دائمی جنگ و جدال میں مصروف رہتی تھیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عیسائیت کس اصول کے ساتھ عرب میں مروج تھی۔ اس کی تحقیق جہاں تک کی جاتی ہے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین عرب پر عیسائیت کے مختلف طریقے اپنی مختلف فیہ اقسام کی تعلیم و تبلیغ پھیلا رہے تھے۔ طرفہ تر تو یہ ہے کہ یہ لوگ ایک طرف تو دوسروں کو اپنی دینیات کی تعلیم دیتے تھے۔ اور دوسری طرف خود آپس میں لڑتے مرتے تھے۔ فرقہ نسطوریہ اور فرقہ یعقوبی باہم دیگر معرکہ آرا تھے۔ بخلاف یہود کے یہ عیسائی فرقے اپنے غلط عقائد کی تائید میں انتہا درجہ کے ضدی اور ہٹ دھرم بنے ہوئے تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے وجود ذات کی نسبت ذات الٰہی کا خاص مماثل یا کم سے کم اُس کا فرزند حقیقی یا اس کا کلام خاص یقین کرتے تھے۔ آپ کی پیدائش کو وہ کنار ازلیت سے مختص سمجھتے تھے۔ اور آپ کے ظہور ذات کو الوہیت کا مماثل یا پیکر انسانی میں الوہیت کا مبدّل۔ جس کی ترکیب خلقت خاص طور پر نور سے ہوئی ہے۔ قرار دیتے تھے۔ اس عقائد کی بنا پر عیسیٰؑ کی ایسی منزہ اور مقدس ذات نہ فنا کی جا سکتی تھی اور نہ خود فنا ہوئی۔ وہ کلمات استغاثہ جن کو متعصبین عیسائیوں نے خاص حضرت عیسیٰؑ کی زبانی ادا کیے جانے کی شہرت دے رکھی ہے۔ حقیقت میں وہ نہ ان کی زبان سے نکلے تھے اور نہ کبھی نکل سکتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص جو مصلوب ہوا وہ غیر عیسیٰ شخص تھا۔ وہ اصل عیسیٰ دشمنوں کے ہاتھ سے سراپا محفوظ رہ کر انہیں عالم نورانیت کی طرف واپس تشریف لے گئے جہاں سے وہ نازل ہوئے تھے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ دلیل اگر چہ کیسی ہی متوہمانہ نہ سمجھی جائے۔لیکن ابنیت حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بمقابلہ اور دلیلوں سے زیادہ چسپاں معلوم ہوتی ہے اور بظاہر قریب الامکان خیال کی جاتی ہے۔ پالیٹ پاؤنٹیوس (Pilate Pontius) کی حضرت عیسیٰؑ کی جان بچانے کے لیے از حد خواہش۔جس کو طرطولین ظاہراً تو یہودی لیکن باطناً عیسائی قرار دیتا ہے۔ ہردوس (Herodius) کا بھی قتل عیسیٰ کے الزام کو گوارا کرنے سے انکار۔ان چند ساعات تک جن میں وہ قوم بنی انسان کا محسن اور مصلح۔ان خوف ناک مناظر کے انجام دہی کے لیے کھینچ لایا گیا۔عام تاریکی کا پھیل پھیل کر تمام رات تک اسی طرح قائم رہنا اور صلیب دیئے جانے کے وقت خاص کر ایک قدرتی ظلمت کا تمام روئے زمین پر محیط ہو جانا۔یہ سب قرائن متحد و متفق ہو کر اس امر کے قریب الامکان ہونے کا یقین دلاتے ہیں کہ بے خطا و قصور بالکل محفوظ رہ گیا۔اور ملزم و مجرم مصلوب کر دیا گیا۔

مندرجہ بالا عبارت میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ عرب میں عیسائیوں کے مختلف فرقے جو آ کر آباد ہو گئے تھے۔وہ مذہب میں اختلاف آرا کی بنا پر آپس میں لڑا کرتے تھے۔اس کی تفصیل کے لیے مختصراً اتنا لکھ کر بتلا دینا کافی ہوگا کہ عموماً تمام عیسائی تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو ابن اللہ تسلیم کرتے ہی تھے۔لیکن عرب میں یعقوبی فرقہ کے عیسائی حضرت مریمؑ کو (نعوذ باللہ) خدا کی بی بی اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔اس بنا پر فرقہ نسطوریہ سے جو زیادہ تر عراق عرب میں آباد تھے۔اور یعقوبی فرقہ سے جو شام سے آ کر حجاز و یمن میں آباد ہوا تھا بڑے بڑے مقابلے اور مقاتلے پیش آ رہے تھے۔

ظہور اسلام کے وقت خاص عرب کے دینی، اخلاقی، ملکی اور قومی خرابیوں اور بربادیوں کا یہ مرقع تھا جو ہم نے نہایت وضاحت سے کھینچ کر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔سرزمین عرب پر موقوف و محدود نہیں ہے۔اس سے پہلے ہم تمام اقطاع عالم کے دینی اور دینوی حالات جو آنحضرت صلعم کے بعثت کے وقت ثابت ہوتے ہیں۔پوری تفصیل سے دکھلا چکے ہیں۔ہمارے مرقومہ بالا تفصیل حالات کو پڑھ کر ہر شخص با آسانی سمجھ لے گا اور یقین کر لے گا کہ عام گمراہی و ضلالت اور سراپا تاریکی و ظلمت کے ایسے شدید و سخت زمانہ و وقت میں پیدا کنندۂ زمین و آسمان اور خدائے رحیم و رحمان کی رحمت کو اپنے بندوں کی نجات و مخلصی اور صلح و آشتی کی تعلیم و ہدایت اور کفر و الحاد سے ترک تعلق کرنے اور اس ذات واحد کی پرستش و عبادت بجالانے کی خاص غرض و غایت سے ایک ایسے رہبر کامل کو نازل فرمانے کی ضرورت ہوئی جو اپنے انوار تعلیم و ارشاد سے کفر پرستی کی تاریکیوں کو دور کر کے معمورہ عالم کو پُرنور کر دیتا۔جن لوگوں نے امم سابقہ کے ازمنہ خاصہ میں با ستعیاب کو کامل طور سے سمجھ لیا ہے۔وہ موجودہ عالم گیر جہالت و ضلالت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت رسالت کو پورے طور سے سمجھتے تھے۔ان کو یقینی طور پر علم ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو دنیا سے اٹھے ہوئے دو ہزار سال اور حضرت سلیمانؑ کو ڈیڑھ ہزار سال اور جناب عیسیٰ بن مریمؑ کو آسمان پر صعود فرمائے ہوئے چھ سو برس ہو چکے تھے۔اس زمانے میں ان حضرات کی تعلیم و تبلیغ نے جس قدر دنیا کو اور اہل دنیا کو برائی سے بچایا اور ان کی بگڑی ہوئی حالتوں کو بنایا تھا اتنی مدت میں انہوں نے اپنی غفلت اور جہالت سے اسی قدر اپنی دینی اور دنیاوی حالتوں کو بگاڑا تھا۔ان مقدس رہبران روحانی اور پیغمبران ربانی نے سب سے پہلے جس چیز کی تعلیم انہیں پہنچائی تھی۔وہ معرفت اور وحدت الٰہی تھی اور اس وقت سب سے پہلے جس چیز کو ان لوگوں نے بگاڑا تھا وہ یہی تعلیم تھی۔اور اسی وحدت الٰہی کی خراب و برباد حالت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تھی جو ہر فرقے، ہر قوم، ہر ملک کے مندرجہ بالا حالات وواقعات سے پورے طور پر معلوم ہو چکی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کے عقائد میں وجود الٰہی ہی قائم نہیں تھا۔ توحید کا کیا ذکر، نام کو تو یہ سب لوگ اپنے آپ کو مذہب الہام کا متبع بتلاتے تھے۔ مگر حقیقتاً ان میں نہ مذہب الہامی کے کوئی آثار پائے جاتے تھے۔ اور نہ اخبار دینیات کی خرابی کی وجہ سے اُن کے اخلاق، تمدن، معاشرت اور آداب ایسے خراب وخستہ ہو رہے تھے کہ حیوانیت اور انسانیت میں کوئی فرق باقی نہیں رہا تھا۔ جن اصول عقائد کو وہ اپنے خیال میں حق پرستی سمجھتے تھے وہ حقیقت میں بت پرستی سے بھی بدتر تھی۔ جن تہذیب، اخلاق اور آداب کو وہ اپنے زعم میں معیار انسانیت خیال کرتے تھے وہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے شعار حیوانیت تھے اور اظہار نفسیانیت۔

دنیا کے محققین جانتے ہیں کہ شیرازہ عالم کی ایسی ہی شکستگی اور ابتری کے خاص عالم میں اور زمانہ کی ایسی ہی عالم گیر تاریکی اور سیاہی کے خاص وقتوں میں اور بندگان الٰہی کی ایسی ہی سیاہ کاریوں اور کافر کرداریوں کے موقع پر اُس راحم برحق اور ناظم مطلق کو اپنی رحمت کی فیض سانیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مدبر قدرت نے اصلاح عالم کے لیے اس وقت بھی وہی انتظام جاری فرمائے جو ہمیشہ سے عادت الٰہی قرار پا چکے تھے لیکن اپنے اس نظم میں اب کی بار یہ خصوصیت البتہ قائم کر دی کہ اس دفعہ رہنمائی عالم کے اس انتظام کو ایسا مفصل اور مکمل بنایا اور اس نظم کے ناظم اور مجدد کو سلسلہ ہدایت ورہبری کا ایسا خاتم اور متمم قرار دیا کہ

پھر زمانے کو پیغمبر کی ضرورت نہ رہی۔

وہ خاتم سلسلہ رہبری متمم جریدہ پیغمبریؐ، خاتم النبیینؐ، سید المرسلین حضرت محمدؐ ابن عبداللہ اروا حنالہ الفداء تھے جو چالیس برس کے سن میں خاص معبد ابراہیمی اور مؤطن اسمٰعیلی کے شہر مکہ معظمہ میں بقول عموم اٹھارویں رمضان یوم دوشنبہ 41ء عام الفیل مطابق 21 فروری 610ء اور بقول مشہور وجمہور ستائیسویں رجب کو مبعوث برسالت ہوئے۔

خاص عرب میں مبعوث برسالت ہونے کی مخصوص ضرورت

خاص کر جزیرۂ نمائے عرب میں خاتم النبین، حبیب خدا محمد مصطفیٰ علیہ وآلہ والتحیۃ والثناء کے مبعوث برسالت فرمائے جانے کی وجہ خاص نہایت کھلی اور صاف ہے۔ ذیل کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

اگر ہم ملک عرب کو کرہ ارض پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جزیرہ عرب کو ایشیا، یورپ اور افریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اور وہ خشکی وتری (دونوں راستوں سے) دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لیے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا اور جہالت کی حکومت اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے لیے ایک مرکز واحد قائم کرنے کے لیے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں۔ تو عرب ہی اس کے لیے موزوں ہے خصوصاً اُس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ، یورپ اور ایشیا کی تین بڑی قطعات ارض (سلطنتوں) کا عرب سے تعلق تھا تو عرب کے اواز ان براعظموں میں بہت جلد پہنچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رب العلمین نے اسی لیے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرب میں پیدا کیا اور ان کو بتدریج پہلے اپنی قوم، اپنے ملک پھر تمام عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا۔ رحمۃ للعلمین ص9

کرۂ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ 40 درجہ عرض البلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ 80 درجہ تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ 120 اور نصف 60 ہوا۔ جب 60 کو 80 درجہ شمال سے تفریق کریں۔ تب 20 درجہ رہ جاتے ہیں اور جب 60 سے 48 درجہ جنوبی کو تفریق کریں تب بھی 20 (درجہ شمالی) رہ جاتے ہیں اور مکہ 21 درجہ پر آباد ہے۔ اس لیے کلی کرہ ارض میں بھی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مکہ کا نام لغات عرب کی کتابوں میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی۔ بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ بھی وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہے۔ اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں قوم آریا (ایرین) اور منگول (مغل) مغرب میں حبشی وہامائٹ (حام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے باشندے) پھر جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہنچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز آخر قرار دیا جاسکتا ہے۔ غالباً اسی لیے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ **و جعلنا کم اُمۃ وسطاً لتکونوا شھدا** آ۔ ہم نے تم کو درمیانی اُمت (درمیان عالم کی رہنے والی) بنایا اس لیے کہ تم تمام قوموں کے سامنے خدا کی شہادت ادا کرو۔ حاشیہ رحمۃ العلمین ص9

تبلیغ دینیات کے علاوہ اگر سیاسی ضروریات کی نظر سے بھی دیکھا جائے تو ایسے رہبر آخر الزمان اور پیغمبر کامل کی تبلیغ دینی اور تعلیم واجرائے احکام سیاسی کی ضرورت سے۔ جو جریدہ عالم میں بندگان الٰہی کی دینی و دنیاوی امور کی شیرازہ بندی کے لیے خاص کر مبعوث فرمایا گیا ہے۔ معمورہ عالم کے وسط مقام کو اپنی تعلیم وتبلیغ کا مرکز بنانا کس قدر ضروری اور لازمی تھا۔ اور اسی سے جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم الرسلین والنبین ہونے کے خاص ثبوت ملتے ہیں۔ کیونکہ ان سے پہلے جتنی رسالتیں گزر چکی ہیں۔ وہ سب ایک ہی کام اور ایک ہی مقام کے لیے معین ہوئی تھیں۔ حضرت موسیٰؑ قوم بنی اسرائیل کو مصر سے مخلصی دلوا کر اپنے وطن اصلی کی طرف واپس لانے کے لیے مامور فرمائے گئے تھے۔ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ بنی اسرائیل کی قوم و ملک میں احیائے شریعت و دینیات اور اجرائے نظام حکومت و سیاسات کی غرض سے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ جناب عیسیٰؑ باقی ماندہ احکام عشرہ توراۃ کی تعمیل و تکمیل کے لیے نازل فرمائے گئے تھے۔ ان تمام رہبران مقدسین کے ذمہ ایک ایک خاص مقام اور ایک ایک خاص کام کی درستی اصلاح اور ترمیم متعلق کی گئی تھی۔ لیکن بخلاف آنخضرات ے ہمارے سرور کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تمام معمورہ عالم کی ہدایت تھی اور رہنمائی۔ وہ تبلیغ دینیات کے بھی ذمہ دار تھے اور تعلیم سیاسات کے بھی جس میں درستی اخلاق، تمدن اور معاشرت غرض تمام انسانی ضرورتیں جو ہر قوم و ملک کو ابتدائے عمر سے لے کر انتہا تک لاحق ہوتی ہیں، شامل ہیں۔

تاریخیں شاہد ہیں اور دنیا کے کارنامے ایک سے لے کر ہزار تک گواہ ہیں کہ اس نبی اُمی خطاب نے علوم دینیات و سیاسات کی اس بخوبی اور خوش سلیقگی سے ایسی کامل تعلیم دی کہ پھر اُس وقت سے لے کر ابدالا باد تک کسی رہنمائے عالم کو ہدایت و رہنمائی کے لیے تشریف لانے اور تکلیف فرمانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان ضروریات اوران کی تعمیل کے ذرائع ووسائل پر خیال کر کے ہر سطحی الذہن اور عامی العقل شخص بھی فوراً سمجھ جائے گا کہ ایسی کامل رسالت کی انجام دہی اور نیز دین ودنیا دونوں طریقوں میں بندگان الٰہی کی رہبری کے لیے مقام وسطیٰ تبلیغ وتعلیم کا مرکز اگر کسی زاویہ یا گوشہ ملک میں قرار دیا جاتا تو ممکن نہیں تھا کہ دین الٰہی کی تعلیم اور دستور وآئین ملکی وقومی کی ترمیم اس وسعت اور راست قرار داستقامت کے ساتھ کامل ہوجاتی۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شبلی صاحب واقعات تاریخ وسیر کو پہیلیوں کی طرح انگلیوں پر سجھانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ خاتم رسالت اور متمم نبوتؐ کی سیرت نگر کے لیے خاص کران امور کولکھ کر ثابت کردینا اور بتلا دینا۔ جن سے آپ کے خاتم النبیین اور سید المرسلین ہونے کے شہود وثبوت قائم ہوتے ہیں۔ کس قدر ضروری تھا لیکن شبلی صاحب نے اپنے انداز تالیف میں عجلت رقمی کے ساتھ کوتاہ قلمی میں اختیار فرمایا ہے۔ جس سے مقصود تالیف مفقود ہوجاتا ہے اور اصل مدعا معمہ بن کررہ جاتا ہے۔ بالآخر ہمیں مجبور ہوکر اتنے اوراق میں آپ کی کمی کو پورا کرنا ہوگا جو ناظرین کتاب کے پیش نظر ہے۔

شبلی صاحب کا خاندان

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک چالیس برس کا ہو چکا تھا۔

رسولؐ پر غلط الزام

فطرت صالحہ کے اثر سے قلب مبارک اک رجحان اور طبع مقدس کا میلان جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ آغاز عمر سے اس وقت تک ہمیشہ امور خیر کی طرف متوجہ اور منعطف تھا۔ اگرچہ تمام ملک وقوم میں گمراہی کا شعار جہالت وضلالت کے اطوار جاری تھے۔ چاروں طرف انواع اقسام کی بدکاریاں اور کیفر کرداریاں قائم تھیں۔ لیکن آپ ایک ذرہ بھر بھی کبھی ان سے اثر پذیر ہونا تو درکنار کبھی ان کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوئے اور جب کبھی ایسا موقع آ پڑا تو آپ نے ان تمام افعال ذمیمہ سے قوم وملک کے لوگوں کو متنبہ فرمایا شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ مکہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا۔ خود خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کا تمغائے شرافت اس قدر تھا کہ اس صنم کدے کے متولی تھے اور کلید بردار بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ان بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ دیگر رسوم جاہلیت میں بھی کبھی شرکت نہیں فرمائی۔ قریش نے اس بنا پر کہ ہر بات ممتاز رہنی چاہیے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایام حج میں قریش کے لیے عرفات میں جانا ضروری نہیں۔ اور یہ کہ جو لوگ باہر سے آئیں وہ قریش کا لباس اختیار کریں۔ ورنہ ان کو عریاں ہوکر کعبہ کا طواف کرنا ہوگا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر طواف عریان کا رواج عام ہوگیا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ان باتوں میں اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا۔ سرۃ النبی جلد 11

بالکل صحیح ہے جناب رسول خدا صلعم نے کبھی جہالت وضلالت کے افعال ذمیمہ اور مراسم قبیحہ میں کبھی اپنی قوم اور اپنے اہل وطن کا ساتھ نہ دیا۔ اور نہ اُن میں شرکت کی۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ شبلی صاحب کی نظر توجہ ہمیشہ خاندان رسولؐ پر مبذول رہتی ہے اور شروع سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لے کر کفار قریش اور مشرکین کعبہ کے افعال ذمیمہ کی تصدیق وشہادت میں خاندان رسولؐ ہی کے رویہ اور اطوار کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔شبلی صاحب اپنے اس انداز بیاں میں سخت عالم فریبی سے کام لے رہے ہیں اور سخت نفرت انگیز اور مغویانہ طریقہ سے قوم اور خاندان کو ایک ہی معنی میں بتلا رہے ہیں حالانکہ معمولی علم واطلاع والا شخص بھی دونوں لفظوں کے فرق بالمعنی کو پورے طور سے جانتا ہے۔ قومیت ایک علیحدہ شے اور خاندان ایک جداگانہ شے ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ قوم کے تمام لوگ اس کے خاندان میں داخل شمار کیے جائیں۔لیکن شبلی صاحب کو تو اس عام فریبانہ اور مغویانہ ترکیب سے تعمیم اور مساوات فی المدارج کے غلط اصول قائم کرنے کی ضرورت خاص لاحق ہے۔جس پر ان کے عقائد کے اعتبار سے ان کے تمام موضوع تالیف کی ترکیب وترتیب کا انحصار ہے۔اس لیے اگر وہ ابتدا ہی سے قوم کو خاندان اور خاندان کو قوم نہ بتلائیں تو تعمیم ومساوات کی ترکیب قدیم کیسے ثابت ہو۔ یہ ضرورت تھی جس نے شبلی صاحب کے قلم سے خاندان رسولؐ کے اکابر افراد کو صنم کدہ کا متولی لکھ کر بتلائے جانے پر جرأت دلائی۔اور پھر کفار مکہ اور مشرکین کے ان جاہلانہ مراسم حج بجالاتے وقت ننگے ہو کر طواف کرنے میں بھی ان کا شامل ہونا شہادت کے طور پر پیش کیا۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ کفار قریش میں یہ جاہلانہ رسم ضروری جاری تھی۔ جہال عرب برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے۔آپ کے حوالے کے مطابق ابن ہشام نے ان کے اس وحشیانہ کردار کو پوری تفصیل سے جلد اول صفحہ 67 مطبوعہ مصر میں لکھا ہے۔اور ہم نے ان کی تمام عبارت کو غور سے پڑھا ہے لیکن ان کی عبارت میں آپ کی طرح خاص خاندان رسولؐ کی تو کوئی تصریح نہیں کی ہے۔ بلکہ عام لفظ قریش سے واقعہ کی تفصیل کا آغاز کیا ہے۔ان کی ابتدا میں عبارت یہ ہے۔ قال ابن اسحق و قد کانت قریش لا ادری قبل الفیل او بعدہ ابتدعت وای الخمس الخ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ قریش نے قبل واقعہ فیل یا بعد اس کے قاعدہ خمس کی بدعت کو آغاز کیا۔قریش میں خاندان رسول بھی اُسی طرح شامل ہے۔جس طرح خاندان ابوجہل اور خاندان ابوسفیان پھر اس میں خاندان رسولؐ کو اس خصوصیت سے لکھنے کا آپ کو کون ساحق حاصل تھا۔اور ابن ہشام کی مرقومۂ بالا عبارت میں آپ نے کس لفظ سے اس تخصیص وخصوصیت کے معنی پیدا کیے اور یہ مطلب نکال لیے۔ہاں اگر اس عبارت میں بنو ہاشم یا بنو عبدالمطلب من قریش کے الفاظ تصریح وتخصیص ابن ہشام نے لکھے ہوتے تو آپ خاندان رسول کی تصریح وتخصیص فرمانے کے ضرور مستحق تھے۔ جب صورت حال ایسی نہیں ہے تو آپ نے صریح فریب دہی کی نیت خاص سے خاندان رسول کی تخصیص فرمائی ہے۔

شبلی صاحب ہر واقعہ کو دیکھ کر لکھے۔ دیکھئے قوم قریش میں سے بھی جس قبیلہ اور عشیرہ نے اس رسم جاہلیت پر اصرار وافتخار کیا ہے۔اور دوسرے قبیلوں والوں سے امتناع وانکار کے موقع پر تکرار کیا ہے۔ان کی تفصیل اشعار عرب کی شہادتوں سے ابن ہشام نے پوری تصریح کے ساتھ جلد اول ص 68 میں قلم بند کر دی ہے۔لیکن آپ نے نہ اُس کو پڑھا اور نہ اُن پر غور کیا۔اسی لیے اپنی کتاب میں صفحہ 68 کا حوالہ نہیں دیا۔یہ آپ کا خاص مولفانہ طریقہ استخفاف واسقاط حالات ہے۔ہم اُس کی تفصیل اُسی صفحہ 68 سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ا۔ کفار قریش کے اس معاہدے میں سب سے پہلے بنی عامر جو قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ تھا داخل ہوا اور انہوں نے عمر بن معدی کرب کو اس کے متعلق فخریہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com　　http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲۔ بنی عامر کے ایک قائم مقام عباس بن مرواس السلمی نے جنگ حبلہ کے موقع پر اس رسم جاہلانہ کو اپنی مفاخرت کے اشعار میں منظوم کیا۔ اس لڑائی میں بنی عامر اپنے مخالف قبیلہ بنی حنظلہ پر غالب آئے۔ اسی معرکہ میں لقیط بن زرارہ بن عدس قتل ہوا۔ اور عمر بن عمر بن عدس بن زید بن عبداللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ بھاگ گیا۔ پھر اسی جنگ قبائل کے اخیر سلسلہ میں بنی حنظلہ نے اپنے حریف کو شکست دی۔ یہ جنگ نجب کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس میں حبان بن معاویۃ الکندی جس کی کنیت ابو کبشہ تھی۔ بنی عامر کی طرف سے قتل ہوا۔ یزید ابن الیق الکلابی اسیر ہوا اور طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب ابو عامر بن الطفیل بھاگ گیا۔

اب شبلی صاحب فرمائیں کہ ان دعویداران اور مددگاران رسم خمس میں رسول صلعم کے خاندان کے کسی ایک فرد واحد کا بھی نام پایا جاتا ہے۔ یا کسی نوع وطریقہ سے ان معرکوں اور ان کے اسباب میں ان حضرات کی سازش وشرکت کا کہیں برائے نام بھی ذکر پایا جاتا ہے۔ پھر شبلی صاحب نے کس رعایت نسبت اور خصوصیت کے اعتبار پر خاندان رسولؐ کو اس جاہلانہ اور وحشیانہ مراسم کے ساتھ خاص طور پر منسوب کیا اور یہ ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مراسم جاہلانہ میں اپنے خاندان کے شریک نہ ہوئے۔ کیا ابن ہشام کی کسی عبارت سے شبلی صاحب نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے خاندان والے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب بھی کفار قریش کی طرح ننگے ہوکر طواف کرتے تھے؟ یا ابن ہشام، ابن اثیر، طبری وغیرہم کسی عربی مؤرخ کی سند سے یہ واقعہ تحریر فرمایا ہوتا کہ عبدالمطلب یا ان کے کسی صاحبزادے کو کسی شخص نے ننگے ہوکر طواف کعبہ کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ اگر کوئی ایسا واقعہ ابن ہشام وغیرہ سے نقل کیا جاتا تو ہم آپ کے اس دعوے کی صحت اور اس بیان کی اصلیت پر اعتبار کرتے۔ افسوس ہے آپ کی اس خودغرضی پر اور ایسی مغویانہ دلیری پر آپ اپنے قلم سے بلا تامل اور بے پس وپیش وہ باتیں لکھ دیتے ہیں جن کا نشان آپ کے اصلی ماخذوں میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ اور اس پر یہ سخت دلیری کا ماخذ کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ صرف یہ سمجھ کر کہ مصر کی چھپی ہوئی ابن ہشام ہندوستان میں کہاں ملتی ہے اور کون دیکھتا ہے۔ استغفر اللہ ربی۔

اب دیکھئے اسی ابن ہشام سے خاندان رسولؐ کے اس شمول کی حقیقت کہاں تک صحیح معلوم ہوتی ہے۔

قال ابن اسحق حدثنی عبد اللہ بن ابو بکر رضی اللہ عنہ بن محمد بن عمر بن خرم عن عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم عن عمہ نافع بن جبیر عن ابیہ جبیر بن مطعم قال رائت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیل ان ینزل علیہ الوحی وائہ لواقف علی بعیر لہ بعر فات مع الناس من بین قومہ حتی یدفع معھم منھا توفیقا من اللہ ورسولہ صلعم ص 79۔

ابن اسحاق عبداللہ بن ابی بکر سے وہ ابن محمدؐ بن عمر بن خرم سے وہ عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم سے وہ اپنے چچا نافع ابن جبیر سے وہ اپنے باپ جبیر بن معطم سے ناقل ہیں۔ جبیر کا بیان ہے کہ ہم نے قبل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نزول وحی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام عرفات میں قوم کے لوگوں میں سے اپنے خاص اونٹ کے ساتھ کھڑے ہوئے دیکھا۔ پھر آپ میرے سامنے انہیں لوگوں کے ساتھ توفیق الٰہی جو اس وقت ان کے شامل حال تھی تشریف لے گئے۔ص 79

اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ مقام عرفات میں جانا اس رسم خمس کی رُو سے بالکل ترک کر دیا گیا تھا۔لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند لوگوں کے ساتھ قبل بعثت عرفات میں موجود تھے۔اور راوی کے مطابق وہاں توقف فرما کر اس کے سامنے ہی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔اب فرمایئے قوم کی قوم، خاندان کا خاندان تو آپ کے بیان کے مطابق تو اس رسم قبیحہ میں شریک و شامل تھا۔تو پھر آپ کے ساتھ یہ کون حضرات تھے جن کو جبیر ابن مطعم نے دیکھا۔شبلی صاحب کی دیانت وذہانت جو کہے۔لیکن دنیا کی عدالت اور امانت تو یہی شہادت دے گی کہ وہ حضرات ممتازین بنی ہاشم تھے اور معززین بنو عبدالمطلب توفیقات الٰہی اُسی وقت سے جن کے شامل حال تھی اور اسی وقت سے وہ رسول اللہ صلعم کے اسوہ حسنہ کی اقتداء کو اپنا تمغائے شرافت اور مدعائے قرابت سمجھتے تھے۔

واقعات مناقص شان رسالت

شبلی صاحب مرقومۂ بالا عبارت میں جس رسولؐ کے ایسی خصوصیات اُس کے فائز بر سالت ہونے سے پہلے اس اہتمام وشان سے دکھلا چکے ہیں اور آئندہ عبارت میں اُس کے اطوار ورفتار کو محض عامیانہ طور پر معمولات کے مقدار تک خود لکھ کر بتلاتے ہیں۔عبارت یہ ہے۔

۱۔ عرب میں افسانہ گوئی کا عام رواج تھا۔راتوں کو لوگ تمام کاموں سے فارغ ہو کر کسی مقام میں جمع ہوتے تھے۔ایک شخص جس کو اس فن میں کمال ہوتا تھا۔داستان شروع کرتا تھا۔لوگ بڑے ذوق وشوق سے رات بھر سنتے تھے۔بچپن میں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس جلسہ میں شریک ہونا چاہا۔لیکن راہ میں شادی کا کوئی جلسہ تھا دیکھنے کے لیے کھڑے ہو گئے وہیں نیند آ گئی۔اُٹھے تو صبح ہو چکی تھی۔

۲۔ ایک دفعہ اور ایسا ہی اتفاق ہوا۔اس دن بھی یہی اتفاق پیش آیا۔چالیس برس کی مدت میں صرف دو دفعہ اس قسم کا ارادہ کیا۔لیکن ان دونوں دفعہ توفیق الٰہی نے بچا لیا کہ تیری شان ان مشاغل سے بالاتر ہے۔

ان دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے جلسوں میں جن پر لہو ولعب اور افعال و اشغال عبث کی تعریف پوری مطابق ہوتی ہے دلچسپی رکھتے تھے۔ان میں شرکت فرمانے کی اکثر کوشش کرتے تھے۔لیکن توفیق الٰہی ہر بار آپ کو اس کی شرکت سے بچا لیتی تھی۔اس بنا پر ثابت ہو گیا کہ وہ عمل جس میں آپ شریک ہونا چاہتے تھے۔حقیقتاً مذموم ومعیوب اور شان رسالت کے خلاف تھا۔اور جو امتناع شرکت کی قدرت عملی ترکیب نکال لیتی تھی وہ مستحسن اور جائز تھی۔مگر شبلی صاحب کے تحریر کردہ واقعات اس کے خلاف بتلاتے ہیں۔جس مجمع میں آپ شریک ہونا چاہتے تھے۔وہ عربوں کی داستان گوئی کی صحبت تھی۔جس میں وہ غالباً اپنے اسلاف قدیم کے معرکہ آرائیاں، نمودار یاں، شجاعت، دلیری، داد ودہش اور دیگر صفات وخصوصیات کے ذکر بیان کرتے ہوں گے

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور اس میں بھی شک نہیں کہ ان میں مبالغہ آمیزیوں سے کام لیتے ہوں گے۔ لیکن بایں ہمہ ان میں بظاہر حرام غیر مشروع اور باعث معصیت ہونے کی کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔ تاوقتیکہ اُن صحبتوں کے بجنسہ و بلفظ تقریر لکھ کر ان کے حرام اور غیر مشروع ہونے کے ثبوت کامل نہ پہنچائے جائیں۔ اس بنا پر اگر یہ مجمع ایسی ہی داستانیں اور واقعات سننے کے خاص موقعے اور مقامات تھے۔ تو پھر یہ مذموم کیونکر کیے جائیں گے اور ان میں کسی کی شرکت معیوب کیسے کہی جائے گی۔ اس سے زائد تو شبلی صاحب کی استخفاظ شرکت کی جو تدبیر لکھتے ہیں وہ مذموم اور مقبوح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں۔

لیکن اتفاق سے راہ میں شادی کا کوئی جلسہ تھا۔ دیکھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ نیند آ گئی۔ اُٹھے تو صبح تھی۔

بقول آپ کے توفیق الٰہی نے ایک مشغلہ سے بچانے کے لیے جس دوسرے مشغلہ کی طرف متوجہ کر دیا۔ وہ شادی کا جلسہ تھا۔ اگرچہ اس جلسہ شادی کے بھی کوئی تفصیلی حالات نہیں لکھے گئے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جلسہ داستان گوئی کے مجمع سے زیادہ پر لطف اور دلچسپ ہوگا۔ تب تو شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ دیکھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اور نیند آ گئی، اٹھے تو صبح تھی گویا رات بھر اُسی جلسہ میں کٹ گئی۔ مگر جب اس جلسہ شادی کی کوئی تفصیلی حالت نہیں لکھی گئی تو شبلی صاحب اپنے شادی کے جلسوں کی مثالوں پر اندازہ کر کے خود تصفیہ فرمالیں کہ آیا آپ کی عقیدت رسولؐ کی معرفت۔ ایسے جلسوں مجمعوں اور صحبتوں میں رسولؐ تو درکنار غلامان رسولؐ تک کی شرکت کو ایسی محویت و مصروفیت کے ساتھ کہ شام سے صبح کر دی۔ ایک منٹ کے لیے بھی گوارا کرے گی۔

شبلی صاحب اپنی جا و بیجا پر جوشیوں میں جا و بیجا اور مناسب و غیر مناسب طریق و انداز بیان کا اپنی تحریر و بیان میں مطلقاً خیال نہیں کرتے۔ آپ نے عیسائیوں کے اس اعتراض کے جواب میں کہ آنحضرت صلعم کے خیالات و جذبات میں جو کچھ تغیر آیا ہے وہ ادعائے رسالت کے بعد۔ ورنہ آپ کے طرز و اطوار سب آپ کی قوم کے لوگوں کی طرح تھے۔ آپ کس قدر چراغ پا ہوئے اور اپنی گذشتہ بحث بیان میں کتنی کا دوکاوش اور سعی و کوشش سے ان کی تعریض کی تنقید فرمائی یہاں تک کہ صحیح بخاری کی بھی تغلیط کی نوبت پہنچائی۔ اب اگر وہی عیسائی آپ ہی کی اس تحریر کردہ اطوار رسول کو اپنے دعویٰ اعتراض کا شاہد بنائیں۔ تو آپ کے پاس ان کا کیا جواب ہوگا۔ مشکل تو یہ ہے جیسا کہ ہم اکثر مقامات پر دکھلاتے آئے ہیں۔ کہ آپ ایک مقام پر ایک واقعہ کا اقرار کرتے ہیں اور دوسرے مقام پر اسی سے انکار فرماتے ہیں۔ اس تلون طبعی کا کیا علاج ہوسکتا ہے یہ دونوں واقعات جو لکھے گئے ہیں ان کے ماخذوں کا بھی کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہے کہ حقیقت حال کی کچھ اور تحقیق کی جاتی لیکن ہمیں اس بات کا خود یقین ہے کہ آپ نے ان کو بے ماخذ کے نہیں لکھا ہوگا۔ جو غالباً اصحاب حدیث ہی ہوں گے نہ ارباب تاریخ۔ سب سے زیادہ مضحکہ خیز طریقہ تو آپ نے یہ اختیار فرمایا ہے کہ حاشیہ زیر صفحہ میں ان کے اسناد و حوالہ کی جگہ سرولیم میور صاحب کی یہ عبارت ترجمہ نقل فرمادی ہے۔

سرولیم میور صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری تمام تصنیفات محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں ان کے چال وچلن کی عصمت اور ان کے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کامیاب تھی متفق ہیں۔

بچے تک جانتے ہیں کہ یہ شہادت کیسی ہے۔ اس شہادت کے اندراج سے تو خود شبلی صاحب پر یہ اعتراض قائم ہو جاتا ہے کہ سر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com　　http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ولیم میور اور تمام عیسائی مصنفین تک آپ کے اطوار کی پاکیزگی کو اتنے اعلیٰ درجہ تک بتلاتے ہیں۔ بخلاف ان کے آپ مسلمان ہو کر ان کے ایسے عامیانہ معمولانہ اور بازارانہ گپ اور لہو ولعب کے جلسوں میں اور صحبتوں میں شام سے صبح تک محو والودہ دکھلاتے ہیں سمجھ اور عفور کرو۔

ہم ایسے غلط فہم نہیں کہ آپ کے اس مضمون کو بلا سند سمجھیں۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ نے اس کو اپنے اسلاف کے کسی ماخذ اصلی سے نقل کیا ہوگا۔ لیکن نقل کرنے کے وقت آپ نے اس کے نتیجہ پر غور نہیں کیا کہ ایں راہ کہ میری بترکان است۔ آپ جن حالات وواقعات سے ذات رسول کی عصمت اور پاکیزگی قبل از نبوت ثابت کرنا چاہتے ہیں وہی واقعات معمولی اور عامیانہ جلسوں اور مجمعوں میں آپ کے رسولؐ کی شرکت اور مجالست ثابت کرتے ہیں اور پھر اتنی محویت کے ساتھ کہ شام سے صبح ہوگئی۔ رہبر توفیق بھی استحفاظ رسولؐ کی نسبت ایک سوتی ہوئی تدبیر عمل میں لاتا ہے۔ اور ان مکروہ ونامشروع جلسوں کے مشاہدے سے باز رکھنے کے لیے صرف رسولؐ کو وہیں سلا دیتا ہے۔ اس سے اتنا نہیں بن پڑتا کہ رسولؐ کو گھر پہنچا دیتا کہ مشاہدۂ معصیت کے ساتھ شرکت لہو ولعب کے الزام سے بھی پورا استحفاظ ہو جاتا۔ نہ ایسے ایسے سراپا غلط واقعات اسلامی کتابوں میں مندرج کیے جاتے نہ ان کی بنا پر آج ان گمراہانہ اعتراضات کا مخالفین کو موقع ہاتھ آتا۔ یہ دلائل صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ واقعات وحالات ہی بالکل غلط ہیں۔ نہ ان کی کوئی اصل ہے نہ حقیقت۔ طبقہ اسلام میں مساوات اور سلسلۂ امت حضرت سید الانام میں تعمیم وطریقہ عام پیدا کرنے کی غرض سے پہلے خاندان رسولؐ اس کے بعد شان رسول صلعم کی یہ نوبت پہنچائی گئی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تو یہ قبل بعثت کے حالات تھے۔ عین زمانۂ رسالت میں اور خاص صحن مسجد میں۔ جب رسول اللہ کی طرف (معاذ اللہ) حبشیوں کے ناچ دیکھنا اور دکھلانا منسوب ومشہور کیا جاتا ہے تو قبل بعثت ان لہو ولعب کے مشاغل کی کیا شکایت ہے۔ وائے گر از پس امروز بود فردائے۔ افسوس تو یہ ہے کہ دوسروں کی پردہ پوشی کے لیے رسولؐ کی اتنی اور ایسی پردہ داری کی جاتی ہے۔ ہم بار بار لکھتے چلے آتے ہیں کہ شبلی صاحب اور ان کے اسلاف متقدمین نے حقیقتاً شان رسولؐ ہی کو نہ سمجھا ہے اور نہ آج تک سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے یہ حضرات شان رسول کی حقیقی معرفت کا سلیقہ پیدا کر لیں۔ ہم پھر سمجھائے دیتے ہیں کہ قبل وبعد رسالت کی شرط بیکار ہے۔ جب ہم نے ذات رسول صلعم کو از اولہ تا آخرہ فطرۃ صالحہ للدینہ پر قائم ومترتب تسلیم کر لیا تو پھر عام اس سے کہ صحاح والے ایسے مناقص شان رسالت واقعات لکھنے والے ثابت ہوتے ہوں یا مسانید وسنن والے ہم ان کے پابند نہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نزول وحی اور حصول رسالت

شبلی صاحب نزول وحی اور حصول رسالت کی تفصیل کی ابتدا اس عبارت سے فرماتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے دنیاوی تعلقات تھے۔تجارت کا کاروبار تھا۔متعدد اولادیں تھیں۔تجارت کی ضرورت سے اکثر سفر کرنا پڑتا تھا لیکن دست قدرت کو جو کام لینا تھا وہ ان تمام مشاغل سے بالاتر تھا۔دنیا اور دنیا کے تمام کام آپ کو ہیچ نظر آتے تھے۔تاہم مطلوب حقیقی کا اب تک پتہ نہ تھا۔

بالکل صحیح ہے تفویض رسالت اور تعین نبوت کے وقت یہ تمام تعلقات معاشرت آپ کے گردوپیش تھے جو خدا کی طرف سے اسوہ حسنہ بنا کر دنیا اور اہل دنیا کی تربیت وہدایت کی غرض سے دکھلائے جانے والے تھے۔اور احصار تجرد اور رہبانیت کے ہزار سالہ طلسم ہمیشہ کے لیے توڑے جانے والے تھے۔اور ان کے خلاف اہل عالم کو یہ تعلیم دینی منظور الٰہی تھی کہ دنیا کے تمام جائز اور مستحسن تعلقات کے ساتھ رہ کر بھی۔الٰہیات ودینیات کا مبلغ اخلاقیات وسیاسات کا معلم معرفت الٰہی کی کافی تعلیم دے سکتا ہے۔اور رہنمائی کونین کی تمام خدمات ادا کرسکتا ہے اس کی تعلیم کامل نے تمام بنی انسان کے قلوب پر یہ زرین اصول کا لحجر کر دیئے کہ دنیا اگر اصول دین اور حدود شریعت کے اندر ہے تو عین دین ہے۔

یہاں تک تو شبلی صاحب کی عبارت شان رسالت اور اوصاف نبوت کے مطابق ہے لیکن آپ کا آخری فقرہ کہ تاہم مطلوب حقیقی کا اب تک پتہ نہ تھا۔قابل گفتگو نہیں اس لیے کہ آپ کی اُسی قدیم اصول تعیم کی طرف راجح ہے۔اور پھر اس فقرہ پر بھی وہی عیسائیوں کا گمراہانہ قیاس کہ جو کچھ آپ کی ذات میں تغیر آیا وہ وقت رسالت سے صادق آجاتا ہی **لا حول ولا قوۃ**۔حالانکہ یہ گمان فاسد ہے۔رسول کی جیسی عصمت ذاتی قدیم سے ہے ویسی اس کی معرفت الٰہی بھی قدیم ہے۔اس کی فطرت نبویہ ابتدا ہی سے علم لدنیہ کے فیوض وآثر پر فائز ہے۔وہ ہدایت وارشاد کے لیے صرف ایک مدت خاص تک جس کی مناسبت اور مصلحت کا علم خاص ذات باری تعالیٰ کے متعلق ہے وہ ماذون ومامور نہیں کیا جاتا ورنہ اس میں تمام اوصاف وعلامات نبوت تفویض رسالت کے قبل سے پائے جاتے ہیں۔ہمارے رسول برحق کے متعلق کتابوں میں کثیر التعداد واقعات ایسے موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر اکابر وعمائد عرب نے قبل از نبوت آپ کو دیکھ کر انہیں محاسن اوصاف ومکارم اطوار کے اعتبار پر آپ کو نبی اللہؐ ہونے کی صحیح بشارت پہنچائی تھی۔چنانچہ طبقات ابن سعد میں ایسی خبر وواقعات کو ایک علیحدہ باب میں جمع کر دیا ہے۔

اس بنا پر یہ لکھ دینا کہ ہمارے رسولؐ کو چالیس برس تک خدا کا پتہ نہ لگا۔اور چالیس برسوں کے بعد بعثت کے وقت سے وہ خدا کا شناسا ہوا۔عقائد مسلمہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔نعوذ باللہ اگر بفرض محال ایسا ہی ہے تو پھر چالیس برس تک وہ کس وجود کا قائل اور کس ملک کا سالک تھا؟ اور پھر اس میں اور ورقہ بن نوفل اور عثمان بن حویرث وغیرہ کی ذات وصفات میں کیا فرق مابہ الامتیاز باقی رہا۔

پھر ہم وہی کہیں گے کہ شبلی صاحب شان رسول کو سمجھے ہی نہیں۔پہلے آپ سمجھ لیں کہ قبل از بعثت انبیاء ومرسلین کے قلوب نورانی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پرکون سے احوال مخصوصہ مستولی ہوتے ہیں۔ وہ ابتدا ہی سے خدا کے وجود کو یکتا اور اس کے ازلی اور ابدی ہونے کا یقین کامل رکھتے ہیں اور اسی طرح ان کو خدا کی تمام ذات وصفات کا علم راسخ اور یقین واثق ہوتا ہے۔ وہ رسالت ونبوت کے منصب پر فائز ہونے سے پہلے۔ عالم کائنات کے تمام اشیاء اور ان کے تمام افراد واجزا سے اُس صانع برحق اور قادر مطلق کی قدرت کا مشاہدہ اور ثبوت قائم کیا کرتے ہیں۔ اور حقیقتاً اس عالم اور اس زمانہ میں وہ اپنی واقفیت علم کو یقین اور پھر یقین کو سکینہ الٰہی کے انتہائی حدود تک پہنچاتے ہیں اور یہیں سے حدود انسانی کی انتہا اور فضائی ملکوتی کی ابتدا ہوتی ہے۔ جس کا پہلا زینہ رسالت ہے۔ ان کے اس غور وخوض اور فکر و تجسس فی ذاتہ کو خاص کر تلاش وجود معبود سے تعبیر کرنا محض غلط فہمی ہے۔ اور بھی غلط فہمی شبلی صاحب کو بھی یہاں لاحق ہوئی ہے۔ حقیقت میں یہ مطلوب حقیقی کی تلاش نہیں تھی بلکہ اُس غیر مرئی وجود کا ثبوت اس کی ظاہری مخلوقات ومصنوعات کے مشاہدات سے حاصل کرنے کا ریاض تھا۔ اور اس تلاش وجستجو سے معاذ اللہ تشکیہ قلب کا وہم وگمان نہیں کیا جا سکتا بلکہ تسلیہ قلب کا یقین ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے خداوند عالم کے اس سوال (اَوَلَمْ تُؤْمِن کیا تم مجھ پر ایمان نہیں رکھتے) کے جواب میں فوراً ارشاد فرمایا کہ بَلٰی وَلٰکِن لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِی۔ ہاں میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں۔ لیکن یہ استفسار صرف اطمینان قلب کی غرض خاص سے ہے۔

اس واقعہ اور اسی کے ایسے خاص حضرت ابراہیمؑ اور مشاہدہ اجرام فلکی حضرت خضر وموسیٰ اور حضرت داؤد وسلیمان علی نبینا وآلہ و علیہم السلام کے حالات ومستفسراۃ مندرجہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ان حضرات مقدسین کو قبل وبعد رسالت ان مستفسرات سے وجود الٰہی کی خاص تلاش منظور نہیں تھی بلکہ اُس کے ثبوت قدرت کی۔ جو عین ثبوت وجود تھے کیونکہ ذات الٰہی عین صفات ہے اور صفات عین ذات۔ اس غور وخوض اور تلاش وتجسس میں وجود قدرت کی جلوہ آرائی مطلوب تھی اور اس کے مشاہدے اور معائنے درکار تھے۔ جن کے ذریعہ سے ان کی معرفت اور تبلیغ رسالت کی ضروریات میں اور استحکام وتقویت سے دلائل وبراہین بیان کرنے اور دنیا کے آگے بدیہات کی صورت میں مثال پیش کرنے میں آسانی اور سہولت حاصل ہو۔

اب شبلی صاحب سمجھ لیں۔ شان رسولؐ یہ ہے اور اس کی تلاش اور جستجو انہیں مشاہدات قدرت کی طرف تھی نہ اصلی وجود قادر مطلق کی جانب اس بنا پر آپ کا آخر فقرہ آپ کی صریح غلط فہمی پر مبنی تھا۔ جس کی الحمدللہ کامل اور کافی اصلاح کر دی گئی۔

شبلی صاحب کسی مضمون کو سلسلہ سے کبھی نہیں لکھتے۔ نزول وحی کی ابتدا آخر مراتب وحی سے کی گئی ہے اور اس کا آغاز واقعہ حرا اور نزول اقرا سے کیا گیا ہے۔ اس سے دینیات کا مبتدی، اس بیان کو پڑھ کر حقیقت وحی کو یہیں تک محدود کر دے گا۔ اور سمجھ لے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یکبارگی یوں ہی وحی آسمان سے اتر پڑی۔ شبلی صاحب آپ نے کتاب خاص وعام سب کی واقفیت و اطلاع کے لیے لکھی ہے۔ ہر مضمون کی تفصیل کو خاص طبقات کے علم واطلاع پر منحصر کر کے قلم انداز کر دینا عوام کو کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ اس بنا پر آپ کو نزول وحی کے مدارج ومراتب سلسلہ وار (بالاختصار ہی سہی) لکھ کر بتلا دینا نہایت ضروری تھا۔ کہ اُن کی سمجھ میں آجاتا کہ مدبرین قدرت نے اپنے رسول کے پیکر انسانی پر مدارج روحانی کے بار بتدریج اور رفتہ رفتہ نازل فرمائے ہیں کہ وہ پیکر مطہر اس کے جلال قدرت کو اپنی امکانی قوت کے مطابق سنبھال سکے۔ طرفہ تو یہ ہے کہ حواشی زیرین میں کہیں کہیں حسب العادت ان کا اشارہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بھی کر دیا گیا ہے پھر نہیں معلوم کس مصلحت سے وہ مضامین وعبارت داخل کتاب نہیں کی گئی۔

شبلی صاحب سے بات بات پر کون الجھا کرے۔ ہم شبلی صاحب کی ان تمام فروگذاشتوں سے قطع نظر کر کے جن کو ہم ان کے مقام پر تفصیل سے بیان کریں گے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغراق فی اللہ اور تجسس فی اثبات الوجود المعبود کے عوالم وکوائف کو جن میں مدارج وحی کی حقیقت بھی ضمناً داخل ہے۔ ذیل میں بیان کرتے ہیں۔ اور باتفاق جمہور یہ ثابت ہے کہ معارف ربانی اور مکاشف روحانی کے یہ عوالم و مآثر قبل از بعثت آپ کے قلب نورانی پر مستولی رہا کرتے تھے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کے حسن معاشرت اور اس کے جائز اور ضروری مشاغل میں آپ کا انہماک دنیا کے لیے اسوہ حسنہ تھے۔ لیکن جیسا کہ شبلی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ بااین ہمہ دست قدرت کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کام لینا تھا وہ ان تمام مشاغل سے بالاتر تھا''۔ اس لیے اُس کام کے مقابلہ میں جو منجانب اللہ آپ کی فطرت صالحہ کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا تھا۔ آپ دوسرے کاموں کو بے مقدار اور بے وجود سمجھتے تھے۔ اور زیادہ تر اسی فرض مخصوص کی طرف متوجہ رہا کرتے تھے۔ وہ فرض مخصوص کیا تھا۔ پہلے یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ وہ ذات واجب الوجود کا ادراک اور عالم کائنات کے ہر ہر جزو سے اس کے ظہور قدرت کا ثبوت اور اشیائے مخلوق میں انوار خالق کے مشاہدہ قدرت کا اشتیاق تھا۔ اگرچہ یہ عالم آپ کی فطرت صالحہ کے ساتھ مخلوق ہوا تھا۔ لیکن خلقت انسانی کے اصول نمووارتقا کے مطابق جیون جیون سن مبارک میں ترقی ہوتی گئی۔ ان جذبات روحانیت میں بھی افزائش ہوتی گئی۔ تا اینکہ وقت بعثت سن مبارک چالیس برس کا ہو گیا تھا۔ اسی مقدار سے آپ کے ان قلبی اور روحانی انوار معارف میں بھی کامل اضافہ پیدا ہو کر یہ کہاں بھی تکمیل کے درجہ منتہا تک پہنچ گئے۔

انہیں جذبات روحانی کے اثر سے جیسا کہ تمام تاریخ وسیر کے اتفاق اور کتب تفسیر وحدیث کی تفصیل بیان سے ثابت ہوتا ہے۔ آپ بسا اوقات گھر سے باہر میدانوں، بیابانوں اور کوہستانوں میں نکل جایا کرتے تھے۔ ہفتوں اور مہینوں کی خوراک اور اتنے دنوں کا پانی اپنے ہمراہ لے لیا کرتے تھے۔ اور مہینوں بیابانوں اور کوہستانوں میں قدرت الٰہی کے عجائب وغرائب اور اس کی صنعت لامتناہی کے مدارج ومناصب کا براۃ العین مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ اور ان مشاہدات سے اس قادر مطلق اور صانع برحق کے وجود کا ثبوت حاصل فرمایا کرتے تھے تاوقتیکہ ایک شے کی حقیقت کامل طور سے نہ معلوم کر لیتے تھے۔ دوسری شے کی ماہیت کی تلاش کا سلسلہ نہ اُٹھایا جاتا تھا۔ اگر اس درمیان میں کھانے پینے کی چیزیں تمام ہو جاتی تھیں تو گھر واپس تشریف لا کر بقدر ضرورت پھر وہ چیزیں ہمراہ لے لی جاتی تھیں اور پھر انہیں مقامات میں واپس آ جاتے تھے۔

بسا اوقات ان تحقیقات کا مشاہدہ انوار الٰہیات کے ذریعہ سے عالم رویا میں ہو جایا کرتا تھا۔ بعض اوقات الہام، القا اور ندا کے طریقہ سے مسئلہ تحقیق طلب کا فیصلہ آخری آپ کو بتلا دیا جاتا تھا۔ ندا وغیرہ کی حالتوں میں آپ صرف کلمات ندا کو سن لیا کرتے تھے۔ اور ندا کنندہ کو باوجود تفحص وتلاش کے اپنے گرد وپیش کہیں بھی نہیں پاتے تھے۔ درہائے جبل کے خلوتکدوں میں کبھی اپنے وجود فانی سے اس کے وجود باقی اور ازلی کے ثبوت فراہم کیے جاتے تھے۔ یہی آپ کی ابتدائی عبادت تھی۔ جس کو علمائے تاریخ وحدیث نے تحنث کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خاص اصطلاح سے تمام کتابوں میں لکھا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی۔ اس وقت بھی تفکر اور تجسس فی اثبات الوجود۔ آپ کی عین عبادت تھی۔ جن لوگوں نے انبیائے سابقین کے حالات اور خصوصاً حضرت ابراہیمؑ کی تحصیل معرفت کے واقعات یہی پہلی جلد ہے اس جلد کے شروع میں پڑھے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مجاہدانہ تجسس ذات کو حضرت ابراہیمؑ کی تلاش وجود سے بالکل مطابق پائیں گے۔

ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان میں آپ کی اس عبادت کے حالات لکھتے ہیں۔ مکہ کے کوہستانی مقامات میں آپ نے جس مقام کو اپنی عبادت کے لیے تجویز فرمایا تھا وہ غار حرا تھا۔ یہ غار مکہ معظّمہ سے تین میل کے فاصلہ پر اس کوہستانی سلسلہ میں واقع تھا۔ جس کو جبل فاران کہتے تھے۔ یہ غار طول میں چار گز اور عرض میں پونے دو گز ہے۔ بعثت سے سات برس پہلے انوار الٰہی کی تجلیات اسی غار میں آپ پر ظاہر ہونے لگی تھیں۔ علامہ مجدالدین فیروز آبادی سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان انوار الٰہی کی ضوفشانیوں کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوتے تھے۔ مگر ان تجلیات میں کوئی صورت یا اس سے کوئی آواز نہیں پیدا ہوتی تھی۔ رحمۃ العالمین، ص29

بعثت کا زمانہ جتنا قریب ہوتا جاتا تھا۔ آنحضرت صلعم کی طبع مبارک میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔ ان ایام میں آپ اکثر پانی اور ستو لے کر شہر سے کئی کوس دور غار حرا میں جا کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اور شبانہ روز عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کے علاوہ قدرت الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی داخل تھا۔ اور یہی آپ کی قدیم عبادت تھی۔ جس کو تحنث سے تعبیر کرتے ہیں۔ مولانا شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ غار حرا میں آپ تحنث یعنی عبادت کیا کرتے تھے۔ عینی شرح بخاری میں ہے۔

قبل ما کان صفة تعبده اجبت بان ذلك بالتفكر والاعتبار

سوال کیا گیا ہے کہ اُس وقت آپ کی عبادت کیا تھی۔ جواب کہ غور و فکر اور عبرت پذیری۔

یہ وہی عبادت ہے جو آپ کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبوت سے پہلی کی تھی۔ ستاروں کو دیکھا۔ تو چونکہ تجلی کی جھلک تھی۔ دھوکا ہوا، چاند نکلا تو اور شبہ ہوا۔ آفتاب پر اس سے زیادہ لیکن جب سب نظروں سے غائب ہو گئے تو بے ساختہ پکار اُٹھے۔ انی لا احب الا فلین۔ میں فانی چیزوں کو نہیں پسند کرتا۔ انی و جهت و جهی للذی فطر السموت والارض میں اپنا منہ اُسی کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔

ایک مغربی مؤرخ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عبادت کی کیفیت اس طرح ادا کی ہے۔

سفر و حضر میں ہر جگہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ہزار سوال پیدا ہوتے تھے۔ میں کیا ہوں؟ یہ غیر متناہی عالم کیا ہے؟ نبوت کیا شے ہے؟ میں کن چیزوں کا اعتبار کروں؟ میں کیا کام کروں؟ کیا کوہ حرا کی چٹانوں، کوہ طور کی سر بفلک چوٹیاں کھنڈر اور میدان کسی نے بھی ان سوالوں کا جواب دیا۔ نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ گنبد گردان، گردش لیل و نہار چمکتے ہوئے ستارے برستے ہوئے بادل، ان سوالوں کے جواب نہ دے سکے۔ سیرۃ النبی ص147، بحوالہ کارلائیل ہیروز

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عالم خاص کو دیباچہ نبوت سمجھنا چاہیے۔اس عالم کی تکمیل کے بعد آپ پر رویائے صادقہ ہونے لگے۔اوران کے ذریعہ سے انکشاف حقائق ہونے لگے۔اس عالم سے نبوت ورسالت کی تمہید شروع ہوتی ہے۔صحیح بخاری کے شروع میں ہے۔

اول ما بدأ به رسول الله صلعم من الوحی الرویاء الصالحة فی النوم۔

جس چیز سے پہلے پہل آنحضرت صلعم پر وحی الٰہی نازل ہوئی وہ سچے خواب ہوتے تھے۔

اورخواب ہی کے ذریعہ سے آپ پر اسرار منکشف ہونے لگے۔جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے تھے بعینہ وہی پیش آتا تھا۔سیرۃ النبی (حاشیہ زیریں)

اس سے ثابت ہوگیا کہ رویائے صادقہ بھی وحی الٰہی کا ایک شعبہ خاص ہے۔شاہد ہے اس کے ثبوت میں یابنی انی اریٰ فی المنام جس میں ذبح اسمٰعیلؑ کی پوری خبر حضرت ابراہیمؑ کو عالم خواب میں دکھلا دی گئی تھی۔لیکن یہ بھی یقین کرلینا چاہیے کہ یہ خواب انبیاء ومرسلین کے مقدس دائرے تک محدود تھے۔ہمارے آپ کے خواب کو ان سے مناسبت نہیں۔

ابن سعد اس کے متعلق خود آنحضرت صلعم کے یہ اقوال نقل کرتے ہیں انا معشر الانبیاء تنام اعیننا و لا تنام قلوبنا ہم لوگوں (انبیاء علیہم السلام) کی آنکھیں سوجاتی ہیں۔قلوب نہیں سوتے۔پھر ارشاد فرماتے ہیں۔تنام عینائی ولا ینام قلبی میری دونوں آنکھیں سوجاتی ہیں لیکن میرا قلب نہیں سوتا۔یہ حقیقت ہے انبیا علیہم السلام کے خواب کی،خواب کی حالت خاص میں انبیا کے قلوب نورانی انکشاف حقیقت کے لیے بیدار اور کشادہ رہتے ہیں۔اس بنا پر اکثر حکمائے اسلام نے انبیاء کے خواب کو بھی یقظان یعنی بیداری میں شامل کیا ہے۔قبل بعثت ایک معتدبہ زمانہ تک اسرار الٰہیات کے انکشافات رویائے صادقہ کے ذریعہ سے ہوتے رہے اس کے بعد ندا والہام کے مدارج وحی آغاز ہوئے۔طبری نے نہایت تفصیل سے اس کی کیفیت لکھی ہے۔ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

عن ابی ابن کثیر قال سئلت ابا سلمه ای القرآن انزل اول فقال یا ایها المدثر فقلت یقولون اقرا باسم ربك فقال ابا سلمه سئالت جابر بن عبد الله ای القرآن انزل اول فقال یا ایها المدثر فقلت اقرا باسم ربك الذی خلق فقال لا وتالا ما حدثنا النبی صلعم قال جاورت فی حراء فلما قضیت جواری هبطت فاستبطنت الوادی فنودیت فنظرت عن عینی و عن شمالی و حلفی و قدامی فلم اراشیئاً فنظرت فوق راسی فاذا هوجالس علی عرش بین السماء والارض فخشیت منه فاتیت خدیجة فقلت و ثرونی و صبوا علی ماء قال فدمسودنی و صبو علی ماء بارداً فنزلت یا ایها المدثر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوسلمہ سے پوچھا کہ قرآن مجید میں کون سی آیت پہلے نازل ہوئی ہے۔ابوسلمہ نے کہا یا ایھا المدثر۔ میں نے کہا لوگ تو کہتے ہیں اقرا باسم ربك۔سب سے پہلے نازل ہوا۔ابوسلمہ نے جواب دیا کہ میں نے یہی سوال جابر ابن عبداللہ انصاری سے کیا تھا اور انہوں نے مجھے بتلایا تھا کہ قرآن میں سب سے پہلے یا ایھا المدثر نازل ہوا ہے۔میں نے بھی یہی اُن سے کہا تھا۔ جابر بولے میں تمہیں وہی بتلاتا ہوں جو میں نے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں حسب معمول غار حرا میں غرلت گزیں تھا کہ خدا کا فرشتہ مجھ پر نازل ہوا اور مجھے ندا کی۔میں نے دائیں، بائیں اور آگے پیچھے ہر چند اُس ندا کرنے والے کی تلاش کی لیکن کسی کو بھی نہ دیکھا۔پھر میں نے سر اُٹھا کر اوپر دیکھا تو اُس ناکنندہ کو آسمان وزمین کے درمیان معائنہ کیا۔یہ دیکھ کر مجھ پر جلال الٰہی کا رعب طاری ہوگیا۔میں فوراً گھر لوٹ آیا اور خدیجہؑ سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو میرے منہ پر پانی چھڑک دو یہ سن کر انہوں نے مجھ پر کپڑا ڈال دیا اور ٹھنڈا پانی میرے منہ پر ڈالا۔تو وہ کیفیت زائل ہوگئی اس کے بعد ایہ یا ایھا المدثر نازل ہوا۔طبری،ص1154 مطبوعہ جرمن

صاحب رحمۃ العالمین نے مشکوۃ باسناد صحیحین اور تاریخی طبری کے متفقہ مرویات سے ماخوذ فرما کر اس واقعہ کو یوں لکھا ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو نویں ربیع الاول 41 میلادے (مطابق 2 فروری 610ء کو بروز دوپیر روح الامین خدا کا حکم نبوت لے کر آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔اُس وقت آنحضرتؐ غار حرا میں تھے۔روح الامین نے کہا اے محمدؐ بشارت قبول فرمایئے۔آپ اللہ کے رسولؐ ہیں اور میں جبریل ہوں۔سفر السعادت مجد الدین فیروز آبادی۔اس کے بعد نبی صلعم فوراً گھر آئے اور لیٹ گئے۔بی بی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو (دثرونی) جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہوگیا ہے۔مشکوٰۃ،ص514

نزول اقراء

حسب المعمول ایک دن (باسناد طبری 18 رمضان 41ء) عام الفیل مطابق ۶۱۰ء جناب رسالت مآب غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ فرشتہ غیب (روح الامین) نے آکر آپ کو ان الفاظ ربانیہ میں بشارت دی۔

اقرا باسم ربك الذی خلق۔ خلق الانسان من علقٍ اقرا و ربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم

پڑھ (دعوت دی) اُس خدا کے نام سے۔جس نے کائنات کو پیدا کیا جس نے انسان کو گوشت کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اُس خدا کے بزرگ نام سے یعنی اُس خدائے بزرگ کے نام پر تمام لوگوں کو دعوت دے۔جس نے انسان کو وہ باتیں سکھلائیں کہ جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔

شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

آپ اس واقعہ کے بعد اسی وقت گھر واپس تشریف لائے۔تو جلال الٰہی سے لبریز تھے۔آپ نے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا سے تمام واقعہ بیان کیا۔وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور جو عبری زبان جانتے تھے۔اور توریت وانجیل کے ماہر تھے انہوں نے آنحضرت صلعم سے واقعہ کی کیفیت سنی تو کہا یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰؑ پر اترا تھا۔روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم کو ڈر پیدا ہوا۔حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے کہا کہ آپ متردد نہ ہوں۔خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔پھر وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔تو انہوں نے آپ کی تصدیق کی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے بلاشبہ یہ الفاظ نکلے ''مجھ کو ڈر ہے''۔لیکن یہ تردد یہ ہیبت۔یہ اضطراب جلال الٰہی کا تاثر (اور نبوت کے بارگران کی عظمت کا تخیل تھا) آپ نے کیا دیکھا؟ ناموس اعظم نے کیا کہا؟ کیا کیا مشاہدات ہوئے؟ یہ وہ نازک باتیں ہیں جو الفاظ کا تحمل نہیں کرسکتیں۔

صحیح بخاری باب التعبیر ین ہے کہ چند روز تک وحی رک گئی۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے کہ اپنے آپ کو گرادیں۔دفعتاً حضرت جبریل نظر آجاتے تھے اور کہتے تھے۔اے محمدؐ تم واقعی خدا کے پیغمبر ہو اُس سے آپ کو اس وقت تسکین ہوجاتی تھی۔لیکن جب پھر وحی کچھ دنوں تک رک جاتی تھی تو پھر آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرادینا چاہتے تھے۔اور پھر حضرت جبریلؑ نمایاں ہوکر تسکین دیتے کہ آپ واقعی خدا کے پیغمبر ہیں۔

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے حصہ اوّل کی شرح میں معترضین کا اعتراض نقل کیا ہے کہ ایک پیغمبر کو نبوت میں کیونکر شک ہوسکتا ہے۔اور ہو تو کسی عیسائی (ورقہ) کے کہہ دینے سے کیا تسکین ہوسکتی تھی۔پھر ایک مشہور محدث کا جواب نقل کیا ہے کہ نبوت ایک امر عظیم ہے۔اس کا تحمل دفعتاً نہیں ہوسکتا۔پہلے آنحضرت صلعم کو خواب کے ذریعہ سے اس سے مانوس کیا گیا۔پھر جب دفعتاً فرشتہ نظر آیا تو آپ بمقتضائے بشریت خوف زدہ ہوگئے۔حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے آپ کو تسکین دی۔پھر جب ورقہ نے آپ کی تصدیق کی تو آپ کو پورا یقین ہوگیا۔محدث مذکور کے الفاظ یہ ہیں۔

فلما سمع کلامہ ایقن بالحق و اعترف بہ

جب آپ نے ورقہ کا کلام سنا تو آپ کو حق کا یقین آ گیا اور اپنے آپ اس کا اعتراف کرلیا۔

محدث مذکور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ وحی بار بار اس لیے رک جاتی تھی کہ آپ رفتہ رفتہ اس کی برداشت کرنے کے قابل ہو جائیں۔فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب التعبیر جلد 2 ص 317، مطبوعہ مصر

لیکن جبکہ ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبوت سے پہلے جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے تھے۔اس کی تمام شاخیں آپ پر جھک آئیں۔جس سے راہب بحیرا نے آپ کے نبی ہونے کا یقین کرلیا۔جبکہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فرماتے ہیں کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔ جبکہ صحاح میں موجود ہے کہ نبوت سے پہلے فرشتوں نے آپ کا سینہ چاک کیا۔ اور جسمانی آلائش نکال کر پھینک دی تو خود ان روایتوں کے روایت کرنے والے کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ فرشتہ کا نظر آنا ایسا واقعہ تھا کہ جس سے آپ اس قدر خوف زدہ ہو جاتے تھے۔ کہ ایک دفعہ تسکین ہو کر بھی بار بار اضطراب ہو رہا تھا۔ اور اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کرتے تھے۔ اور بار بار حضرت جبریل کو اطمینان دلانے کی ضرورت ہوتی تھی۔ کیا کسی اور پیغمبر کو بھی ابتدائے وحی میں کبھی شک ہوا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے درخت سے آواز سنی کہ میں خدا ہوں تو کیا ان کو کوئی شبہ پیدا ہوا تھا؟

حافظ ابن حجر وغیرہ کی پیروی کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ہمیں پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ خود اصل روایت بہ سند مرفوع متصل ہے یا نہیں۔ یہ روایت امام زہری کے بلاغات سے ہے یعنی سند کا سلسلہ زہری تک تمام ہو جاتا ہے اور آگے نہیں بڑھتا۔ چنانچہ خود شارحین بخاری نے تصریح کر دی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے عظیم الشان واقعہ کے لیے سند مقطوع کافی نہیں۔ سیرۃ النبی جلد اوّل ص 14-15

الحمدللہ شبلی صاحب کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور وہ بہت جلد اپنے اسلاف کی غلط فہمیوں کو سمجھ گئے اور اس بنا پر کہ تقلید اسلاف کی کچھ حد بھی ہے۔ آخر کہاں تک؟ آپ کو بزرگان سلف پر طیش آ ہی گیا۔ اور پھر دفعۃً طیش میں آپ نے بلا تامل اور بلا خیال پس وپیش کتب صحاح سے لے کر ابن حجر اور امام زہری تک۔ ایک ایک کی پوری خبر لے لی۔ نہ بخاری صاحب کا ادب کیا اور نہ مسلم صاحب کا لحاظ، اور نہ خود اس وقت کی پرجوشی میں اپنے اعترافات ومسلمات کا کوئی خیال رہا۔ جس کو آپ اپنے دست وقلم سے بایں الفاظ دیباچہ سیرۃ النبی میں لکھ چکے تھے کہ صحیح بخاری اور مسلم نے ایک غلط کیسی ضعیف تک روایت اپنی کتابوں میں نہیں لکھی۔ اب انہیں شبلی صاحب نے ان حضرات کی اتنی مرویات پر سرے سے قلم پھیر دیا۔ اب شبلی صاحب خود فرمائیں کہ آپ کا دیباچہ والا یہ اصول کہ حدیثوں کی کتابوں کو تاریخ وسیرت کی کتابوں پر ضرور ترجیح ہے اس لیے کہ ان میں ایک حدیث بھی غلط اور ضعیف نہیں۔ آپ ہی کی اس تنقید وتردید سے صحیح ثابت ہوا یا غلط۔ **لا حول ولا قوۃ**۔ اس عبارت تنقیدی کو تمام کر کے نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ چونکہ مرقومہ بالا روایت امام زہری کے بلاغات سے ہے اس لیے نہ قابل اعتبار ہے نہ لائق استناد۔

اس وقت اپنی ضرورت سے آپ جو چاہیں کہہ لیں۔ لیکن سب سے پہلے تو سوال بخاری ومسلم صاحبان سے ہے کہ یہ حضرات نقادانِ فن اور استادانِ احادیث کیسے تھے۔ جو روایات میں بلاغات اور متصلات کی بھی تمیز نہیں رکھتے تھے شبلی صاحب امام زہری کو ضرورت وقتی سے مجبور ہو کر جیسا کچھ نہ کہہ دیں۔ مگر خدا کے لیے آگے پیچھے کا بھی خیال رکھیں۔ انہیں امام زہری کی مدح وثنا میں (دیباچہ ص 15) کتنی خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ ذرا اس کا بھی خیال رہے۔ اور اگر اوپر نہیں خیال کیا جاتا تو اصول عقائد کے مطابق تو ادب اسلاف تو ضرور واجب ہے۔ دیکھئے امام زہری کون ہیں؟ تابعین ہیں اور خیر التابعین کے القاب اضافی سے ہمیشہ کتابوں میں ذکر کیے جاتے ہیں۔ پھر تابعین کی مرویات کو آپ کے علما نے اتنا مرتبہ دے رکھا ہے کہ مرویات صحابہ اُن سے فروتر ہیں۔ اور تابعین کے مرویات میں یہ ایسی خصوصیت ہے جس کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ ایسی حالت میں بلاغات ومرسلات تابعین کی نسبت آپ نہ زبان ہلا سکتے ہیں اور نہ ایک حرف منہ سے نکال سکتے ہیں۔ تاوقتیکہ تقلید اسلاف کا قلادہ گردن سے اُتار نہ لیجیے۔ اور ان تمام غلط اصول عقائد صحابہ وتابعین کو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اپنے ہاتھوں سے نہ ہٹا لیجیے۔ فافہم فتدبر۔

شبلی صاحب کی غلط فہمی کی اصلاح:

شبلی صاحب کی اتنی صفائی اور خامہ فرسائی کی کوششوں کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں کہ معترضین کے اعتراض اپنی جگہ پر ویسے کے ویسے ہی قائم ہیں۔ اور آپ ہوں یا آپ کے اسلاف کسی صاحب سے حقیقتاً اصل مدعائے اعتراض کا جواب نہ ہو سکا۔ آپ نے اپنے قدیم طریقہ تکذیب وتضعیف رواۃ ومرویات کا خانگی جھگڑا پیش کر کے جواب تو خاک دیا۔ صریح دفع الوقتی کر دی۔ آپ کو بار بار لکھ کر بتلا دیا گیا کہ مخالفین اسلام کے اعتراضوں کے مقابلہ میں اپنے رواۃ مرویات کی تکذیب وتضعیف کی ترکیب مفید کار نہ ہوں گے۔ وہ اس کے جوابدہ نہیں ہو سکتے۔ کہ آپ کا فلاں راوی قابل وثوق ہے یا نہیں۔ یا اس کی فلاں روایت قابل اعتماد واستنباد ہے یا نہیں اگر وہ راوی اور ان کی روایتیں جھوٹی ہیں یا سچی تو وہ آپ ہی کی ہیں اور آپ ہی تنہا اس کے جوابدہ ہیں۔ اس بنا پر یہ آپ کی مرقومہ بالا عبارت تنقیدی معترضین کے لیے قابل تشفی واطمینان نہیں۔ باوجود آپ کی اتنی طولانہ صفائی کے بھی معترضین کا یہ اعتراض کہ پیغمبر عرب کو (نعوذ باللہ) نزول وحی ہونے پر بھی اپنی نبوت کا یقین نہ آیا۔ یہاں تک کہ جبرئیل کے بار بار یقین دلانے پر بھی پورا تیقن نہ ہوا۔ لیکن ایک مرد عیسائی مذہب ورقہ بن نوفل کے کہہ دینے سے آپ کو اپنی نبوت پر اعتماد واعتبار کلی حاصل ہو گیا۔ ابھی آپ کے ذمہ باقی ہے۔

قیامت کی کہ آپ نے سند میں ایک لامعلوم الاسم محدث کا یہ قول لکھ دیا۔

فلما سمع کلامه ایقن النبی و اعترف۔

جب آپ نے اُس کا (ورقہ بن نوفل کا) کلام سنا تو آپ کو حق کی پہچان ہوئی۔

اس نے معترضین کی تعریض کو پوری قوت پہنچا دی۔ خوف الٰہی طاری ہونے تک کا جواب۔ آپ کے گمنام محدث نے جس کا نام اور جس کی کتاب کا نام خدا جانے کس مصلحت سے آپ بتلانا نہیں چاہتے تو مناسب اور فی الواقع ہے لیکن ورقہ سے دریافت کر کے اعتراف نبوت حاصل کرنے کو لکھ کر اس نے تو ایسی فاش غلطی کی ہے کہ حقیقتاً شان مخصوصۂ نبوت اور صفات منصوصۂ رسالت ہی پر قلم پھیر دیا۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ شبلی صاحب نے بھی باایں دعوے دقیق النظری اس پر کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ لیکن دنیا حقیقت شناسوں سے خالی نہیں۔ اگر ایک آپ کی نظر اصلیت اور حقیقت تک نہ پہنچ سکی تو کیا مولانا محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری صاحب رحمۃ العالمین کسی قدر اس کی حقیقت تک پہنچ گئے اور انہوں نے مفصلہ ذیل عبارت میں معترضین کا ایک حد تک اطمینان دہ جواب دیا ہے۔

اس واقعہ (نزول وحی) کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً گھر میں آئے اور لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ اس فقرے سے حضور کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تھا۔ خدیجۃ الکبریٰؑ نے کہا۔ نہیں آپ کا ڈر کاہے کا ہے میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے، سچ بولتے، رانڈوں یتیموں اور بے کسوں کی دستگیری کرتے ہیں اور مہمان نوازی فرماتے ہیں۔ اصل مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں۔خدا آپ کو کبھی اندوہ گین نہ فرمائے گا۔(بحوالہ مشکوٰۃ باسناد صحیحین)

اب خدیجۃ الکبریٰ کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔اس لیے وہ نبی صلعم کو ساتھ لے کر اپنے رشتہ کے چچرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی درخواست پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبریل کے آنے، بات کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ورقہ فوراً بول اُٹھا یہی وہ ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔کاش میں جوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ ہوتا۔جب آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا قوم مجھے نکال دے گی۔ورقہ بولا ہاں۔اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی اُس سے شروع میں عداوت ہی ہوتی رہی ہے۔کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضور کی نمایاں خدمت کروں۔مشکوٰۃ باسناد صحیحین، ص514

عبارت مرقومہ بالا سے کس قدر حقیقت کا انکشاف ہوگیا ہے۔حقیقت واقعہ یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بعثت اور حصول منصب رسالت کے متعلق نزول ملک اور حصول وحی کے وقت ہی سے ایسا یقین واثق ہوگیا تھا کہ کسی سے استفسار و افادہ کی مطلق ضرورت نہیں تھی جو شان رسالت و منصب نبوت سے عقلاً اور نقلاً مستبعد ہے۔اور درحقیقت یہ تیقن یہ استغنا رسالت کا عین مدعا اور نبوت کا خاص مقتضا تھا۔حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے (اگر مرویات صحیحین صحیح ہیں) غالباً اپنے اطمینان قلب اور مزید تشفی کے لیے ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کو لے جا کر اس وجہ سے آپ کے بیان کی تصدیق و توثیق کرنی ہوگی کہ وہ علی الاکثر کہا کرتے تھے کہ عنقریب ایک رسول ظاہر ہونے والا ہے۔جو ابلیس اور اس کے لشکر پر غالب آئے گا۔اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا تصدیق رسالت کی غرض سے اپنے برادر عم زاد ورقہ کے پاس خود آپ کو لے کر تشریف لے گئی تھیں۔جناب رسول مقبول صلعم نہ خود ورقہ کے پاس تصدیق رسالت کی غرض سے گئے تھے اور نہ آپ نے خود خدیجہ کو بھیجا تھا۔

شبلی صاحب تقلید اسلاف کے ایسے والہ و شیدا ہیں کہ واقعہ کی حقیقت و اصلیت بھی اصل ماخذوں میں تلاش کر لینا پسند نہیں فرماتے۔اس واقعہ کی نسبت چونکہ غلط طور پر عموماً مشکوٰۃ صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں یہ نقل ہوتا چلا آیا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم خود یا حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا آنحضرت کو لے کر ورقہ کے پاس آئیں۔اور جب ورقہ نے آپ کا بیان لے کر آپ کے دعویٰ رسالت کی تصدیق کر لی۔تب آنحضرت صلعم کو اپنی رسالت کا یقین ہوا جیسا کہ ابھی ابھی صحیحین کے حوالہ اور مشکوٰۃ کی عبارت سے تحریر ہو چکا۔شبلی صاحب نے بھی بے دیکھے بھالے اسی کو حرف بہ حرف نقل فرما دیا۔کم سے کم آپ نے تاریخ طبری اٹھا کر اس وقعہ کو اُس میں دیکھ لیا ہوتا تو آپ کو فوراً حقیقت کا پتہ لگ جاتا۔اور کتب تاریخ پر کتب حدیث کو ہر مقام و موقع پر ترجیح دیئے جانے کا غلط معیار جو آپ نے دیباچہ کتاب میں قائم کیا ہے ثابت ہو جاتا۔امام المؤرخین ابن جریر طبری مفصلہ ذیل عبارت میں اس واقعہ کی حقیقت یوں لکھتے ہیں:

فقالت خديجة البشر يا بن عم واثبت فوالذى نفس خديجة بيده انى الا رجوان تكون نبى هذه الامة ثم قامت فجمعت عليها يثابها ثم الطلقت الى ورقة

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بن نوفل بن اسد هو ابن عمها و كان ورقة قد تنصراً و قراء الكتب واسمع من اهل التوراة والانجيل فاخبرته مما اخبرها به رسول الله صلعم انه راى و سمع فقال ورقه قدوس قدوس والذى نفس ورقه بيده كنت صدقتى يا خديجة لقد جاء ه الناموس الاكبر يعنى بألناس جبريل عليه السلام الذى كان يأتى موسىٰ وانه لنبى هذه الامة فقولى له فلثيث فرجعت خديجة الى رسول الله صلعم فاخبرته بقول ورقه (طبرى ص 1151، مطبوعه جرمن)

بیان نزول وحی کو آنحضرت صلعم سے سن کر حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے کہا۔ یا ابن عم آپ کو بشارت ہو۔ آپ نے جو کچھ کہا وہ سب صحیح وثابت ہے۔ اور اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں خدیجہ کی جان ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس امت کے نبیؐ ہیں یہ کہہ کر حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اپنے کپڑے پہنے اور اپنی برادر عم زاد ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس آئیں۔ ورقہ عیسائی طریق کے آدمی تھے۔ عیسائی علما سے علم توریت وانجیل حاصل کر چکے تھے جب خدیجہؓ نے ورقہ سے وہ خبریں بیان کیں جو رسول اللہ صلعم سے سن کر آئی تھیں۔ اور ورقہ نے اُن کو سن لیا اور ان پر غور کیا تو پکار اُٹھا قدوس، قدوسٌ۔ اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ورقہ کی جان ہے اگر یہ سچ ہے جو کچھ تم نے بیان کیا ہے تو اے خدیجہؓ وہ ناموس اکبر یعنی جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ یہ وہی ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا اور تحقیق کہ وہ (آنحضرت صلعم) اس اُمت کے نبیؐ ہیں۔ میری طرف سے جا کر ان سے کہہ دو کہ وہ اپنے مدعا پر ثابت قدم رہیں۔ یہ سن کر جناب خدیجہ وہاں سے واپس آئیں۔ اور جو کچھ ورقہ نے کہا تھا سب آ کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا۔

تاریخ طبری کے مرقومۂ بالا عبارت سے یہ کہاں ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم خود بغرض تصدیق رسالت ورقہ بن نوفل کے پاس گئے۔ یا جناب خدیجہؓ اس غرض سے آپ کو لے گئیں۔ جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے صحیحین کے اسناد سے لکھ کر بتلایا ہے۔ تو ایسی حالت میں معترضین کے اعتراض کی تائید آپ ہی کی کتب حدیث سے ہوئی نہ کہ تاریخ سے۔ تو پھر ان کی تردید وتنقید کی آپ کیسے ہمت کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ خاص سے تو آپ کے گمنام محدث صاحب نے بھی مرویات صحیحین ہونے پر اعتبار کر کے اس کو قبول کر لیا ہے اور لکھ دیا ایقن بالحق و اعترفه اور آپ نے بھی تقلیداً اُسے تسلیم کر لیا۔ شبلی صاحب حالت موجودہ سے خود سمجھ لیں کہ معترضین کے اعتراض کا جواب کہاں ہوا۔ یہ روئداد تو عین اقبال وایجاب بتلاتی ہے۔ اب فرمایا جائے کہ ایسا سراپا غلط واقعہ جو سراسر مناقص رسالت ہے۔ آپ کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حدیث کی کتابوں میں نقل ہے یا تاریخ کی کتابوں میں خود ملاحظہ فرمالیا جائے۔تاریخ میں جو واقعہ نقل ہے اوپر لکھ دیا گیا ہے۔اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔وہ معیار رسالت اور اقتدار نبوت کے بالکل مطابق ہے۔بخلاف اس کے جو کچھ آپ کی حدیث کی کتابوں میں سے لکھا گیا ہے۔وہ شان رسالت اور نبوت کے سراسر مخالف اور مناقص ثابت ہوتا ہے۔اور یہی معترضین کے تمام اغراض کی بنا ہے۔ جب صورت حال ایسی قائم ہوتی ہے تو آپ ناحق موقع بے موقعہ تاریخ کی کتابوں پر حدیث کی کتابوں کو ترجیح دیتے ہیں۔

نہ شبلی صاحب کو خبر ہے اور نہ اُن کے آئمہ حدیث کو کہ ورقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب ملے۔وہی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ نزول وحی۔اور حصول رسالت کے بعد جب اس نعمت کے ادائے شکریہ کے لیے آپ خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے تو وہاں ورقہ سے ملاقات ہوئی۔اور جس تقدیس وعظمت سے ورقہ نے آپ کی تعظیم وتکریم کی وہ تاریخ طبری کے مفصلہ ذیل عبات میں ملاحظہ ہو۔

فانصرف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الکعبۃ فطاف بھا فلقیہ ورقہ بن نوفل و ھو یطوف بالبیت فقال یامن اخی اخبرنی بما رایت اوسمعت فاخبرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لہ ورقہ والذی نفس ورقہ بیدہ انک لنبی ھذہ الامۃ و لقد جاءک الناموس الاکبر الذی جاء الی موسیٰ ولتکذبتہ و لتوذینہ ولتخرجنہ ولتقاتلنہ و لئن انا ادرکت ذلک لا نصرن اللہ نصراً یعلمہ ثم ادنی راسہ فقبل ماخوہ

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں طواف کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے،ورقہ آپ کو طواف میں مشغول دیکھ کر آپ کے پاس چلے آئے اور کہنے لگے اے میرے بھتیجے تم نے کیا چیزیں مشاہدہ کی ہیں یا سنی ہیں مجھ سے کہو۔تو جناب رسول خدا نے تمام باتیں ان سے کہہ دیں۔ورقہ سن کر کہنے لگے قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں ورقہ کی جان ہے۔کہ تم اس اُمت کے نبیؐ ہو۔اور بے شک تم پر وہی ناموس اکبر نازل ہوا ہے۔جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا ہے۔لوگ تمہاری تکذیب کریں گے تمہیں ایذا دیں گے،تمہیں خارج البلد کریں گے اور تمہارے ساتھ جنگ وقتال کریں گے۔اگر میں اُس زمانہ تک زندہ رہتا تو میں تمہاری نصرت کرتا اور خدا تمہاری نصرت کرے گا۔پھر اپنا سر قریب لا کر آپ کی پیشانی انور کا بوسہ لیا۔ص 1152 جز من۔

یہ مشاہدہ تاریخی صاف صاف بتلا رہا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ خود ورقہ کے پاس گئے اور نہ آپ کو کوئی ان کے پاس لے گیا۔بلکہ نزول جبریل اور وصول اقراء معادوت دولت مرا اور تصدیق وایجاب حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا غرض ان تمام

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

واقعات کے بعد جب آپ حسب معمول خانہ کعبہ کے طواف کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کو ورقہ ملا اور وہ جو کچھ ان کے درمیان گفتگو ہوئی وہ طبری کی زبانی اوپر نقل کر دی گئی۔ قریب قریب تمام تاریخوں کا اسی پر اتفاق ہے۔ اور حقیقتاً واقعہ بھی یہی ہے اور اتنا ہی ہے۔ باقی سب کتابوں کا طومار ہے۔ اورزیادہ تر انہیں طومار سے عیسائی معترضین نے اپنے گمراہانہ اور مغویانہ دفتر سیاہ کیے ہیں۔ تعجب ہے کہ متعصبین یورپ، تاریخ طبری میں اس کی حقیقت حل کو دیکھ کر جسے خود انہوں نے چھاپ کر شائع کیا ہے۔ ذرا بھی شرماتے نہیں۔ حدیثوں کی اسی طومار بیکار کے سلسلہ میں التوائے وحی کی حالتوں میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتشار واضطراب کے متعلق ان کا یہ بیان کہ نعوذ باللہ آپ پہاڑ کی چوٹیوں پر سے اپنے آپ کو گرا دینا چاہتے تھے اور اس اضطراب والتہاب کی خاص اور انتہائی حالتوں میں خدانخواستہ آپ اپنی جان عزیز دے دینا چاہتے تھے۔ بالکل لغویات اور مہملات ہیں۔ جس کی تردید وتکذیب خود شبلی صاحب بھی فرماتے ہیں۔ لیکن ہمیں بھی اتنا لکھ کر بتلا دینا ضروری ہے کہ خدا کا سچا رسول جو خاص کر جائز اور ناجائز امور، حلال اور حرام کا سب سے بہتر جاننے والا اور ان امور کے متعلق صحیح طریقہ عمل بتلانے والا ہے۔ بالنفس نفیس خودکشی کے ایسے اخلاقی، مذہبی اور سیاسی جرم پر اقدام کرنے اور نعوذ باللہ حرام موت مرنے پر آمادہ ہوگا۔ ان ھذا العبد الابعاد۔ کیا جاہل سے جاہل بھی کوئی مسلمان اس کو مانے گا۔ اس میں شک نہیں کہ کچھ دنوں تک وحی کے رک جانے سے آپ کو ایک فکر وتعلق لاحق حال ضرور ہو جاتا تھا اور یہ آپ کے خشیۃ اللہ کا باعث تھا۔ اور پھر جب وحی آنے لگتی تھی تو فوراً اطمینان خاطر بھی ہو جاتا تھا۔ بات اتنی تھی کتنی بڑھا دی گئی۔ افسوس ہے کہ بات بڑھانے ولوں نے اپنی باتوں کو تو بہت کچھ بڑھا دیا۔ لیکن رسول اللہ صلعم کی شان رسالت کو بالکل گھٹا دیا۔ ان تمام طومار اور قیاسات دور از کار کا خلاصہ یہ ہے جیسا کہ شہود تاریخی سے کہہ کر بتلا دیا گیا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ خود ورقہ کے پاس گئے اور نہ کوئی آپ کو ان کے پاس لے گیا۔ رسول صلعم کو علم لدنیہ کے ذریعہ سے اپنی رسالت ونبوت کا بالنفس نفیس خود یقین کامل تھا اور کسی کی تصدیق وتوثیق کی مطلق ضرورت نہیں تھی۔

نزول وحی کو تنزیل اقراء سے آغاز سمجھنا، دوسری غلط فہمی ہے۔ جو اکثر علمائے حدیث وتاریخ کو پیدا ہوگئی ہے۔ اس سے قبل جیسا کہ ہم اقسام وحی کے بیان میں مختصراً لکھ چکے ہیں۔ انوار تجلیات کے مشاہدات رویائے صادقہ کے واقعات ندا وصدائے غیب کے خطابات اور القا والہام کے خاص حالات مختلف صورتوں میں قبل از نزول وحی روح القدس جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منکشف ہوا کرتے تھے۔ اور یہی مدارج وحی الٰہی ہیں جن کی علماء وحکمائے اسلام نے ستر قسمیں بتلائی ہیں۔ زرقانی شارح مواہب لدنیہ نے منجملہ ستر اقسام وحی کے چھ صورتوں کو نہایت تفصیل سے اپنی کتاب کی جلد اول صفحہ 272-278 تک میں بیان کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نزول وحی کی ابتدا اسی واقعہ سے نہیں ہوئی۔ بلکہ نزول قرآن اور رسالت ونبوت کا اعلان آج ہی کے دن ہوا۔ آج تک خدا کا رسول تبلیغ وتعلیم دین الٰہی کے لیے ماذون و مامور نہیں فرمایا گیا تھا۔ گویا آج سے وہ منصب تبلیغ رسالت اور عہدہ ارشاد وہدایت پر منجانب اللہ ماذون فرمایا گیا۔ حقیقت اتنی تھی قیاسات وظنیات کا اتنا طومار لگا دیا گیا کہ اللہ کی پناہ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas